سرزمین حرم سے فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے خطوط
حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز
کے
مکتوباتِ مدینہ
علم و معرفت اور
ادب و محبت کا
حسین گل دستہ
تصنیف
(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوباتِ مدینہ

تصنیف

صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری

ناشر

فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور (اوکاڑا)

علم و معرفت کی چاشنی سے لبریز

حضرت فقیہ اعظم علیہ رحمۃ اللہ
کے
مکتوباتِ مدینہ

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

فقیہِ اعظم پبلی کیشنز
دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (اوکاڑا)

کتاب	حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوباتِ مدینہ
تصنیف	(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری
حروف سازی	نوری کمپوزنگ سنٹر، بصیر پور شریف
کمپیوٹر کوڈ	MOHIB\FAQIH\LETTER.INP
سال اشاعت	محرم الحرام ۱۴۳۷ھ/ اکتوبر 2015ء
صفحات	512
مطبع	بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور
ناشر	فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور شریف

سٹاکسٹ

❶ انجمن حزب الرحمٰن، بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑا

❷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

❸ فرید بک سٹال، 38 اردو بازار، لاہور

❹ شبیر برادرز، 40 اردو بازار، لاہور

❺ مکتبہ اشرفیہ، منڈی مریدکے، ضلع شیخوپورہ
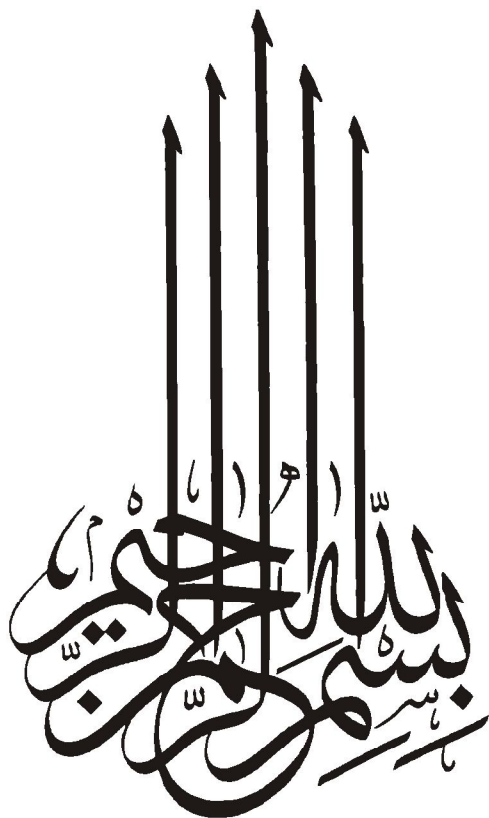
بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ وآلہ

E:\AWAL\TABISH_MOHIB.INP

کچھ
بیاں
اپنا

اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے ان مکاتیب گرامی کا گلدستہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، جو آپ نے حرمین شریفین کی حاضری کے دوران میں سرزمین حجاز سے یا اس مقدس خطہ میں حاضری دینے والے زائرین کے نام پاکستان سے تحریر کیے تھے---

حج و زیارت مدینہ منورہ کا پہلا سفر آپ نے ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء میں کیا تھا اور کم و بیش بیس بار آپ کو حاضری حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی--- اس دور میں جدید ذرائع ابلاغ نہ تھے، رابطے کا واحد ذریعہ مکتوب ہوتا تھا، جسے مکتوب الیہ تک پہنچنے میں بالعموم ہفتہ اور کبھی ہفتے لگ جاتے تھے--- **المکتوب نصف الملاقات** بھی قدیم دور کا مقولہ ہے، مگر انتظار شدید کے بعد کی اس ''نصف ملاقات'' سے جو لذت و حلاوت اور راحت و مسرت حاصل ہوتی، دور جدید میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، کہ آج رابطہ آسان مگر محبتوں کا فقدان اور اخلاص کا قحط ہے---

بچپن کے دور کی حسین یادوں میں وہ کیف زا اور مسرت فزا مناظر اب بھی تازہ ہیں، جب حجاز مقدس، خصوصاً مدینہ منورہ سے حضرت فقیہ اعظم کا گرامی نامہ تشریف لاتا تو عید کا سماں ہوتا--- اور وہ رقت انگیز نظارے تو اب بھی نگاہوں کے سامنے ہیں، جب

تمام اساتذہ عظام اور طلباء کرام کو اکٹھا کر کے برادر گرامی حضرت مولانا ابوالفضل مکتوب گرامی سنایا کرتے تو سرکار ابد قرار ﷺ کے الطاف کریمانہ، سرزمین حجاز کے کیف زا نظاروں اور مدنی بہاروں کے تذکرہ سے خط سنانے اور سننے والے سبھی اشک بار ہو جاتے---

اللہ کریم کا بے حد وحساب شکر ہے کہ ان تاریخی مکتوبات مدینہ کا ایک ذخیرہ دست بردِ زمانہ سے بچا رہا--- ان خطوں کو محفوظ رکھنے میں اوّلین شکریہ اور دعاؤں کی مستحق تو میری والدہ ماجدہ، محترمہ اماں جی رحمۃ اللہ علیہا ہیں، جنھوں نے حب مدینہ منورہ میں ان مدنی تبرکات کی حفاظت فرمائی--- راقم کے دل میں بچپن ہی سے مکتوبات مدینہ کی ایسی محبت ودیعت ہوئی کہ نگاہیں ڈاک کی منتظر رہتیں اور جب خط آتا تو خوشی دیدنی ہوتی--- تب خط پڑھنا تو کجا، سن کر سمجھنا بھی مشکل تھا--- جب کسی قدر لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا تو ان مدنی مکتوبات کو سنبھالنے کی ذمہ داری میں نے لے لی--- اس وقت نہ تو مکاتیب کی اہمیت کا شعور تھا اور نہ ہی یہ وہم وگمان میں تھا کہ کبھی اس علمی، روحانی اور تاریخی ذخیرہ کی ترتیب واشاعت سے سعادت یاب ہوں گا---

دارالعلوم اور دیگر امور کے بارے میں بعض خطوط میں بھائی جان مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہدایات ہوتیں، جن پر عمل درآمد کے لیے وہ خطوط ان کے پاس محفوظ رہے، اب ان کی تدوین کے موقع پر ان کے صاحبزادے مولانا محمد الی اللہ نے کم وبیش سترہ مکاتیب عنایت کیے---

مکاتیب فقیہ اعظم کی تدوین کے لیے حضرت کے بہت سے تلامذہ نے خطوط کی فوٹو کاپیاں مہیا کی تھیں، ان میں سے منتخب مدنی خطوط کو بھی اس کتاب میں شامل کر دیا ہے--- نورالحبیب، شمارہ رجب ۱۴۳۶ھ میں مکتوبات مدینہ کے حوالے سے ۶۶ صفحات کا ایک مضمون تحریر کیا تھا، جو مزید گرامی نامے دستیاب ہونے پر کتابی صورت اختیار کر گیا---

مکتوبات مدینہ میں جن حضرات اور کتابوں کے نام آئے ہیں، ان میں سے اکثر وبیش تر کی حواشی میں وضاحت کر دی ہے--- مرورِ زمانہ سے بعض افراد کے بارے میں معلومات نہ مل سکیں یا تنگی وقت کے پیش نظر تشریح نہ کی جا سکی--- جن حضرات کے

تعارفی نوٹ لکھے ہیں، ان میں سے بعض مرحومین کے بارے میں میرے تعزیتی مضمون چھپ چکے تھے، اختصار کے ساتھ انہی مضامین کا خلاصہ حسب موقع شامل حواشی کر دیا ہے، باقی لوگوں کے حالات جس قدر معلوم ہو سکے، ایجاز و اختصار کے ساتھ حواشی کی زینت بنا دیے ہیں--- مکاتیب گرامی میں درج آیات قرآنی، احادیث مبارکہ کی تخریج و تراجم اور بعض اشعار کے حوالہ جات بھی درج کر دیے ہیں---

یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے:

پہلا باب، حضرت فقیہ اعظم اور ذکر مدینہ--- اس باب میں آپ کی پسندیدہ نعتوں کے منتخب اشعار درج کر دیے گئے ہیں---

دوسرا باب، محبت و اشتیاق مدینہ--- اس میں آپ کے ان مکاتیب کے اقتباسات بطور نمونہ شامل کیے گئے ہیں، جن سے ان کی محبت مدینہ اور حاضریٔ بارگاہ عرش جاہ کی شدید تڑپ کا اظہار ہوتا ہے---

تیسرا باب، اسفار حج و زیارت--- اس باب میں پہلے سفر حج سے لے کر سنہ وصال تک کی حاضریوں کے احوال اور ان مواقع پر تحریر کیے گئے گرامی نامے اور ان کی روشنی میں دیگر معلومات شامل ہیں--- ۲۷۷ صفحات کا یہ باب تمام ابواب سے مفصل ہے---

اسفار حج کے باب میں بہت سے گرامی نامے تاریخ وار درج ہیں، جب کہ دیگر عنوانات کی مناسبت سے حسب موقع مکاتیب کے اقتباسات دیے گئے ہیں---

چوتھا باب، مدینہ منورہ میں مصروفیات--- اس میں آپ کے معمولات یومیہ، گنبد خضراء کے سامنے درس قرآن، درس بخاری شریف، کتب تصوف کی تدریس، استفتاءات کے جوابات، مقامات مقدسہ کی زیارات، علماء و مشائخ سے ملاقات، محافل میلاد میں شمولیت اور تبرکات مدینہ وغیرہ کی تفصیلات ہیں---

پانچواں باب، کتابوں سے محبت--- اس میں آپ کی مطالعہ کتب کی عادت، کتابوں سے محبت اور حرمین شریفین سے خریداریٔ کتب میں دلچسپی کو بیان کیا گیا ہے---

چھٹا باب، دارالعلوم اور طلباء سے محبت--- اس باب میں آپ کے قائم کردہ ادارہ

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور اس میں زیرِ تعلیم طلباء سے محبت اور ان کے تعلیمی مفادات کی فکر پر مبنی مدنی تحریروں کے اقتباسات درج ہیں---

ساتواں باب، حاضریٔ مدینہ کی ترغیب و تشویق---اس میں تلامذہ و مریدین کو حاضریٔ مدینہ کی ترغیب، زائرین حرم کی حوصلہ افزائی اور انھیں کیے جانے والے پند و نصائح کا تذکرہ ہے---

آٹھواں باب، مزاح کی چاشنی---آپ کے مکاتیب میں یبوست نہیں بلکہ شگفتگی، تازگی اور مزاح کا عنصر بھی شامل ہے، جو معتدل مزاجی کی علامت ہے---بطور نمونہ چند اقتباسات پیش کر دیے ہیں---

نویں اور آخری باب کا عنوان ہے، حرمین شریفین کا ادب و احترام---

اس باب میں حرم مکہ المکرّمہ کا ادب اور مدینہ منورہ کے آداب، عرش سے نازک تر حریم قدس کی حاضری، دورِ حاضر میں اہلِ اسلام کے لیے ابتلاء کا تذکرہ اور فرقہ ورانہ سرگرمیوں سے اظہارِ نفرت کے علاوہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامانِ کرم سے وابستگی پر اظہارِ تشکر پر مبنی خیالات کو آپ کے مکاتیب سے واضح کیا گیا ہے---

حضرت فقیہ اعظم کے تمام تر خطوط قلم برداشتہ، ارتجالاً تحریر کیے گئے ہیں، مگر ان میں علم و ادب کا ایک جہان آباد ہے---انھیں پڑھ کر حرمین شریفین کے حالات، واقعات اور تکلف و تصنع سے پاک اس سادہ دور میں حج و زیارت کے مناظر نگاہوں کے سامنے آ جاتے ہیں---مدینہ منورہ کی زیارات، قلبی واردات، وہاں کی مصروفیات، اس پاک دیار کے موسم اور اس کی دل کشی و دل آویزی کی ممکنہ حد تک حقیقی اور صحیح تصویر کشی کی گئی ہے---

حضرت فقیہ اعظم کے مکتوبات گوناگوں خصوصیات اور ظاہری و باطنی حسن سے آراستہ و پیراستہ ہیں، دورانِ مطالعہ کئی محاسن کا پتا چلتا ہے---مثلاً:

مکتوب الیہم کے لیے القاب و آداب میں تنوع، سادگی و بے ساختگی، سلاست و روانی، آیات و احادیث کی تلمیحات، پابندیٔ شرع کی تاکید، بارگاہ مصطفیٰ اور حرمین شریفین کے آداب کو ملحوظ رکھنے کی تلقین، دل داری و دل جوئی، مزاح کی چاشنی، طلباء و علماء سے محبت،

درس وتدریس سے قلبی لگاؤ اور اخلاص وللّٰہیت وغیرہ---

مکاتیب فقیہ اعظم کے محاسن کے حوالے سے ایک مفصل مقدمہ لکھا جانا چاہیے تھا، مگر کتاب کی اشاعت میں تاخیر مزید کی گنجائش نہ تھی--- ان شاء المولیٰ تعالیٰ آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کر دیا جائے گا---

کتاب میں کم وبیش دوسومکتوبات مکمل یا جزوی طور پر شامل کیے گئے، بعض اسفار میں لکھے گئے مکتوب نہیں مل سکے، اگر دستیاب ہو گئے تو انھیں آئندہ ایڈیشن میں شامل کر دیا جائے گا، ان شاء اللہ--- مزید براں آپ کے سیکڑوں مکاتیب محفوظ ہیں، ان کا مجموعہ بھی ان شاء المولیٰ تعالیٰ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی---

مکتوبات مدینہ کی تدوین کا بنیادی مقصد اس علمی وروحانی سرمایہ کو محفوظ کرنا ہے، تاکہ قارئین ان سے فیض یاب ہوتے رہیں--- اس کی تدوین سے اشاعت تک کے مراحل میں تعاون کرنے والے تمام احباب کا شکر گزار ہوں، بالخصوص علامہ تابش قصوری، مولانا پروفیسر خلیل احمد نوری، صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری، مولانا محمد یوسف نوری، علامہ محمد ساجد ستار نوری اور مولانا خواجہ محمد فیض الرسول سدیدی وغیرہم--- جزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء---

اللہ کرے، میری یہ کاوش اللہ ورسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت سے نوازی جائے اور یہ کتاب قارئین کے لیے مفید ثابت ہو---

حق تعالیٰ حضرت فقیہ اعظم کی محبت مصطفیٰ ومحبت مدینہ منورہ کے صدقہ ہمیں بھی ان سعادتوں سے بہرہ یاب فرمائے---

آمین و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ محمد
و آلہ و اصحابہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری
مدیر اعلیٰ ماہ نامہ نور الحبیب، بصیر پور

بصیر پور شریف
۲۱ر اکتوبر ۲۰۱۵ء

فہرست

نشانِ منزل

أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ

مکتوبات مقدسہ پر قرآن وسنت ناطق ہیں، یہ سنت انبیاء و مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کتب منزلہ، صحف مطہرہ ازخود دلیل و برہان ہیں۔ خطوط ومکتوبات، تبلیغ دین و مذہب میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

سورۃ النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے مکتوب گرامی کا تذکرہ بڑے ایمان افروز کلمات سے شہرت کا حامل ہے۔ جب آپ نے پرندوں میں سے ایک چھوٹے سے پرندے ''ہدہد'' کو نہ پایا تو آپ نے فرمایا:

مَا لِیَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ○---[النمل:۲۰]

''کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا، وہ غیر حاضر ہے، اسے سخت سزا دوں گا یا وہ میرے پاس کوئی روشن دلیل لائے گا''---

چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہدہد آیا اور ملکہ سبا کی حکمرانی کی بابت بالتفصیل بیان کیا تو آپ نے فرمایا:

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ○---[النمل:۲۷]

''بہت جلد ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچ بولا یا جھوٹا ہے''---

اِذْهَبْ بِكِتَابِى هٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَا ذَا يَرْجِعُوْنَ○---[النمل:۲۸]

''میرا یہ مکتوب لے جا، پس اسے ان کی طرف ڈال دے، پھر ان سے ہٹ کر دیکھ، وہ جواباً کیا کرتے ہیں''---

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب معجز نما ہدہد نے ملکہ سبا کے ہاں ڈالا تو وہ پکار اٹھی:

يَآأَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّیْ أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيْمٌ ○ إِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَ إِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○---[النمل:۲۹-۳۰]

''اے درباری سردارو! میرے پاس ایک مکتوب مکرم ڈالا گیا ہے، یہ سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور اس کے مضمون میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے''---

پیش نظر اقتباس کا مقصد بالکل واضح ہے کہ مکتوبات عالیہ کو انبیاء کرام علیہم السلام، خصوصاً حضرت سلیمان علیہ السلام نے ذریعہ تبلیغ بنایا اور آپ کا یہ معجز نما مکتوب گرامی، عظیم ثمرات کا مظہر ثابت ہوا۔ ملکہ سبا مع اپنی قوم و رعایا کے مشرف بہ اسلام ہوئی۔

یوں ہی سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، معلم کتاب و حکمت جناب احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہان وقت کو اپنے مکتوبات طیبات سے دعوت اسلام دی، جس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی سنت کو اپنایا اور بذریعہ خطوط،

احکام وفرامین، عالمین کی رہنمائی فرماتے رہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دریائے نیل کے نام مکتوب کرامت تو شہرت کی بلندیوں کو چھورہا ہے، جس کی برکت سے دریائے نیل خشک ہونے کی بیماری سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صحت مند ہو گیا، کہتے ہیں آج وہی دریا بحرِ نیل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، جس میں بحری جہاز چکر لگاتے رہتے ہیں۔

گویا مکتوبات کی اثر پذیری کا یہ عالم ہے کہ ذوالعقول ہی نہیں غیر ذوالعقول بھی سرِ تسلیم خم کرنے میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ائمہ کرام، محدثین عظام، اولیاء وعلمائے اسلام نے تبلیغ دین متین کے لیے مکتوبات کو بہترین وسیلہ سمجھتے ہوئے قوم وملت کی قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ دراصل تمام تصانیف وتالیفات من وجہ مکتوبات ہی سے عبارت ہیں۔ کتب فتاویٰ تو تمام تر مکتوبات پر مبنی ہیں، تاہم اصطلاح معروفہ میں خطوط ہی کو مکتوبات سے موسوم کیا گیا ہے۔ ڈاک کا نظام بھی اسلام ہی کا مرہون منت ہے، جس کی بنیاد حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رکھی، جو سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی ماخوذ ہے۔

برصغیر پاک وہند میں مکتوبات مجدد الف ثانی اور مکتوبات شیخ عبدالحق محقق دہلوی کو عدیم المثال مقبولیت حاصل ہے، مکتوبات صدی درصدی کا بھی اپنا مقام ہے، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات بھی اہل محبت کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہیں۔

چودھویں صدی ہجری کے شہرۂ آفاق مجدد مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا بھی ایک مجموعہ پایا جاتا ہے، اگر صرف اسی موضوع پر مشتمل کتب کے نام ہی درج کیے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو، مگر ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ایسی بلند مرتبت علمی وروحانی شخصیت کے مکاتیب گرامی کا تذکرہ مقصود ہے، جن کا نام نامی اسم گرامی بین الاقوامی سطح پر جہانِ فتاویٰ میں اظہر من الشمس ہے، جو دنیائے فقاہت میں فقیہ اعظم، استاذ العلماء والمحدثین، حضرت مولانا علامہ ابوالخیر

محمد نور اللہ نعیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے امتیازی اوصاف سے شہرت تامہ رکھتے ہیں۔ آپ کی ذات کریم، مجسمہ علوم وفنون تھی--- فقہ، حدیث، تفسیر آپ پر نازاں تھے--- علوم عقلیہ ونقلیہ کا حسین پیکر، جو عاشقان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں درجہ امامت پر فائز تھے--- حقیقۃً آپ سراپا عشق تھے، اس سلسلہ میں اپنی مثال آپ تھے--- یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والوں کے لیے درس محبت اور معدن عشق تھے--- خصوصاً مدینہ طیبہ کا عشق آپ کے رگ وریشے میں گھر کر چکا تھا--- مدینہ طیبہ کا نام زبان مبارکہ پر آتے ہی، رقت طاری ہو جاتی اور وارفتگی کے عالم میں پکار اٹھتے:

نہ مرنا یاد آتا ہے نہ جینا یاد آتا ہے
محمد یاد آتے ہیں مدینہ یاد آتا ہے

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر مدینہ طیبہ کی یاد میں ایسی ایسی کیفیات گزرتیں کہ دیکھنے والے ان کیفیات کو بیان کرنے سے قاصر اور لکھنے سے عاجز ہوا کرتے ہیں۔ محبت وعشق کی تصویر کشی ممکن نہیں، لہٰذا انہیں کے قلم سے عشق ومحبت کے جو چشمے ابلے اور فوارے پھوٹے، وہ مکتوبات مدینہ کی صورت میں ملاحظہ کیجیے، جن کا منصۂ ظہور میں آنا نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، جنہیں آپ کے فرزند ارجمند جانشین فقیہ اعظم، قاسم عشق ومحبت حضرت علامہ الحاج پیر مفتی محمد محبّ اللہ صاحب نوری زید انوارہم نے بڑی عرق ریزی اور خلوص سے مرتب فرما کر تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب موصوف کی مساعی جمیلہ پر انھیں خراج تحسین وہدیہ تبریک پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ان گراں قدر مکتوبات مدینہ کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے عام روش سے ہٹ کر مرتب فرمایا ہے۔ ممکن ہے آپ کے سامنے ''کُلُّ جَدِیدٍ لَذِیذٌ'' کا مقولہ ہو، تاہم مدینہ عالیہ کی لذت ایسے مقولہ کی محتاج نہیں۔ مدینہ منورہ کی حاضری کا سرور قدیم وجدید مقولوں سے ماوریٰ ہے۔ اور پھر حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے جو سراپا عشق ومحبت

سے تیار ہوا ہو، ان مکتوبات کا منصۂ شہود پر آنا کوئی معمولی بات نہیں۔ خیال رہے کہ ''مکتوباتِ مدینہ'' ایسی نوری ترتیب بایں وجہ بھی انوکھی اور نرالی ہے کہ آج تک یک جا اتنے کثیر خطوط جو مدینہ عالیہ سے کسی شخصیت نے لکھے ہوں، میری نظر سے نہیں گزرے۔ یہ عظیم شرف صرف اور صرف حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا حصہ تھا، جسے حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے نہایت عمدگی سے سجا کر عاشقانِ حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ارمغانِ محبت کے طور پر عطا فرمائے ہیں۔

قارئین کرام! فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاہکار مکتوبات سے استفادہ واستفاضہ سے پہلے اس تاریخی خط سے حظ وافر اٹھایئے، جسے سب سے پہلے ایک نادیدہ عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غائبانہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے صدیوں پہلے آپ کی خدمت میں مدینہ پاک سے ہی تحریر فرمایا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس گرامی نامہ کو فقیہ اعظم کے پوتے حضرت علامہ الحاج مفتی صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری زید مجدہ کی گراں قدر تصنیف لطیف ''اویس قرنی کے دیس میں'' میں محبّ گرامی حضرت علامہ الحاج صاحبزادہ پیر محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ نے اپنے ''حرفِ محبت'' میں یوں رقم فرمایا:

> ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے سیکڑوں برس پہلے آپ کی محبت کے اسیر ''تبع اوّل حمیری'' کا تعلق بھی یمن سے تھا، جنہوں نے کتب سماویہ کے علماء سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر سن کر شہر محبت نگر مدینہ منورہ کی بنیاد رکھی اور چار سو علماء کے لیے رہائش گاہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو منزلہ مکان تعمیر کرایا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام عریضہ تحریر کیا، جو نسل در نسل اہل مدینہ کے ہاں محفوظ رہا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف آور ہوئے، تب یہ خط حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آپ نے وہ خط اپنے غلام ابولیلیٰ کو دے کر مکہ مکرمہ بھجوایا اور

ساتھ ہی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت پیش کی، حضور ﷺ نے پہلے سے کسی تعارف کے بغیر خود ہی فرمایا "تم ابو لیلیٰ ہو" اور تبع حمیری کا خط لے کر آئے ہو۔ اس پر ابو لیلیٰ ششدر رہ گئے، خط پڑھ کر حضور ﷺ نے اظہار مسرت فرمایا"---

[اویس قرنی کے دیس میں، صفحہ ۱۵]

استاذ المکرّم، استاذ العلماء، سلطان العرفاء فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا زندگی بھر معمول رہا، جب بھی کسی صاحب کا خط آتا تو فوراً جواب عطا فرماتے۔ آپ کا مستحبات پر بھی عمل فرائض وسنت کی طرح تھا، خطوط کے جوابات کے معاملہ میں آپ کی نگاہ سے حدیث شریف گزر چکی تھی:

روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انه کان یری جواب الکتاب واجبا کما یری رد السلام ---

[بستان ابولیث سمرقندی، صفحہ ۲۴۲، مطبوعہ فاروقی دہلی]

"مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خط کا جواب واجب جانتے تھے، ایسے ہی جیسے السلام علیکم کا جواب"---

نحوها ینبغی ان یرد بالجواب لان الکتابة من الغائب کالسلام من الحاضر ---[حوالہ مذکور]

"غائبانہ تحریری سلام بھیجنے والے کو بھی اسی طرح جواب دینا چاہیے، جیسے بالمشافہہ سلام کا جواب ضروری ہے"---

ایسے امور حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ بصیرت و بصارت اور فراست کے سامنے آئینہ کی طرح تھے، چنانچہ مکتوبات کے جوابات میں آپ کا اس پر خوب عمل رہا۔ جب بصیر پور شریف آنے والے خطوط کے جواب فوراً لکھتے لکھواتے، تو مدینہ عالیہ

پہنچنے والے خطوط سے اپنے عزیزوں، تلامذہ، محبین کو کیسے محروم رکھتے۔

۱۹۷۲ء کی حاضریٔ مدینہ منورہ کے دوران ایک دن حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا کہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری، آپ پر بڑے مہربان ہیں، ان کی خدمت میں جا کر میری ڈاک لے آؤ۔ چنانچہ میں گیا، حضرت مولانا اپنی مسند پر تشریف نہیں رکھتے تھے، ایک مجذوب صفت انسان وہاں بیٹھے ہوئے تھے، وہ زبان سے کوئی بات نہیں کرتے تھے، میں نے حضرت کے مسند سے ڈاک نکالی اور چیک کر کے فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط لے آیا اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیے، تو آپ نے معاً دریافت فرمایا، کیا مولانا مسند پر موجود تھے؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا، جاؤ خطوط وہیں چھوڑ آؤ، بلا اجازت کیوں لائے، میں نہیں پڑھتا۔ عجیب بات تھی، میری حیرانگی کی حد نہ رہی، میں نے عرض کیا، حضور! یہ آپ کے خطوط ہیں، آخر آپ ہی ملاحظہ فرمائیں گے، میں لے آیا ہوں، واپس جا کر بھی انہیں لانا ہے۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ایک شرط پر پڑھتا ہوں کہ تمہیں قطب مدینہ کے ہاں جا کر اس غلطی کا اقرار کر کے معافی طلب کرنا ہوگی، اگر منظور ہے تو درست، ورنہ یہ خطوط ان کے ہاں لے جاؤ اور پھر بھی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی طلب کرو، یہ میرا حکم ہے۔

فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خطوط پڑھے، نماز عصر کے بعد میری حاضری قطب مدینہ کے حضور ہوئی اور اس عجیب وغریب واقعہ کو سنایا، معافی طلب کی۔ آپ نے فرمایا:

"بھئی! کیا ہوا، اس میں کون سی غلطی ہے، آپ نے اچھا کیا، وقت پر خط پہنچائے مگر دیکھیے، تمہارے استاذ حضرت فقیہ اعظم کتنے بڑے متقی ہیں، جہاں معمولی سی مشتبہ بات دیکھی، اپنا ردعمل ظاہر فرمایا"---

[ضیائے مدینہ، صفحہ ۸۵، مطبوعہ لاہور]

شہزادۂ فقیہ اعظم اہل علم وقلم کی نظر میں •

کسی بھی بلند مرتبت شخصیت کی محبوبیت ومقبولیت حقیقۃً عطیۂ الٰہی ہوتا ہے، بلکہ مراتب ومناصب کی رفعت وعظمت بھی اسی ذات خداوندی کی عنایت سے ہی عبارت ہے--- علمی، ادبی، تاریخی، دینی وروحانی سطح پر دیکھا جائے تو فی زمانہ بکثرت شخصیات میں شہزادۂ فقیہ اعظم حضرت علامہ الحاج مفتی پیر محمد محبّ اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ منفرد وممتاز دکھائی دیتے ہیں، جو ہر شعبہ علم میں یدطولیٰ رکھتے ہیں، نیز ادب بھی آپ پر نازاں ہے--- عشق مصطفیٰ اور محبت مدینہ منورہ سے بھرپور زیرنظر تصنیف بھی آپ کے علمی، تحقیقی، ادبی اور روحانی ذوق کی آئینہ دار ہے---

کتاب کا مطالعہ کریں اور عشق مصطفیٰ اور محبت مدینہ سے اپنے من کو آباد کیجیے--- مولا تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ ﷺ اسے شرف قبولیت سے نوازے--- آمین

(مولانا) محمد منشاء تابش قصوری، مرید کے

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۶ رستمبر، یوم دفاع پاکستان ۲۰۱۵ء

● ......اس عنوان کے تحت علامہ تابش قصوری صاحب کا مقالہ اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ کریں---

انوار حیاتِ فقیہ اعظم

مجمع علم وعرفاں، شیخ الحدیث والتفسیر، حجۃ الاسلام حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قدس سرہ العزیز بلاشبہہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول اور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں، جن کا دوام جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکا ہے--- آپ نسباً ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے--- آپ کے آباء واجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحبِ دل بزرگ تھے--- آپ کی ولادت باسعادت ۱۶/رجب المرجب ۱۳۳۲ھ، بمطابق ۱۰/جون ۱۹۱۴ء کو ہوئی--- ولادت سے قبل آپ کے بزرگوں کو دین مصطفوی کی شمع فروزاں کرنے والی عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ خواب اور بذریعہ مختلف اولیاء کرام مل چکی تھیں---

تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد زبدۃ الاصفیاء مولانا ابو النور محمد صدیق چشتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) سے حاصل کرنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاول نگری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، پھر متحدہ ہندوستان کے مختلف مدارس کا رخ کیا اور خداداد صلاحیت، ذاتی لگن اور محنت کی بنا پر علم کے کوہ ہمالہ بن گئے---

علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء میں مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا---

حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ دورۂ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

''اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو''---

دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۶ رشعبان ۱۳۵۲ھ، بمطابق ۲۳ رنومبر ۱۹۳۳ء کو سند و دستار فضیلت عطا کی گئی--- اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ''ابو الخیر'' کنیت عطا فرمائی--- بعد میں مفتیٔ اعظم مولانا ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ زماں، محدث دوراں، فقیہ العصر، فقیہ النفس (مجسمۂ فقاہت)، مفتیٔ اعظم اور فقیہ اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا--- ان گوناں گوں اور متنوع القاب میں سے ''فقیہ اعظم'' کا لقب زبان زد خاص و عام ہے--- اب فقیہ اعظم کہا جائے تو اہل علم اس سے آپ ہی کی

ذات گرامی مراد لیتے ہیں---

حضرت فقیہ اعظم نوّراللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت وذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں ذاتی مطالعہ سے کم وبیش پچاس علوم وفنون میں وہ مہارت حاصل کی کہ باید وشاید--- آپ کے اساتذہ بھی آپ کی علمی استعداد اور صلاحیت وقابلیت کے معترف تھے---

درس وتدریس

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا---مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی---آپ کی قابلیت اور پُرتاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا، جملہ علوم وفنونِ درسِ نظامیہ کی تدریس کا کام تنہا انجام دیتے رہے--- کسی بھی فن کا درس ہوتا، طلبہ کے قلوب واذہان میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے--- اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء میں بخاری شریف سے دورۂ حدیث کا آغاز فرمایا--- یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دورۂ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک درس تھے---

یہاں کا جاگیردارانہ ماحول اور ذرائع رسل ورسائل کا فقدان اس مادر علمی کے پنپنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا دکھائی دیا تو ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں اسی تحصیل کے ایک اور مقام بصیر پور میں منتقل ہوگئے--- اگرچہ یہ پس ماندہ علاقہ بھی کسی علمی ادارے کے لیے موزوں نہ تھا، مگر خلوص وللّٰہیت اور مقصد سے لگن کا ثمر تھا کہ یہ چھوٹا سا مدرسہ بڑھا، پروان چڑھا اور وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود کئی بلاکوں پر مشتمل عظیم الشان

یونی ورسٹی میں بدل گیا---اس دارالعلوم کی عظمت کے آگے اہل علم وفضل کی گردنیں خم ہیں اوراحیاءدین کے ابواب اس مدرسے کے ذکر کے بغیر نامکمل دکھائی دیتے ہیں--- حضرت فقیہ اعظم کے وصال کے بعد بھی بفضلہٖ تعالیٰ دارالعلوم شاہراہ ترقی پر گامزن ہے---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن وحدیث اور دیگرعلوم وفنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی---تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا، چنانچہ جب حرمین شریفین کی حاضری سے بہرہ یاب ہوتے تو وہاں بھی قرآن اور حدیث کا درس جاری رکھتے، اسی وجہ سے آپ محدثِ عرب وعجم کے لقب سے بھی مشہور تھے---جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی درس وتدریس کا کام رہا---آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخرعمر تک جاری رکھا---آپ سے فیض یافتگان جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ملکی اور عالمی سطح پر تحریری، تقریری، علمی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں---

بیعت وخلافت

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے---حضرت صدرالافاضل نے آپ کو اپنے سلاسل حدیث کی اسناد، مختلف اشغال واعمال اوراوراد و وظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت وخلافت سے نوازا---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شخصیت اس قدر پُرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لیے دامِ عقیدت ومحبت میں گرفتار ہو جاتا---

آپ سے متاثر ہو کر کئی بد مذہب اپنی بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے --- بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں ---

تفقہ فی الدین

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم و فضل، تقویٰ و طہارت، تنظیم و سیاست اور ہمت و استقامت میں یکتائے روزگار تھے --- یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروّج علومِ دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو ''فقیہ اعظم'' تسلیم کیا ---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، آپ کی ذات مرجع خلائق تھی، ملک و بیرون ملک کے لوگ استفتاءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے --- ایک فقیہ اور مفتی کے لیے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے، وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں ---

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی، وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال، صلابت رائے، جدت فکر اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے --- آپ کے فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں، جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے ---

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی، جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لیے کیا ---

عام طور پر عوام الناس مفتیان کرام سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں مگر حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے، جو بجائے خود محقق، مفتی، مدرس، دانش ور یا جید عالم دین تھے---

آپ کے ہم عصر اکابر علمائے کرام آپ کی اجتہادی بصیرت اور تبحر علمی کے قائل تھے، جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو علماء آپ کی طرف رجوع کرتے---

صاحبِ بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۰ء)، حضرت مولانا سید حسین الدین، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ راول پنڈی اور دیگر علمائے کرام نے ۱۹۷۶ء میں حج کے موقع پر عرفات میں آپ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں--- راقم الحروف اس واقعہ کا عینی شاہد ہے--- مزید تفصیل زیر نظر کتاب ''حضرت فقیہ اعظم کے مکتوبات مدینہ'' میں ۱۹۷۶ء کے سفر حج میں درج ہے---

جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری جج وفاقی شرعی عدالت آپ کی اجتہادی بصیرت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

''حضرت کا علم وحلم، ورع وتقویٰ، فقاہت واجتہاد مسلمہ امور ہیں، لیکن جس امر نے مجھے فکری اعتبار سے ہمیشہ ان کے قریب رکھا ہے وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا ہے''---

[مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء]

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی--- آپ کا علمی تبحر، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار

اور عمر بھر خدمت دین کی پُرخلوص جدوجہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں جن میں عہد حاضر میں شاید ہی کوئی ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہو---

آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تا ابد ان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکانِ راہ محبت کے لیے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی---

جب کبھی ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے، تو ذہن کو اطمینان اور دل کو جلا نصیب ہوتی ہے--- پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہستی جو عمر بھر ہنگامہ ہائے روزگار سے دامن کش رہی، اس نے کس طرح جدید تقاضوں کا صحیح ادراک کیا اور ان کی روشنی میں اپنی فقیہانہ، دور رس بصیرت سے جدید مسائل کے ایسے حل پیش کیے، جنہوں نے جدید وقدیم دونوں طبقات کو مطمئن کر دیا اور ہر ایک کے لوح قلب پر فقہ اسلامی کی برتری کا ایسا نقش ثبت کیا کہ جس کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرتی رہے گی'' ---

[مکتوب بنام احقر، مطبوعہ نور الحبیب، نومبر ۱۹۹۸ء]

شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اعلم العلماء، افضل الفضلاء، افقہ الفقہاء، رئیس الاصفیاء، شیخ المشائخ اور اصحاب ترجیح میں سے مجتہدانہ بصیرت کا حامل فقیہ قرار دیا---

[خطاب مورخہ ۱۹ رمئی ۱۹۸۳ء، بمقام دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف]

انہی اوصاف کے پیش نظر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''مجدد وقت'' کا خطاب دیا، شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''آیت من آیات اللہ'' کہا اور شہباز خطابت صاحب زادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (آلو مہار شریف) نے آپ کو ''دور حاضر کا امام ابو حنیفہ'' قرار دیا---

عشقِ مصطفیٰ

حضرت فقیہ اعظم فنا فی الرسول اور فنا فی حب المدینہ تھے--- آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک ﷺ کے جمال جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں--- زیر نظر کتاب ''حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ'' میں ان مقدس اسفار میں سرزمین حرمین شریفین سے لکھے گئے مکاتیب کے اقتباسات دیے گئے ہیں، جن سے سرکار ابد قرار ﷺ کی ذات بابرکات سے آپ کے عشق و محبت اور مدینۃ النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے قلبی لگاؤ کا پتا چلتا ہے---

۱۹۶۰ء میں پہلی بار آپ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے، پھر مسلسل کرم ہوتا رہا--- ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ بیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری سے شرف یاب ہوئے---

۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء میں حاضریٔ مدینہ منورہ کے لیے عراق اور شام کا راستہ اختیار فرمایا--- بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف، بصرہ، کوفہ، دمشق اور حلب وغیرہ شہروں میں متعدد انبیاء کرام، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری دی---

سیاسی وملی خدمات

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز جامع الصفات شخصیت تھے--- وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی--- نعت گوشاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق بھی--- ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی--- ان گونا گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جواد مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا--- اگر چہ آپ معروف معنوں میں سیاسی آدمی تو ہرگز نہ تھے، مگر ملک وملت کی زبوں حالی کی وجہ سے دل ناتواں پر بوجھ رہتا اور کڑی دھوپ کے وقت افراد ملت کے لیے بادل بن کر سایہ کناں ہوتے--- چناں چہ تدریسی انہماک کے باوجود تحریک پاکستان میں اپنے شیخ کامل کی راہوں کے راہی بنے--- آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰ /اپریل ۱۹۴۶ء) میں شرکت سے لے کر تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے تک بہت نمایاں کردار ادا کیا--- تقاریر کے ذریعے قیام پاکستان کے لیے راہ ہموار کی، مخالفین پاکستان کی یورش اور نظریاتی یلغار کو دلائل و براہین سے ختم کیا اور تحریک پاکستان کو قوت بہم پہنچائی---

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھر پور حصہ لیا اور علماء وعوام کے شانہ بشانہ قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا--- آپ کو ایک سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے--- ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں عملی طور پر بھر پور حصہ لیا اور قائدانہ کردار ادا کیا---

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے--- آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے اور جمعیت کی مجلس عاملہ وشوریٰ کے رکن بھی رہے---

اتباع شریعت

حضرت فقیہ اعظم نوراللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی--- ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی--- عبادت وریاضت اور تقویٰ وطہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے--- فرائض وواجبات کے علاوہ سنن ونوافل کا وہ اہتمام کہ باید وشاید--- بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی، جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی--- مریدین ومعتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے--- چنانچہ اپنے ایک مرید مولانا مسعود احمد نوری بن مولانا زید احمد نوری کے نام تحریر فرمایا:

''نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک ومحبت سے رہا کریں، تہجد قضا نہ کیا کریں'' --- [محررہ ۴/جنوری ۱۹۷۲ء]

آپ نے عمر بھر شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا، جس کی جھلک جابجا آپ کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی ہے--- اپنے ایک فرزند نسبتی مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن کوثر کے نام ایک مکتوب میں یہ نصیحت فرمائی:

''اپنے اوقات عزیزہ پڑھنے اور پڑھانے میں پورے کریں اور استقامت علی الشریعۃ کا خاص خیال رہے کہ اصل وہی ہے اور اسی میں مدارجِ عالیہ مضمر ہیں--- خاقانی نے کیا خوب کہا ہے:

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

حکیم سنائی نے بھی خوب سنائی ہے:

غمِ دین خور کہ غم غمِ دین است
ہمہ غم ہا فروتر از این است''

[محررہ ۶ ؍ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ]

اسی طرح حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری، حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری اور مولانا ابوالحقائق محمد رمضان نوری رحمۃ اللہ علیہم کے نام تحریر فرمایا:

''شریعت غرّاء پر عمل پوری کوشش سے کرتے رہیں--- ہر قسم کی خیانت سے پوری پرہیز رہے، خلوص واخلاص واتفاق سے وقت بسر کریں، یہ دنیا لعب ولہو ہی تو ہے'' --- [محررہ مدینہ منورہ، ۲۷ ؍ مئی ۱۹۶۰ء]

اتباع شریعت اور درستئ معاملات کی تاکید پر مبنی آپ کے ارشادات زیر نظر ''حضرت فقیہ اعظم کے مکتوبات مدینہ'' میں جا بجا دیکھے جا سکتے ہیں---

اخلاق و کردار

حضرت فقیہ اعظم اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل تھے--- ان کے قول و فعل میں کامل ہم آہنگی تھی--- آپ باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے--- آپ بچوں پر رحمت، طلبہ پر شفقت اور بزرگوں سے مودّت فرمایا کرتے تھے--- آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی:

آسائشِ دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں مروّت ، با دشمناں مدارا

اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہر اتم تھے--- شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرأت و استقلال، ہمدردی، خیر خواہی،

حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکسار، خشیت الٰہیہ اور پرہیزگاری کا مرقع تھی--- استغناء و توکل کا یہ عالم کہ کبھی کسی امیر یا وزیر کے دروازے پر نہ گئے--- ہمیشہ جلبِ زر اور طلب دنیا سے پہلو تہی کی--- آپ فرقہ ورانہ تعصب کے سخت خلاف تھے، تقریر و تحریر کے ذریعے بدامنی اور فساد فی الارض کے رویوں سے سخت نفرت تھی--- آپ سلف صالحین کی کامل تصویر تھے---

آپ کی زندگی کی خصوصیات میں اہم بات یہ ہے کہ آپ سادہ منش، کم گو، دل کے کھرے اور شہرت و ذاتی نمائش سے بے نیاز تھے--- شہری زندگی کے ہمھوں اور ظاہریت کے رکھ رکھاؤ سے دور، فطری اور صاف ستھرے ماحول میں رہ کر دین متین کی بے لوث خدمت کرتے ہوئے زندگی بسر کر ڈالی--- درس و تدریس، فتویٰ نویسی، خطابت و امامت اور بہت بڑے ادارے کے جملہ انتظامی امور کی نگہداشت کے عوض تنخواہ یا اجرت لینے کے روادار نہ ہوئے بلکہ جملہ دینی خدمات محض رضائے الٰہی کی خاطر مفت سرانجام دیتے رہے---

وصال

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۱۵/اپریل ۱۹۸۳ء، بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے وصال فرمایا--- وصال مبارک کی خبر قیامت اثر کو ٹیلی ویژن اور ریڈیو نے دو مرتبہ نشر کیا--- اخبارات نے صفحۂ اوّل پر یہ جان کاہ خبر شائع کی--- ہر طرف صف ماتم بچھ گئی---

مولانا محمد منشاء تابش قصوری لکھتے ہیں:

"جنازہ میں کم و بیش چالیس ہزار نامور علماء و مشائخ عظام اور اصفیاء و حفاظ کرام شریک تھے--- ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا

قطعاً مشکل نہیں''---

[ترجمان اویس، مرید کے، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ]

آپ کا چہرۂ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی--- روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی ۱۸/اپریل ۱۹۸۳ء کی رپورٹ میں تحریر کیا:

''مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا''---

اگلے دن (۱۶/اپریل) غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی---

روزنامہ جنگ لاہور (۱۸/اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا--- تاہم محتاط اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی---

متعدد اہل علم نے تاریخ وصال کا استخراج کیا، شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نوّر اللہ مرقدہ کے برادر گرامی حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے قطعہ تاریخ کہا:

آں ابو الخیر زبدۂ اخیار   بود اندر علوم کوہِ وقار

تاج دارِ ولایتِ عرفاں   در دیارِ علومِ دیں سردار

فخر آں بود چوں کہ ''نور اللہ''

مرقدِ اوست ، ''مظہرِ انوار''

۱۴۰۳ھ

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلائق ہے--- آپ کا سالانہ عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان وشوکت سے بصیر پور میں منعقد ہوتا ہے، جس میں ممتاز علماء ومشائخ رونق افروز ہوتے ہیں---

1

اولاد امجاد

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے ہاں پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تولد ہوئیں---صاحبزادگان کے نام یہ ہیں:

۱ مولانا الحاج محمد ظہور اللہ نوری (وفات ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء)

۲ مولانا الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری (وفات ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء)

۳ صاحبزادہ محمد عبداللہ

۴ صاحبزادہ محمد اسد اللہ (یہ دونوں صاحبزادے کم سنی میں وفات پا گئے)

۵ راقم الحروف (صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

تصانیف

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز، صاحب تصنیف عالم دین تھے---تدریسی وانتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے فقہ اسلامی کے دائرۃ المعارف چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل فتاویٰ نوریہ کے علاوہ کم وبیش اٹھائیس تصانیف یادگار چھوڑی ہیں---

اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض وبرکات کو تا قیامت پائندہ وتابندہ رکھے، آپ کی فقہی بصیرت اور والہانہ عشق رسول اور محبت مدینہ منورہ سے ہم حرماں نصیبوں کو حظ وافر عطا فرمائے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلّی اللّٰہ وسلم علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

حضرت فقیہ اعظم
کے
مکتوبات مدینہ

حضرت فقیہ اعظم اور ذکر مدینہ

نہ مرنا یاد آتا ہے نہ جینا یاد آتا ہے
محمد یاد آتے ہیں مدینہ یاد آتا ہے

////

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

و الصّلوٰۃ و السّلام علیٰ رسولہِ الکریم

حضور پرنور ﷺ کی ذات بابرکات، دین کا مرکز ومحور اور آپ کی محبت اساسِ ایمان ہے--- بغیر اس کے ایمان کا کوئی تصور نہیں--- حضور ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کے اہل بیت، اصحاب، ذرّیت، آپ کے شہر اور آپ کی ہر ہر نسبت سے محبت رکھی جائے--- یہی وجہ ہے کہ اہل محبت مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے شدید محبت کرتے ہیں--- کہ مدینہ منورہ صرف آپ کا شہر ہی نہیں بلکہ وہ محبوب شہر ہے جس کے در و دیوار دیکھتے ہی آپ سواری تیز کر دیتے--- جس کے لیے آپ نے برکت کی خصوصی دعائیں فرمائیں اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ---[۱]

''الٰہی! مدینہ ہمارا محبوب بنادے مکہ کی طرح، بلکہ مکہ سے بھی کئی گنا زیادہ مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے''---

یہی وجہ ہے کہ عشاق، مدینہ منورہ سے شدید محبت کرتے ہیں، بلکہ حرمین شریفین کا سفر ہوتو مدینہ منورہ ہی کا نام لیتے ہیں اور امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں یوں گویا ہوتے ہیں:

کعبہ کا نام تک نہ لیا ، طیبہ ہی کہا
پوچھا کسی نے ہم سے جو نہضت کدھر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

مدینہ--- وہ سرزمین محبت، جہاں آپ کی مسجد، آپ کا مسکن، آپ کی تربت اطہر اور رَوْضَةٌ مِّن رِّيَاضِ الْجَنَّةِ ہے---اور جہاں آپ کا قبۂ اخضر ہے، قبر انور ہے، وہ جگہ بلاشبہہ کعبۃ اللہ، بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل واعلیٰ اور بلند و بالا ہے---
بقول عزت بخاری:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اب اہل محبت کی پہچان ہی ذکر مدینہ سے ہے--- اسی قافلۂ عشق و محبت کے سرخیل حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز ہیں، جن کی حیات مبارکہ کا امتیازی وصف عشقِ مصطفیٰ تھا--- آپ بلاشبہہ فنا فی الرسول اور فنا فی حب المدینہ تھے--- کبھی تلامذہ میں سے کسی خوش آواز سے نعت سنتے تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی---

حضرت فقیہ اعظم کی پسندیدہ نعتیں

آپ مولانا جامی [۲]، مولانا کفایت علی کافی [۳]، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی [۴]، مولانا حسن رضا خاں [۵] اور حضرت صدرالافاضل [٦] علیہم الرحمۃ ایسے اربابِ علم و فضل کا کلام پسند فرماتے ---اکثر آپ کی محافل میں یہ کلام پڑھے جاتے:

نسیما جانبِ بطحا گزر کن　　زِ احوالم محمد ﷺ را خبر کن
مشرف گرچہ شد جامی زِ لطفش　　خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

زِ مہجوری برآمد جانِ عالم　　ترحم یا نبی اللہ ترحم
بروں آور سر از بردِ یمانی　　کہ روئے تست صبح زندگانی

[مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ]

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، اب کعبے کا کعبہ دیکھو
غور سے سن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے! یہ جا چشم و سر کی ہے
معراج کا سماں ہے، کہاں پہنچے زائرو!
کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک گھر کی ہے
آ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضاؔ
مشتاق طبع لذتِ سوزِ جگر کی ہے

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں، کوچے بسا دیے ہیں
آنے دو یا ڈبو دو، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی، لنگر اٹھا دیے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں، دُرّ بے بہا دیے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ ﷺ نے دریا بہا دیے ہیں

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں ، فقیروں کے ٹھہرانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

اٹھا دو پردہ ، دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے
کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے
کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضاؔ سے حساب لینا، رضاؔ بھی کوئی حساب میں ہے
[اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ]

مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنتے تو کیف و سرشاری کی عجیب حالت ہوتی:
عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ
مری خاک یا رب نہ برباد جائے پس مرگ کر دے غبارِ مدینہ
رہیں ان کے جلوے، بسیں ان کے جلوے مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

سیرِ گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

سرگزشتِ غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہوئے
کس کے در پر جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر
مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسنؔ
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

مرادیں مل رہی ہیں شاد شاد ان کا سوالی ہے
لبوں پر التجا ہے ہاتھ میں روضے کی جالی ہے
تری صورت، تری سیرت، زمانے سے نرالی ہے
تری ہر ہر ادا پیارے، دلیلِ بے مثالی ہے
فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینہ پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو
گر وقت اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہوں قضا، ایک ہی سجدہ میں ادا ہو
آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

[مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ]

اے بہارِ زندگی بخش مدینہ مرحبا
اے فضائے جاں فزائے باغِ طیبہ مرحبا
یہ نعیم الدین اور طیبہ کے جلوے یا عجب!
مرحبا فضل و عطائے شاہِ طیبہ مرحبا

اجڑے ہوئے دیار کو عرشِ بریں بنائیں تو
ان پہ فدا ہے دل مرا ناز سے دل میں آئیں تو
چہرۂ پاک سے نقاب آپ ذرا اٹھائیں تو
حسنِ خدا نما کی شان، شانِ خدا دکھائیں تو
دل کی مراد ان کی دید، دید ہے ان کی دل کی عید
عید نہیں ہے کچھ بعید، لطف سے گر بلائیں تو
کرنے کو جان و دل فدا، روضۂ پاک پر شہا
پہنچے نعیم بے نوا آپ اگر بلائیں تو

[صدر الا فاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ]

آ پہنتم جیندی مکے اینہی شہر مبارک بکے
ونج ڈھم مدینہ عالی جتھ کون و مکان دا والی
ہے دھرتی عیبوں خالی پیا نور رسالت چھکے

[حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ [۷]]

ایک اور پنجابی کلام سنتے تو ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے:

بیڑا محمد ﷺ والا لیندا پیا تاریاں جس نے مدینے جانا کرلو تیاریاں

ایک بار حافظ محمد طاہر بجلی[۸] نے سالانہ اجلاس میں اپنے مخصوص انداز میں جب یہ پڑھا:

میں تڑپاں دور مدینے توں، میری زندگی دا کوئی حال نئیں

میری مشکل نوں حل کر دینا، تیرے واسطے کوئی محال نئیں

تو حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حالت دیدنی تھی---تب اسٹیج پر اکابر علماء ومشائخ تشریف فرما تھے، ہر طرف سے آہوں، سسکیوں کی آواز تھی، وہ منظر اب بھی نگاہوں کے سامنے آتا ہے تو ایک قیامت گزر جاتی ہے---آپ کی پسندیدہ نعتیں اور اشعار ایک مستقل موضوع ہے، جس پر پھر کبھی لکھا جائے گا---ان شاء المولیٰ تعالیٰ

حواشی

① صحیح بخاری، فضائل المدینۃ المنورۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۵۳

② ملت اسلامیہ کے عظیم عالم دین، رمز شناس حقیقت و معرفت، ممتاز صوفی، بلند پایہ شاعر حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ، ایران کے قصبہ جام میں ۲۳ ر شعبان ۸۱۷ھ (۷ر نومبر ۱۴۱۴ء) کو پیدا ہوئے اور ۱۸ر محرم الحرام ۸۹۸ھ/ ۹ر نومبر ۱۴۹۲ء کو افغانستان کے علاقہ ہرات میں وصال ہوا--- ۴۵ کے قریب تصانیف ہیں، جن میں الفوائد الضیائیہ المعروف شرح جامی، نفحات الانس، لوائح جامی، یوسف زلیخا، تحفۃ الاحرار، شواھد النبوۃ، شرح فصوص الحکم، کلیات جامی، بہارستان وغیرہ زیادہ مشہور ہیں---

③ مولانا کفایت علی کافیؔ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اردو کے اوّلین اساتذہ شعراء میں ہوتا ہے، سادات خاندان سے تعلق تھا--- پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"شاعری میں مولانا بریلوی، شہید جنگ آزادی مولانا کفایت علی کافی سے بہت متاثر تھے، چنانچہ غلام رسول مہر نے لکھا:

"کافی کی غزلیں بہت پسند کرتے تھے، ان کو سلطانِ نعت کہتے تھے"---

مولانا بریلوی کے دیوان، حدائق بخشش، حصہ سوم میں یہ رباعی ملتی ہے:

مہکا ہے مرے بوئے دہن سے عالم

یاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم

کافیؔ سلطانِ نعت گویاں ہے رضاؔ

اِن شاء اللہ میں وزیر اعظم

[حیات مولانا احمد رضا خاں، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد،

مطبوعہ زاہد بشیر پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ ۳-۱۵۲]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور رباعی میں آپ کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

پرواز میں جب مدحتِ شہ میں آؤں

تا عرشِ بریں فکرِ رسا سے جاؤں

مضمون کی بندش تو میسر ہے

کافیؔ کا دردِ دل کہاں سے لاؤں

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا، اپریل/مئی ۱۸۵۸ء میں ایک غدار کی مخبری پر انگریز حکومت نے گرفتار کرلیا--- پھانسی کا حکم ہوا تو بہت مسرور ہوئے--- یہ غزل پڑھتے ہوئے خراماں خراماں تختہ دار کی طرف چلے گئے:

کوئی گل باقی رہے گا، نَے چمن رہ جائے گا

پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا

بلبلیں اڑ جائیں گی، سونا چمن رہ جائے گا

اطلس و کم خواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو

اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

نام شاہانِ جہاں مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام و نشانِ پنج تن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ ولیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

مولانا کافی کو مرادآباد جیل کے پاس مجمع عام کے سامنے پھانسی دی گئی اور وہیں دفن کیے گئے---تقریباً ۳۵ سال کے بعد سڑک بنانے کے لیے کھدائی کی گئی تو مولانا کی قبر کھل گئی، لوگوں نے دیکھا کہ مولانا کا بدن اور کفن بالکل ٹھیک ہے---مزدور نے انجنیئر کو بتایا، جو انگریز تھا، اس نے احتراماً قبر کو درست کیا اور سڑک کا رخ موڑ دیا---

مولانا موصوف کئی کتابوں کے مصنف تھے، جن میں شمائل ترمذی کا ترجمہ ''بہار خلد''، ''دیوان کافی'' کے علاوہ داستانِ صادق، جذبہ عشق، مثنوی تجمل دربار نبی، حلیہ شریف، مولود بہاریہ وغیرہ شامل ہیں---نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

عرشِ بریں ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خلد سرا بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کفیلِ کار امت ، آپ شفیعِ روزِ قیامت
ہیں بے حد احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مظہرِ رحمت ، مصدرِ رأفت، مخزنِ شفقت ، عینِ عنایت
ذاتِ محمد ، جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
رحمتِ عالم اس کا لقب ہے، خلقتِ عالم کا وہ سبب ہے
ہے کیا عالی شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بہر شفائے درد و مصیبت اور برائے رنج و فلاکت
کافی ہے درمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یا الٰہی !حشر میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو
رحمتِ عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کا ساتھ ہو
یا الٰہی! ہے یہی دن رات میری التجا
روز محشر شافع روزِ جزا کا ساتھ ہو
بعد مرنے کے بھی ہے کافی کی یہ یارب دعا
دفترِ اشعارِ نعتِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

رحمہ اللّٰہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ

[مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی کا مقالہ ''تذکرہ عندلیبان ریاض رسول'' ماہ نامہ شام وسحر لاہور، نعت نمبر، جنوری فروری ۱۹۸۱ء اور ماہ نامہ نور الحبیب، شمارہ العلم، ذیقعد ۱۴۰۸ھ، صفحہ ۲۹ تا ۳۰]

④ مجدد اسلام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے عظیم متبحر عالم دین تھے--- ۱۰ر شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ/ ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے--- زیادہ تر تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، ۵۵ سے زائد علوم وفنون پر مہارت تامہ حاصل تھی، تیرہ سال، دس ماہ پانچ دن کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور فتویٰ نویسی کا کام سنبھالا، ایک ہزار سے زائد تصانیف کیں--- ۳۰ ضخیم جلدوں میں آپ کا فتاویٰ رضویہ آپ کی فقہی بصیرت کا بین ثبوت ہے--- آپ کا ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' اپنی مثال آپ ہے--- ذات رسالت مآب ﷺ اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بے حد عشق تھا، جس پر آپ کی تصانیف اور آپ کا کلام

''حدائق بخشش'' شاہد عادل ہے---

عرب وعجم کے علماء نے آپ کی ذہانت وفطانت اور فضل وکمال کی گواہی دی ہے---

۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ اکتوبر ۱۹۲۱ء، بروز جمعہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے---

نوّر اللہ مرقدہ

⑤ مولانا حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی اور مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے--- آپ ۱۲۷۶ھ، بمطابق ۱۸۰۸ء میں بریلی میں پیدا ہوئے--- ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم اور اپنے برادر بزرگ کے حلقہ فیض میں حاصل کی، اپنی خاندانی روایات کے مطابق شعر وشاعری کا شوق ابتداء ہی سے تھا---سن شعور کو پہنچے تو غزل میں مرزا داغ دہلوی سے اور نعت میں اپنے برادر بزرگ سے مشورہ لیتے رہے---

۱۳۱۹ھ میں ''ثمر فصاحت'' کے تاریخی نام سے اپنا غزلیات کا دیوان شائع کیا، ۱۳۲۶ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، بعد ازاں غزل گوئی ترک کر دی اور نعت گوئی کو توشۂ آخرت بنایا--- ۱۳۲۶ھ میں ''ذوقِ نعت'' کے تاریخی نام سے اپنی نعتوں کا مجموعہ شائع کیا--- اس نعتیہ دیوان کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی، آپ کے کلام کی بڑی خوبی مضمون آفرینی اور حقیقت آرائی ہے--- آپ نے اشعار میں نہایت موزوں ومناسب الفاظ اور برمحل محاورات استعمال کیے ہیں---

۱۳۲۶ھ، بمطابق ۱۹۰۸ء میں ۵۰ سال چھ ماہ کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا---

[ماہ نامہ شام وسحر، لاہور، نعت نمبر، جنوری فروری ۱۹۸۱ء، صفحہ ۴۸]

⑥ مفسر قرآن استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت ۲۱/صفر المظفر ۱۳۰۰/ یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو مرادآباد میں ہوئی--- آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر کے فارسی میں بھی کافی دسترس حاصل کر لی---

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا سید محمد معین الدین نزہت مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ سے حاصل کرنے کے بعد مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں داخل ہوئے--- شیخ الکل مولانا سید محمد گل رحمۃ اللہ علیہ سے علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کر کے صرف بیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے--- برصغیر کے دیگر سلاسل حدیث کے مقابلے میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کے استاذ حضرت شاہ محمد گل رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ حدیث براہ راست حجاز مقدس سے مربوط ہے---

آپ حضرت شاہ محمد گل رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت پائی--- پھر انہی کے ایما پر آفتاب اشرفیت حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے مزید روحانی تربیت لی اور اجازت سے سرفراز ہوئے---

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی علمی قابلیت اور خداداد بصیرت پر بہت اعتماد تھا اور علمی وتبلیغی مہمات میں آپ کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے--- اسی اعتماد کا نتیجہ تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے از خود انہیں خلافت واجازت سے نوازا---

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ مایہ ناز عالم دین، ژرف نگاہ محقق، فقید المثال مفتی، بلند پایہ مصنف، قادر الکلام شاعر، صاحب طرز ادیب، سحر انگیز خطیب اور صاحب بصیرت مفکر وراہ نما تھے--- آپ نے جامعہ نعیمیہ کے نام سے مرادآباد میں دینی ادارہ قائم کیا، جہاں سے ہزاروں تشنگان علم ومعرفت سیراب ہوئے--- آپ کے تلامذہ وخلفاء میں بڑے نامور اور جید علماء کرام کے نام شامل ہیں، مثلاً:

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا سید ابوالبرکات قادری، غازیٔ کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی، حجۃ الاسلام فقیہ اعظم حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی، مفکر اسلام حضرت مفتی محمد حسین نعیمی، ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری (رحمۃ اللہ علیہم)---

حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم مصنف ہونے پر ان کے درجنوں رشحات قلم شاہد عادل ہیں---اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' کے حاشیہ پر آپ کی تفسیر ''خزائن العرفان'' ایک عظیم علمی شاہ کار اور اختصار و جامعیت کی مرقع ہے---آپ کے فتاویٰ ''فتاویٰ صدرالافاضل'' سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ بلند پایہ فقیہ اور مفتی اعظم تھے---وہ نباض وقت اور عظیم مفکر بھی تھے، انہوں نے اہل سنت و جماعت کو الجمعیة العالیة المرکزیة (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے پلیٹ فارم پر جمع کیا اور اسلام دشمن تحریکوں کی سرکوبی کے لیے عظیم ترین خدمات سرانجام دیں---

تحریک پاکستان میں آپ کا کردار سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے---آپ نے اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں تاریخ ساز سنی کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں پانچ ہزار علماء و مشائخ اور دو لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی--- یہ کانفرنس تحریک پاکستان میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے---

حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ اسلام اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے ہمہ تن مصروف رہتے---اس سلسلے میں آپ نے عیسائیوں اور آریوں سے کامیاب مناظرے کیے اور اسلام اور شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراضات کے مسکت جوابات دیے---آپ نے اپنے وصال (۱۸/ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ/۲۲/اکتوبر ۱۹۴۸ء) تک تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھا---

[کتاب العقائد، حرف محبت، صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری، فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور، صفحہ ۲ تا ۴]

⑦ حضرت خواجہ غلام فرید بن خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ ۲۶/ذی القعدہ ۱۲۶۱ء/ ۱۸۴۵ء کو چاچڑاں شریف ضلع خان پور میں پیدا ہوئے---سلسلہ نسب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے---آپ سرائیکی زبان کے ملک الشعراء تھے، کلام میں بلا کا سوز ہے،

آپ کی کافیاں کیف وسرور کا خزینہ اور عشق وعرفان کا سرچشمہ ہیں---۷؍ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء کو آپ کا وصال ہوا، مزار انور کوٹ مٹھن شریف (بہاول پور ڈویژن) میں مرجع خلائق ہے---

[تذکرہ اکابر اہل سنت، علامہ شرف قادری ملاحظہ فرمائیں]

⑧ محبّ رسول تھے، نابینا تھے مگر ہر سال مدینہ منورہ حاضر ہوتے--- اعلیٰ درجہ کے نعت خواں تھے، بہت عمدہ اور منتخب کلام پڑھتے---قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین قادری کے ہاں روزانہ منعقدہ محفل میلاد میں بڑے ذوق سے نعت پڑھتے اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے سالانہ اجلاس و دیگر پروگراموں میں شرکت کرتے--- چیچہ وطنی (ساہیوال) میں مقیم تھے، غالباً ۱۹۹۷ء میں وفات پائی---

3

محبت واشتیاقِ مدینہ

مدینہ جاؤں پھر آؤں، دوبارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

[امیر مینائی]

حضرت سیدی فقیہ اعظم کو سرزمینِ محبت --- مدینہ منورہ --- سے والہانہ محبت تھی، انہیں حاضریٔ مدینہ منورہ کا بے حد اشتیاق تھا، جس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ درس و تدریس، وعظ و تذکیر، پند و نصائح، الغرض کسی بھی موضوع پر گفتگو ہوتی، اس کا رخ بڑے حکیمانہ انداز سے شہرِ محبت کی طرف موڑ لیتے اور سامعین پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی --- بعض اوقات خط لکھتے ہوئے مدینہ منورہ کا ذکر شروع کر دیتے --- اپنے تلمیذ رشید اور مرید و خلیفہ حضرت مولانا ابو الفیض علی محمد نوری[1]، بانی و مہتمم جامعہ فیض العلوم، وہاڑی کے نام، گرامی نامہ لکھا --- سلام و دعا کے بعد قلم کا رخ یادِ محبوب پاک ﷺ کی طرف پھر گیا اور بڑی بے ساختگی کے ساتھ تحریر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو خدمت دین متین اور نشر اوصاف سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم میں اور زیادہ انہماک سے لگائے --- کاش یہ مشت خاک بقیع الغرقد میں حاضری پا سکے ---

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً صَادِقَةً فِي بَلَدِ الْمَحْبُوْبِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْبُوْبِ الْبِلَادِ وَ اِيَّاكَ اِيَّاكَ اِيَّاكَ مَعِيَ ---

یہاں تک تحریر فرمایا تو اچانک خط کی طرف متوجہ ہوئے، تو لکھا:

''ہاں! کہاں پہنچ گئے--- و للّٰہ الحمد و المنۃ''---

[محررہ ۶ ربیع الاوّل شریف ۱۳۹۰ھ]

آپ کے ایک تلمیذ صوفی ابو الوفا [۲] نے خط سے چند مسائل کے بارے میں استفسار کیا تو آپ جواب لکھتے ہوئے سلام و دعا کے بعد یادِ محبوب ﷺ میں یوں کھو گئے کہ پہلے سبز گنبد کا تصور آیا، پھر سرکار ابد قرار ﷺ کی معیت خاصہ اور انعامات خصوصیہ کا ذکر نوکِ قلم پر آ گیا، پھر مدینہ میں موت کی دعا کی اور آخر میں آپ ﷺ کے ہجر و فراق پر اجر و ثواب کا تذکرہ کیا--- بعد ازاں سوالات کے جوابات رقم فرمائے--- اقتباس اگرچہ قدرے طویل ہے، مگر اس میں سرنامہ سے لے کر آخر تک آپ کے قلمِ حقیقت رقم کی روانی و جولانی کا خصوصی رنگ جھلکتا دکھائی دیتا ہے:

صافی الصفا وافی الوفاء مخلصی محبی اخی صوفی ابو الوفاء

وفاہ ما یحبہ و یرضٰہ فی کل غد و مساء

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ---

بعد از دعائے خیریت طرفین آنکہ کل آپ کا محبت نامہ ملا، مظہر حالات ہوا، فالحمد للّٰہ اوّلا و آخرا و ظاھرا و باطنا---مولیٰ تبارک وتعالیٰ آپ کے ظاہر و باطن کے لیے شفاء عاجلہ غیر آجلہ دیرپا عطا فرمائے اور آپ کے والد صاحب کی بصارت ظاہرہ و باطنہ درست و توانا فرمائے اور ہمیں اپنے محبوب طالب و مطلوب ﷺ کے پیارے پیارے سبز روضہ کی زیارت و گدائی سے سرسبز و بانوا بنائے---آمین ثم آمین

اللّٰھم ارزقنا شھادۃ صادقۃ کاملۃ مع الایمان و الایقان والاطمینان فی بلد محبوبك الانور آمین یا ارحم الراحمین---

ہاں وہاں اے ابوالوفا! واللہ ثم واللہ ان کے ابن الوفاؤں کو ان سے معیت معنویہ ضرور بالضرور حاصل ہے، جن کے جلووں سے قبر وحشر ونشر نور ونور ہوجائیں گے، کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا فرمان نہیں سنا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ---[۳]

اگر معیتِ ظاہرہ کسی مجروحِ ہجراں کو نصیب نہ ہو تو ان شاء المولیٰ تعالیٰ رحمتِ محبوب ضرور رنگ لائے گی اور اس ہجرانِ چند روزہ کا ثواب وصال جاودانی عطا فرمائے گا---

حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ○---[۴]

پڑھا کرو---تم ابھی بچے ہو، تمہیں سرکار عرش قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ فرامین وانعامات معلوم نہیں جن سے اپنے مشتاقوں، مجروحوں، مہجوروں کو نوازا ہے، و الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و سلم---

گھبراؤ مت، آنکھوں سے دیکھ لینا، ان شاء المولیٰ تعالیٰ--- ہاں! فقیر کہاں سے کہاں جا نکلا---

[تاریخ ندارد]

حضرت فقیہ اعظم کے مکاتیب میں مدینہ منورہ کی تڑپ کی جھلک جا بجا دکھائی دیتی ہے، حاجی رشید احمد نوری بھٹی [۵] کے خط کا جواب دیتے ہوئے فقہی مسئلہ پر اپنی رائے کا اظہار کرنے کے بعد بے ساختہ لکھتے ہیں:

''دل پھر مدینہ کی طرف کشاں کشاں ہے اور بغداد معلیٰ کا بھی ارادہ ہے، دعا کریں کہ:

خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کے

جلّ جلاله و صلی اللّٰہ تعالٰی علیه و علٰی آله و صحبه و ابنه الاعظم و بارك و سلم ---ہائے مدینہ، پیارا مدینہ، اللّٰھم ارزقنا الحضور فیھا بقبول خاص خاص''---

[محررہ ۱۸/جون ۱۹۷۹ء]

مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے آپ کی محبت کی کیفیت ان کے رفیق سفر الحاج چودھری محمد اسحاق نوری[٦] یوں بیان کرتے ہیں:

''محبت و عشق کی اس جلوہ گری اور شدت کا نتیجہ تھا کہ جب کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مقدس کا تذکرہ ہوتا، آپ کی آنکھوں میں نمی پیدا ہو جاتی اور ضبط و شکیب کے سب بندھن ٹوٹ جاتے، بے تابی سے جسم لرزنے لگ جاتا اور عشق و اخلاص میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے دکھائی دیتے --- عاشقانہ کیفیات کو الفاظ و معانی کا جامہ پہنانا بھی مشکل اور سعی لاحاصل ہے''---

[مشاہدات و تاثرات، صفحہ ۳۴]

اور جب مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو اس حاضری کو محض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم سمجھتے --- دیکھیے کس عجز و انکسار سے لکھتے ہیں:

''میں کیا چیز؟ --- یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت ہے کہ مجھ جیسے بے عمل انسان کو در پاک پر بلا لیا، یہ محض ان کا کرم ہی کرم ہے، ورنہ میں کہاں اور کیا؟''---

[مکتوب بنام قاری محمد یوسف رضا نوری[٧] ساہیوال، محررہ ۲/اکتوبر ۱۹۸۱ء]

یہ صرف رسمی محبت نہ تھی بلکہ محبت حقیقیہ ان کی اصل متاع تھی --- آپ کے تلمیذ رشید

حضرت مولانا غلام حسین نوری[۸] (ساہیوال) حج کے لیے گئے تو ان کے نام تحریر فرمایا:

''کیا عرض کروں، میں اس قابل ہی نہیں کہ اس بارگاہ بے کس پناہ میں میرا نام لیا جائے، مگر اس سے چارہ نہیں---آخر اور کون سی بارگاہ ہے جس میں پناہ لی جائے---انہی کے دم قدم سے سب کچھ ہو سکتا ہے، لہٰذا اس سگ گرگیں کے لیے بعد از سلام نیاز التیام، آداب انتظام شفاعت خصوصیہ کی درخواست کئی مرتبہ پیش کریں---استقامت علی الایمان الکامل اور محبت خصوصیہ حقیقیہ مدعائے دلی ہے---اگر یہ حاصل، تو سب حاصل''---

[محررہ ۲۰/اپریل ۱۹۶۱ء]

مولانا موصوف ہی کے نام ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

''میرے لیے آب زم زم اس نیت سے نوش فرمائیں کہ مجھے خصوصی منظوری سے نوازا جائے اور اگر دو تین یا چار مرتبہ پی سکیں تو اور کرم ہوگا---نیات ذیل سے:

1. ایمان کامل پر استقامت
2. محبت خاصہ حقیقیہ
3. حاضریٔ حرمین شریفین، جو خصوصی انعامات سے معمور ہو
4. سیرابیٔ حوضِ کوثر---

ایک خط آج ہی مدینہ طیبہ معلم کے پتہ پر لکھ رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے اس خط کی حاضری سے پہلے ہی آپ راہیٔ مدینہ پر سکینہ ہو جائیں---

رزقنا اللّٰہ تعالٰی بمنه و کرمه بالعفو و العافیة و المعافاة''---

[بنام حاجی غلام حسین نوری، محررہ ۱۹۶۱ء]

خلوص دل سے دعا کی اہمیت

مولانا غلام حسین نوری کے ساتھ ان کے والد گرامی مولانا محمد عظیم [۹] بھی تھے--- ان کے نام ایک مکتوب میں دعا کے لیے لکھتے ہیں اور ساتھ ہی غائبانہ دعا کی اہمیت ومقبولیت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''کل مرسلہ گرامی نامہ ملا، بڑا ہی سرورِ دلی حاصل ہوا--- مجھے بڑا سخت انتظار تھا، چنانچہ کل بعد از تہجد دعا کی تھی کہ صبح آپ کا خیریت نامہ مل جائے تو بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مل گیا--- دعا کا یہ حصہ قبول ہوا ہے تو امید ہے کہ دوسرا حصہ بھی قبول ہو چکا ہوگا، جو آپ حضرات کے متعلق تھا کہ حج مبرور ومقبول بنے--- آپ مجھے یاد رکھتے ہیں تو میں بھی آپ حضرات کو یاد رکھتا ہوں--- یہ یادیں بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ بہت ہی مبارک اور بارآور ہوا کرتی ہیں--- ایک دوسرے کے لیے جب خلوص دل سے دعا کی جائے تو فرشتہ وَلَكَ مِثْلُه کی دعا کرتا ہے، یعنی تمہیں بھی وہ چیز ملے جس کی دعا اپنے بھائی کے لیے کر رہے ہو--- لہٰذا عرض کرتا ہوں کہ اپنے خصوصی لطف وکرم سے جیسی دعائیں میرے لیے کر رہے ہو وہ جاری رکھیں اور زم زم شریف میرے لیے بھی گاہ بگاہ اس نیت سے نوش کر لیا کریں کہ محبوب کل، سید الرسل حبیب اللہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارك و سلم کی خصوصی نگاہ دنیا وقبر وحشر میں حاصل ہو--- بس اتنی سی مختصر تمنا ہے، جو بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مثمر برکات دارین ہے--- آپ تو دعائیں کر ہی رہے ہیں، مگر گدا کا کام ہے سدا صدا کرتا ہی رہے''---

[محررہ ۱۹ رمئی ۱۹۶۱ء]

فنا فی المدینۃ

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فنا فی حب المدینہ تھے، آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں---مولانا حافظ محمد اسداللہ نوری[۱۰] کے نام ایک مکتوب گرامی میں اسی حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں:

''میرا تو بفضلہٖ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درس اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں---گنبد خضراء پیش نظر رہے تو کوئی دوری نہیں---تعلیم بھی نہایت ضروری ہے کہ صوفیٔ بے علم شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے، ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت مدینہ عالیہ حاضری رہے''---

[مکتوب محررہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۹ء]

آپ کے دل میں حاضریٔ مدینہ کی کتنی تڑپ تھی، اس کی جھلک آپ کی تحریروں میں جا بجا دیکھی جا سکتی ہے---حضرت کے مرید خاص حاجی چودھری محمد اسحاق نوری متعدد بار حاضریٔ مدینہ منورہ میں حضرت کے ہم سفر رہے---وہ حاضریٔ بارگاہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے کہ ان کے نام ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا:

''بارگاہ عالیہ میں بڑے ہی نیاز مندانہ صلوٰۃ وسلام عرض کریں اور کرتے رہیں---میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمہ وقتی خادم ہوں، کیا کیا عرض کروں---حسرت آتی ہے کہ آپ کے ساتھ ان پاک پیاری گلیوں میں یہ فقیر بھی ہوتا،

مگر کیا کروں کہ نامرادی کے دن بھی قسمت میں تھے--- گو تذکرہ تو
وہیں کا رہتا ہے مگر ہوں تو دور و مہجور--- حاجی صاحب! اس گدائے بےنوا کی
جلدی حاضری کی اجازت لے کر آئیں اور بغداد شریف کی حاضری کی
منظوری بھی لے کر آئیں--- وہاں سب کچھ ملتا ہے''---

[مکتوب محررہ ۱۹/نومبر ۱۹۷۸ء]

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

''آپ پوچھتے ہیں کہ (مدینہ منورہ) کب آ رہے ہیں؟--- میں
''کب'' کیا بتاؤں، جب مدینہ منورہ سے بلاوا آئے گا تو حاضر ہو جاؤں گا---
ان شاء اللہ تعالیٰ

محبوب اکرم ﷺ بڑے غریب نواز ہیں، رءوف و رحیم ہیں صلی اللّٰہ
علیہ و سلم ابدا ابدا---حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قبلہ [۱۱]
اور مولانا فضل الرحمٰن [۱۲] اور شودری [۱۳] خوشی محمد [۱۴] (نوری) وغیرہم سے
سلام محبت و شفقت کے بعد نیازمندانہ کہیں کہ دعاؤں سے بھرپور امداد
جاری رکھیں تو ہوسکتا ہے کہ اس فقیر گنہ گار کو بھی حاضری نصیب ہو سکے---

[محررہ ۱۳/شوال المکرّم ۱۴۰۰ھ/ ۱۵/اگست ۱۹۸۰ء]

جب ظاہراً حاضری میں تاخیر ہو جاتی یا حج و عمرہ کے دن قریب آتے تو آپ کی
بےقراری اضطرار کی شکل اختیار کر جاتی--- دیکھیے اپنے مرید چودھری عبدالرزاق
مدنی [۱۵] کو ایک مکتوب میں وارفتگی کی عجیب کیفیت میں لکھتے ہیں:

''عزیزو! مدینہ منورہ حاضری کے لیے حج کی درخواست دے دی ہے---
اب آپ کا یہ کام ہے کہ میرے اس خط کے ملتے ہی حضور ﷺ کے
مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کر رو رو کر سوز و گداز سے صلوٰۃ وسلام نیازمندانہ

عرض کر کے خوب استدعا و التجا کریں کہ حضور ضرور نظرِ کرم فرمائیں کہ درخواستیں منظور ہو جائیں اور ہم سگانِ درحاضر ہو جائیں اور صرف ایک بار نہیں بلکہ کئی مرتبہ عرض کریں، حتیٰ کہ اطمینان ہو جائے، یقین ہو جائے کہ منظوری ہوگئی ہے--- نیز یہ درست ہے کہ ہم بڑے گنہ گار ہیں مگر گنہ گاروں کے شفیع بھی وہی ہیں، ان کے در پر فریاد نہ کریں تو کہاں کریں--- دل میں پورا یقین کر کے فریاد کریں تو ضرور قبول فرمائیں گے''---

[مکتوب محررہ ۲۰/اپریل ۱۹۸۰ء]

ایک اور خط میں کس درد بھرے انداز میں رقم طراز ہیں:

''حضرت مولانا قبلہ فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین احمد قادری مدظلہم سے نہایت نیاز مندانہ سلام عرض کریں اور خاص الخاص دعا کرائیں کہ یہ سگ بے بضاعت بھی مدینہ کی گلیوں کی زیارت کر سکے---حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف والوں کا ایک شعر لکھتا ہوں کہ میرے دل کی حسرت کی آواز ہے:

کوئی یار سنیہڑا گھل وے ، دن بہتے گزرے
میرا جاوے نہ جوبن ڈھل وے، دن بہتے گزرے

مدنی صاحب! خوب خوب بچوں کی طرح بلک بلک کر اور رو رو کر دعائیں کریں اور التجائیں کریں--- ضدی بچے کے مہربان ماں باپ ضد پوری کر دیتے ہیں، ہمت کریں، میں تو بالکل بے دست و پا ہوں، کچھ بھی نہیں کر سکتا، نہ بچہ ہوں کہ ضد پر اڑ جاؤں، ہاں کرم ہی کرم درکار ہے''---

[مکتوب بنام چودھری عبدالرزاق نوری،
محررہ ۲۴/جون ۱۹۸۰ء/ ۱۰/شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ]

محبت وعقیدت کی ان وارفتگیوں کی جھلک جا بجا ان کی تحریروں میں دیکھی جا سکتی ہے---
چنانچہ مولانا الحاج غلام حسین نوری رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''دل مدینہ عالیہ کے لیے بے قرار ہے--- اور بے قراری بھی کیا اضطرار ہے--- ایک بدکردار، گناہ گار، نامہ سیاہ اور حال تباہ اگر اپنے مولا و مالک کی بارگاہ بے کس پناہ میں فریادی بن کر حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے؟--- مجھے امید ہے کہ ظاہری مایوسیوں کے باوجود کوئی صورت بن آئے گی:

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
صلی اللہ علیک یا سیدی و حبیبی و سلم''---

کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ظاہری بے سروسامانی کے باوجود بارگاہ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلاوا آ گیا--- چناں چہ اپنے تلمیذ رشید و مرید خاص مولانا زید احمد نوری[۱۶] (میاں چنوں) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''دعا کریں ہمیں بھی منظوری مل جائے--- بظاہر ہمارے نام قرعہ اندازی میں نہیں آئے، مگر یہ چیز مجھے مایوس نہیں کر سکتی کہ چار بار ایسے ہو چکا ہے کہ قرعہ میں نام نہیں آیا اور منظوری آ گئی--- اب بھی دعا کریں''---

[مکتوب محررہ ۷/رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/ ۲۸/اکتوبر ۱۹۷۱ء]

آپ مدینہ منورہ کی حاضری کو عید تصور کرتے--- چنانچہ آپ کے نہایت مقرب وعزیز مرید اور پہلے سفر حج اور دیگر متعدد اسفار حج کے رفیق سفر بیان کرتے ہیں:

''بندہ لاہور میں پرائیویٹ ملازمت کرتا تھا، عید قریب تھی، عید مبارک لکھ بھیجی تو آپ نے واپسی لکھا کہ:

''ہماری عید تو تب ہوگی جب مدینہ منورہ جائیں گے''---

[یادداشتیں بنام محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ ۷، محررہ ۲۱/جولائی ۲۰۱۵ء]

کئی بار ایسا ہوا کہ حج کی منظوری نہ آتی، مگر بارگاہ سرکار ابد قرار ﷺ سے بلاوا آجاتا---

اپنے تلمیذ خاص حضرت مولانا ابوالاسد محمد اللہ دتہ [۱۷]، خطیب دربار عالیہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے نام رقم طراز ہیں:

''الحمد للّٰه و المنة کہ مدینہ منورہ سے آج ایک عزیز کا گرامی نامہ ملا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ بارگاہ عرش پناہ میں معروضات پیش کیے اور اشراق کے وقت حرم میں بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی تو کسی نے کہا کہ تمہارے استاذ صاحب حضور پاک ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے ہیں اور آنکھ کھل گئی--- تو یہ بشارت (انہوں نے) الحاج محمد اسحاق صاحب نوری کو سنائی تو انہوں نے کہا، مجھے بھی یہ بشارت آئی ہے--- الحمد للّٰه ثم الحمد للّٰه ان شاء اللّٰه تعالٰی ضرور کرم ہوگا--- یہ بشارتیں ہیں تو ناامید کیوں اور کس جناب سے؟--- جہاں کسی کو کوئی ناامیدی ہے ہی نہیں--- ثم الحمد للّٰه و المنة

اب ظاہری صورت کی بذریعہ الجوازات الباکستانیة (پاسپورٹ) کوشش شروع کر دی ہے، بس دعائیں کرتے رہیں اور بالکل بےفکر رہیں، میں نے اپنے ملجا و ماویٰ حضور سیدی وسندی الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ [۱۸] سے عرض کیا ہوا ہے، بس اتنا کافی ہے--- خوش رہیں اور خوش ہوں--- ان کا ارشاد گرامی نامی ہے کہ:

اِن لَّمْ یَکُنْ مُرِیْدِیْ جَیِّدًا فَاَنَا جَیِّد---[۱۹]

''اگر میرا مرید کامل نہیں تو میں تو کامل ہوں''---

میں اس لحاظ سے کچھ عرض کر لیتا ہوں اور وہ سنتے ہیں--- فالحمد
لله اوّلا و آخرا و ظاهرا و باطنا
ہاں حضرت قبلہ والد ماجد [۲۰] اور مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ [۲۱]
کا عرس جمعرات، ۱۷/ رمضان المبارک کی صبح ہے، ضرور شمولیت کریں،
تاکیداکید ہے"---

اس خط پر تاریخ درج نہیں ہے، لیکن ظاہر ہے حضرت ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (۱۳۹۸ھ) کے بعد کا ہے---

اسی طرح ۱۹۶۲ء میں قرعہ اندازی میں نام نہ آیا، ایام حج قریب آ گئے، مگر آپ فرماتے:

"میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف و کرم کا امیدوار ہوں"---

چنانچہ خواب میں حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے، فقیہ مدینہ حضرت سالم [۲۲] بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی زیارت ہوئی، انہوں نے فرمایا:

"میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر آپ کو لینے آیا ہوں"---

بیدار ہوئے تو ڈاکیا دفتر حج کی طرف سے اطلاعی خط لیے کھڑا تھا---

اور پھر اس عاشق مصطفیٰ کی مسرت اس وقت دیدنی ہوتی، جب انہیں بارگاہ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذنِ حضوری مل جاتا--- چناں چہ حاجی رشید احمد نوری بھٹی ہی کے نام تحریر فرمایا:

"سترہ ستمبر کو بصیر پور سے (مدینہ منورہ) روانگی ہے--- اس دن
میری عید کا دن ہے"---

[مکتوب محررہ ۱۴/ اگست ۱۹۸۱ء]

پھر کوئی عزیز آپ کی علالت و نقاہت اور موسم کی حدت کے پیشِ نظر یہ عرض کرتا کہ:

گرمی ہے، تپ ہے، درد ہے، کلفت سفر کی ہے

تو آپ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے ہم زبان

ہوکر جواب دیتے:

ناشکر! یہ تو دیکھ، عزیمت کدھر کی ہے؟

چناں چہ حاجی رشید احمد نوری بھٹی کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

''کل ان شاء اللہ تعالیٰ روانہ ہو رہا ہوں--- و للّٰہ الحمد و المنة--- آپ کی نصیحت بجا کہ کمزور ہوں اور گرمی بڑی ہے مگر مدینہ منورہ کی طرف منہ ہو تو کوئی خوف نہیں''---

[مکتوب محررہ ۱۵/جولائی ۱۹۷۹ء]

چودھری عبدالرزاق نوری (مدنی) کے نام تحریر فرمایا:

''درخواست حج کے لیے دی ہوئی ہے، دعا کریں اور بارگاہ عالیہ میں استغاثہ کریں کہ حضور اس گنہ گار کو در پر بلائیں--- اب صحت بھی اچھی ہوگئی ہے اور مدینہ منورہ کے لیے تو صحت کی بھی ضرورت نہیں، کیوں کہ مدینہ منورہ حاضر ہو جائیں تو صحت خود بخود آ جاتی ہے---

برادرم شیخ حاجی لال دین صاحب [۲۳] سے سلام محبت عرض کریں اور درخواست دعا کریں کہ اکیلے ہی مدینہ منورہ کی بہاریں نہ لوٹیں بلکہ گنہ گاروں کے لیے بھی دعا کیا کریں اور درخواست پیش کیا کریں''---

[تاریخ ندارد]

حواشی

① دنیائے اہل سنت کے عظیم خطیب، چمنستان نوریہ کے گل سرسبد، علم وعمل کے حسین مرقع، مناظر اہل سنت حضرت علامہ ابوالفیض علی محمد نوری کی پیدائش ۱۹۲۷ء میں ہوئی---اوّل تا آخر دینی تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں حاصل کی اور ۱۹۴۶ء میں فارغ التحصیل ہوئے---حضرت فقیہ اعظم کے تلامذہ ومریدین میں خطیب پاکستان محمد شریف نوری قصوری اور علامہ ابوالفیض علی محمد نوری نے شیریں بیان مبلغ، بے باک مقرر اور بلند پایہ خطیب کے طور پر بڑی شہرت پائی اور چاردانگ عالم میں علم وفیض کے موتی بکھیرے---

علامہ ابوالفیض کو اپنے استاذ گرامی اور شیخ ومرشد حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی---بلاشبہہ وہ فنافی الشیخ تھے اور اسی نسبت سے ''نوری'' کے لقب سے پہچانے جاتے تھے---اپنے شیخ کے تتبع میں سیاسی طور پر جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر جرأت مندانہ کردار ادا کیا---تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھر پور حصہ لیا---

تعلیم سے فراغت کے بعد اوکاڑا کے گاؤں 31/4.L اور پھر ایک عرصہ مائی والی مسجد ساہیوال میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے--- ۱۹۶۲ء میں وہاڑی تشریف لے گئے، وہاں کے لوگوں میں دینی ذوق پیدا کیا، جامعہ نوریہ فیض العلوم

کے نام سے ایک عظیم دینی درس گاہ قائم کی اور آخری دم تک وہاڑی ہی کو اپنی دینی وعلمی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا---

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی سے نواز رکھا تھا، جب قرآن کریم کی آیت تلاوت کرتے یا حدیث رسول سناتے یا کوئی شعر پڑھتے تو ایک عجیب سماں بندھ جاتا---تقریروں میں عامیانہ اشعار سے اجتناب کرتے، البتہ حسب ضرورت برمحل اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھتے---

اپنے شیخ ومرشد حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے فیضان صحبت سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت سے بہرہ ور تھے--- وہ اپنی گفتگو اور تقریروں میں حب رسول ہی کا درس دیتے، اسی طرح درستیٔ عقائد کی خاص تاکید فرماتے--- آپ کئی امراض میں مبتلا رہے، ۱۹۷۶ء میں شوگر کا عارضہ لاحق ہوا، جس سے گردے کام کرنا چھوڑ گئے---۲۲ر ستمبر ۱۹۹۲ء کو دنیائے خطابت کا یہ چمکتا ہوا آفتاب غروب ہوگیا--- انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

② مولانا صوفی ابوالوفا محمد اسماعیل حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے تلمیذ اور بہت نیک سیرت عالم تھے، فرید پور میں آپ کے پاس زیر تعلیم رہے، شعر وشاعری کا بھی ذوق تھا--- استاذ العلماء مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری، جو ان کے زمانۂ تعلیم میں مبتدی طالب تھے، نے بتایا کہ صوفی ابوالوفاء کا تعلق رینالہ خورد کے علاقہ سے تھا، موقوف علیہ تک کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت فقیہ اعظم کی اجازت سے دورہ حدیث پڑھنے کے لیے بریلی شریف چلے گئے تھے، بعد کے حالات کا علم نہیں ہوسکا---

③ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب من انتظر حتی تدفن

④ التوبة:۵۹

"عنقریب اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے اور ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں"---

⑤ حاجی رشید احمد نوری بھٹی حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے نہایت مقرب، مخلص اور

پیارے مرید و خلیفہ ہیں--- موصوف یکم جنوری ۱۹۲۷ء کو ڈگرروڑاں موضع نواں کوٹ تحصیل مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے، والد ماجد مولوی محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷/رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء) مستند عالم دین تھے، وعظ میں ترنم سے مثنوی شریف پڑھا کرتے، خود بھی شعر کہتے--- آپ کا گھرانہ مذہبی تھا، علاقہ بھر کے لوگ دینی معاملات میں ان سے رجوع کرتے--- بھٹی صاحب نے ۱۹۴۴ء میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول مظفر گڑھ سے ڈرائنگ اور سائنس مضامین میں اوّل ڈویژن میں پاس کیا--- ۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۶ء آرمی سے وابستہ رہے، پھر مختلف مقامات پر پرائیویٹ اور سرکاری ملازمت کی--- ۱۹۴۸ء میں گورنمنٹ انجینئر نگ سکول، رسول سے سب انجینئر کا کورس مکمل کیا، ۱۹۴۹ء میں محکمہ اری گیشن میں تقرری ہوئی، مختلف مقامات پر ڈیوٹی دیتے رہے، ۱۹۵٦ء میں منڈی احمد آباد (ہیرا سنگھ) میں بطور اوورسیئر محکمہ انہار تقرری ہوئی--- اسی اثنا میں رمضان المبارک کی ایک رات خواب دیکھا کہ دیپال پور نہر کی پٹڑی پر سائیکل سوار جا رہے تھے کہ آگے لکڑیوں کا گٹھا رکھ کر سڑک بند کر دی گئی تھی--- گٹھے کے پیچھے ایک بزرگ کھڑے نظر آئے، یہ حضرت فقیہ اعظم تھے (اس سے پہلے ملاقات تو کجا، نام بھی نہیں سنا تھا) بھٹی صاحب کہتے ہیں، میں نے سائیکل سڑک سے نیچے اتاری تو جگہ ہموار نہ ہونے کی وجہ سے رک گیا--- آپ فوراً میری طرف بڑھے اور سینہ چاک کر کے میرے دل کو دوبارہ اندر رکھ دیا اور فرمایا، پڑھ لا الٰہ الّا اللّٰہ، میں نے پڑھنا شروع کیا تو یوں محسوس ہوتا لا الٰہ کہتے ہوئے سر آسمان کو چھو رہا ہے اور الا اللّٰہ کہتے ہوئے قدم زمین پر لگ جاتے ہیں--- بیدار ہوا تو خواب کی سرشاری سے عجیب کیفیت تھی--- اس کے بعد کئی بار اسی قسم کے خواب آئے کہ حضرت فقیہ اعظم کبھی کلمہ کا ورد کراتے اور کبھی نماز پڑھاتے نظر آتے--- جستجو جاری رہی، بالآخر آپ کی بارگاہ تک رسائی نصیب ہوئی--- یہ جمعرات کا دن تھا،

عصر کی نماز حضرت کی امامت میں ادا کر کے حلقہ نوریہ میں داخل ہو گیا---آپ نے انتہائی مختصر نصیحت فرمائی کہ ''برائی سے بچنا ہے''--- بیعت ہونے کے بعد بھٹی صاحب کی زندگی میں انقلاب آ گیا، طبیعت میں رقت اور عبادت میں حلاوت پیدا ہوئی، اس سے پہلے پندرہ سولہ سالہ ملازمت میں بحیثیت اوورسیئر کمیشن لیتے رہے، مگر اب خشیت الٰہیہ کا رنگ پیدا ہوا تو ایک ایک پائی کا حساب کر کے جن ٹھیکہ داروں سے کمیشن لیا تھا، ان کا حساب چکا دیا---

بھٹی صاحب پر سرکار ابد قرار ﷺ کی خاص نگاہ کرم ہے، ایک بار خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی، ایک محفل جمی ہے، ایک فارسی نعت پڑھی جا رہی ہے، جس کا مطلع ہے:

کے خدایا روئے زیبائے ورا بینیم باز
از بہم دو قوس ابرویش تا بینیم باز

محفل پر عجیب کیفیت طاری ہے، نعت ختم ہوئی تو بھٹی صاحب نے عرض کی، یہ نعت مجھے لکھوا دیں، آقا حضور ﷺ نے فرمایا:

''یہ تمہارے پیر و مرشد کی کہی ہوئی نعت ہے، ان سے جا کر لکھوا لو''---

حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی بیاض سے نقل کر دی---

حضرت فقیہ اعظم سے بیعت کے بعد دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوا، چناں چہ ۱۹۶۳ء میں تونسہ بیراج تبادلہ ہوا تو کوٹ ادّو رہائش پذیر ہوئے، وہاں کے مدرسہ انوار الاسلام میں مولانا اللہ بخش اور ان کے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز سے عربی گرامر، فقہ اور حدیث و تفسیر کی کتب پڑھیں---۱۹۷۳ء میں حج کے لیے گئے تو مدینہ منورہ میں مولانا الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری سے بخاری شریف پڑھی اور یوں درس نظامی کی ایک حد تک تکمیل کی---

۱۹۶۰ء میں پہلا حج حضرت سیدی فقیہ اعظم کی معیت میں کیا، اس کے بعد بھی حج وعمرہ کے متعدد اسفار میں حضرت کی معیت نصیب رہی --- بھٹی صاحب اب تک چھ بار حج اور پندرہ بار عمرہ وزیارت مدینہ منورہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، آج کل بھکر میں قیام پذیر ہیں --- منحنی جسم اور پیرانہ سالی کے باوجود ہر سال عرس فقیہ اعظم میں حاضر ہوتے ہیں، اسی طرح حرمین طیبین کا سفر بھی تنہا کرتے ہیں، گو بوڑھے ہیں مگر ہمت جوان ہے --- حفظہ اللہ

⑥ عاشق رسول چودھری محمد اسحاق نوری، جنہیں حلقہ نوریہ کے احباب ''حاجی صاحب'' کے نام سے پکارتے، معروف معنوں میں عالم دین، شیخ طریقت یا واعظ ومبلغ نہ تھے، بلکہ ایک خالص دنیا دار انسان تھے مگر جب حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، زندگی کی کایا ہی پلٹ گئی --- ہر ہر قول وفعل کو دینی معیار پر پرکھنے اور اتباع سنت کے سانچے میں ڈھالنے کا جذبہ پیدا ہوا، حلال وحرام اور جائز وناجائز میں امتیاز کی فکر دامن گیر ہوئی، یہاں تک کہ آپ کی وضع قطع بھی شریعت کے سانچے میں ڈھل گئی ---

حاجی صاحب وجاہت ووقار کا دل کش مجسمہ تھے --- سرخ وسفید رنگ، میانہ قد، متناسب جسم، بھرا ہوا چہرہ، اعتدال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی سفید داڑھی، جس میں معدودے چند سیاہ بال دکھائی دیتے، سر پر گاہے قراقلی اور اکثر مختلف اقسام کی عربی یا سوڈانی ٹوپی --- لبوں پر مسکراہٹ، چہرے پر متانت آمیز بشاشت، خوش کلام، خوش پوش، خوش غذا، خوش وضع اور کھلے دل ودماغ کے مرنجاں مرنج انسان تھے --- حلقہ احباب بہت وسیع تھا --- انہیں محافل ذکر اور محافل میلاد سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا، اچھا کلام اور بجچے تلے انداز میں پڑھی جانے والی نعتیں بہت پسند تھیں --- مدینہ منورہ میں قیام کے دوران قطبِ مدینہ شیخ ضیاء الدین مدنی، شیخ فہمی اور ان کے خلفاء،

شیخ عادل عزام رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالعزیز مقوار وغیرہ اہل عرب کے ہاں منعقدہ محافل میں باقاعدگی سے شرکت کرتے --- ان کے پاس مدینہ منورہ، شام، ترکی، مصر اور دیگر اسلامی ممالک کی محافل اور معمولات اہل سنت پر مبنی تقریبات کے کیسٹس کا وسیع ذخیرہ تھا ---

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات سے بے پناہ عشق تھا، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سن کر آب دیدہ ہو جاتے --- وہ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں درود پاک کا ورد کرتے، یہ ورد بھی انہیں خواب میں ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا تھا --- حاجی صاحب کو اکثر ان کی زیارت ہوتی، بسا اوقات حضرت فقیہ اعظم بھی ان کے ساتھ ہوتے --- مگر یہ علم نہ تھا کہ یہ نورانی چہرے والے کون ہیں، ایک بار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے بتایا یہ بزرگ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہیں ---

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاجی صاحب پر خاص نظر عنایت تھی، کئی مرتبہ خواب میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آراء کی زیارت سے مشرف ہوئے ---

انہوں نے ۲۸ حج کیے اور ۳۱ مرتبہ رمضان المبارک مدینہ منورہ میں گزارا، پانچ سال تک سعودی اقامہ ان کے پاس رہا، تب کئی کئی ماہ مدینہ منورہ گزارتے --- مجموعی طور پر ۶۸ مرتبہ حجاز مقدس کی حاضری سے مشرف ہوئے --- علاوہ ازیں متعدد بلاد اسلامیہ کے مقدس و متبرک مقامات پر حاضری کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے، ان مبارک اسفار میں کئی مرتبہ انہیں حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی رفاقت نصیب ہوئی --- کم و بیش سترہ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری اور عراق، شام، اردن، مصر اور لندن کے اسفار میں احقر کے بھی رفیق سفر رہے --- وہ زندگی کے اس حصے کو حاصل حیات قرار دیتے تھے جو حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی ارادت و عقیدت میں ان کی معیت میں گزرا ---

افسوس کہ حاجی صاحب موصوف ۱۰/ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ/ ۲۵/ نومبر ۲۰۰۱ء کی شب اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ---

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے متعدد مادہ ہائے تاریخ وفات نکالے، چند حسب ذیل ہیں:

عاشق صادق چودھری محمد اسحاق نوری   وصال عاشق رسول، محمد اسحاق نوری

۱۴۲۲ھ   ۱۴۲۲ھ

بندۂ قدیر، مرحوم و مغفور

۲۰۰۱ء

[حاجی صاحب کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ کریں،

ماہ نامہ نور الحبیب، جنوری، فروری ۲۰۰۲ء]

⑦ سیکڑوں حفاظ کے استاذ اور بہت مخلص اور محبت کرنے والے انسان ہیں--- ۱۹۶۰ء میں مسجد مائی والی ساہیوال میں امام مقرر ہوئے، جب کہ ان دنوں علامہ ابوالفیض علی محمد نوری اس مسجد کے خطیب تھے--- کچھ عرصہ بعد جب وہ وہاڑی چلے گئے تو خطابت بھی سنبھال لی، ساتھ ہی تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے--- جامعہ اصغریہ انوار القرآن کے نام سے محلّہ فرید گنج ساہیوال میں حفظ القرآن کا مدرسہ قائم کیا--- حضرت فقیہ اعظم کے انتہائی عقیدت مند ہیں--- حفظ القرآن کے بعد باوجود محنت وکوشش کے منزل پختہ نہ ہوئی، ایک بار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز مولانا حاجی غلام حسین نوری، ساہیوال کے ہاں کھانا تناول فرما رہے تھے، فراغت پر ہاتھ صاف کرنے لگے تو عرض کی، کرم فرما کر انگلیاں چاٹنے کی اجازت عطا فرما دیں تو آپ نے اجازت دے دی اور آب دیدہ ہو کر فرمایا:

الحمدللہ! سرکار کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کا موقع میسر آیا---

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

يَلْعَقُهُ أَوْ يُلْعِقُهُ---

''کھانے کے بعد خود انگلیاں چاٹ لے یا کسی کو چٹوا دے''---

قاری صاحب نے راقم کو متعدد بار یہ واقعہ سنا کر بتایا کہ آپ کی انگلیوں کے فیض سے قرآن کریم کی منزل پختہ ہوگئی اور بلا دھڑک تراویح میں سنانا شروع کر دیا---

علالت کی وجہ سے ۲۰۱۲ء میں مائی والی مسجد سے استعفیٰ دے دیا، تاہم درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے---اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت سے نوازے---ان کے صاحبزادے مولانا قاری محمد نعیم المصطفیٰ، مدینہ مسجد ساہیوال کے خطیب، جب کہ دوسرے بیٹے محمد مسعود مدنی، تحصیل ایڈمنسٹریشن ساہیوال میں اکاؤنٹینٹ ہیں---

⑧ مولانا الحاج غلام حسین نوری، حضرت فقیہ اعظم کے تلمیذ رشید، مرید صادق، جید عالم دین اور نامور خطیب تھے--- ۱۹۲۹ء کو بصیر پور میں پیدا ہوئے--- مولانا نوری نے اوّل تا آخر درس نظامی کی تمام تر تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کی---خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری کے ہم سبق تھے، ۱۹۵۳ء میں فراغت کے بعد پانچ سال تک گنوں بھٹیاں (ساہیوال) میں دین متین کی خدمت کرتے رہے، ۱۹۶۲ء کو میلسی چلے گئے، یہاں جامع مسجد عیدگاہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، ۱۹۷۱ میں جامع مسجد شرقیہ رضویہ (المعروف قصاباں والی مسجد) غلہ منڈی ساہیوال کو اپنی دینی وتبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور آخر عمر تک یہیں کام کرتے رہے---

خوب صورت، خوب سیرت تھے، آواز میں بلا کا سوز تھا، بہت خلیق، ہنس مکھ تھے، دورانِ خطاب ترنم سے آیت یا شعر پڑھتے تو سماں بندھ جاتا---اپنی مادر علمی میں آتے تو طلباء کے ساتھ گھل مل جاتے---۸ر دسمبر ۱۹۸۷ء کو وصال فرمایا---

بڑے بیٹے مولوی غلام رسول نوری بہت نیک سیرت تھے، دارالعلوم بصیر پور شریف میں درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھی تھیں کہ علالت کی وجہ سے سلسلہ تعلیم جاری نہ رہ سکا، بالآخر ۱۹۷۵ء کو وفات پائی--- علامہ غلام حسین نوری کے چار صاحبزادے حیات ہیں، جن میں سے صاحبزادہ مولانا نور الحبیب نوری ساہیوال میں دینی خدمات

انجام دے رہے ہیں---

⑨ موصوف مفسر قرآن حضرت مولانا نبی بخش حلوائی کے مرید و شاگرد اور بہت صالح انسان تھے---۱۱رشوال المکرّم ۱۳۸۳ھ/ ۲۵رفروری ۱۹۶۴ء کو بصیر پور میں وفات پائی---

⑩ حضرت سیدی فقیہ اعظم کے نواسے اور استاذ العلماء مولانا محمد ہاشم علی نوری کے بڑے صاحبزادے ہیں---۹رصفر المظفر ۱۳۸۱ھ/ ۲۳ جولائی ۱۹۶۱ کو پیدا ہوئے---حفظ القرآن سے لے کر دورۃ الحدیث تک تمام تر تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کی---۱۹۸۰ء سے لے کر ۲۰۰۹ء تک اپنی مادر علمی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے---حافظ، قاری، عالم دین، نعت گو و نعت خوان اور خطیب ہیں---''کرامات فقیہ اعظم'' کے مولف اور دلائل الخیرات اور فتاویٰ نوریہ کی پہلی دو جلدوں کی عربی عبارات کے مترجم ہیں---متعدد بار حاضریٔ حرمین شریفین کی سعادت پائی، آج کل یوکے میں خطیب ہیں---

⑪ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مشہور عالم دین ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ) کی اولاد میں سے تھے--- ربیع الاوّل ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے---ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد درس نظامی کی تعلیم کے لیے مولانا غلام قادر بھیروی کے مدرسہ میں داخلہ لیا--- ۱۳۱۵ھ میں تکمیل کے بعد حضرت محدث سورتی علامہ وصی احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کیا، بعد ازاں بغداد معلیٰ روانہ ہوگئے--- وہاں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار پر ڈیرا ڈالا اور تین سال تک اکابر علماء و مشائخ کی صحبتوں سے فیض یاب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں مستقلاً قیام پذیر ہوگئے--- یہاں انہیں اکناف و اطراف عالم سے آنے والے علماء و مشائخ کی میزبانی کا شرف حاصل رہا---اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، مولانا حسن رضا خان اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہم العزیز ایسے اعاظم ملت

کی خدمت کا موقع ملا--- اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ انہیں متعدد مشائخ نے سند خلافت سے نواز رکھا تھا، جب کہ خود ان سے بھی متعدد علماء و مشائخ نے اجازت و خلافت حاصل کی، جن میں عہد حاضر کے نامور مصنف، دانش ور سید محمد مالکی علوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں--- ان کے ہاں روزانہ عشاء کے بعد محفل میلاد ہوتی، جس میں مصر، شام، ترکی، کویت، مراکش، بھارت، پاکستان اور دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے زائرین شرکت کرتے---

[ماہ نامہ نور الحبیب، فروری ۲۰۰۳ء، صفحہ ۷ تا ۸]

۲/اکتوبر ۱۹۸۱ء کو واصل باللہ ہوئے، ریاض الجنۃ میں شیخ علامہ علی مراد شامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے---

⑫ آپ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین قادری کے اکلوتے فرزند تھے، ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے---

ان دنوں قدیم زمانہ سے اہل مدینہ میں یہ رسم تھی کہ جب بھی کسی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے حصول برکت کے لیے جالی شریف کھلوا کر حجرہ مبارکہ کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے لٹا دیا جاتا، بعد ازاں سعودی حکومت نے اس پر پابندی عائد کر دی--- مولانا فضل الرحمٰن وہ آخری خوش بخت تھے، جنہیں آقائے دو عالم سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ شریفہ کے فرش کی خاکساری کی نعمت کا شرف حاصل ہوا---

یہ مولود مدینہ، شرافت و وضع داری کا مجسم نمونہ اور علم و عمل اور تقویٰ و کردار میں اسلاف کی روشن مثال تھے--- وہ مدینہ طیبہ میں محافل میلاد مصطفیٰ اور حلقہ ہائے ذکر و فکر کا بڑا باوقار انتظام فرماتے تھے--- ان کے حلقۂ محبت میں کئی ملکوں کے متوسلین شریک ہوتے--- انہیں عربی نثر میں مولود برزنجی کے علاوہ بیسیوں عربی قصائد زبانی یاد تھے--- جب مخصوص حجازی لہجے میں مولود پڑھتے اور دعا کرتے تو محفل پر

کیف وسرور کی ایک چادر تن جاتی اور فضا میں ہر طرف نور ہی نور چھا جاتا---

مولانا جلال و جمال کے پیکر تھے--- ان کی زندگی تعلق باللہ، محبت رسول ﷺ، تصوف، ہمدردی، رواداری، اہل علم سے روابط، اکابر کی تکریم اور چھوٹوں پر شفقت سے عبارت تھی--- وہ دل کے غنی اور بڑے مہمان نواز تھے--- مدینہ منورہ میں اہل محبت زائرین کے لیے ہمیشہ دسترخوان وسیع رکھتے---عید اور خاص مواقع پر مہمانوں کے لیے کھانا اپنی نگرانی میں تیار کراتے---

مولانا بڑے علم دوست اور کتابوں کا عمدہ ذوق رکھتے تھے---قرآن، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ پر نادر کتابیں ان کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں--- والد گرامی حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے حضرت قطب مدینہ سے قدیمی مراسم کی بنا پر احقر سے بے حد شفقت فرماتے--- دو مرتبہ یہاں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں بھی تشریف لائے تھے--- حاضریٔ مدینہ منورہ کے موقع پر احقر ان کی خدمت میں جب اپنی کوئی تازہ تصنیف پیش کرتا تو بے حد تحسین فرماتے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے---

وہ عالم اسلام کے اتحاد اور سرزمین پاکستان کی سلامتی و استحکام کے لیے ہمیشہ دست بدعا رہتے تھے---۱۹۷۰ء میں اسلام و اشتراکیت کش مکش کے دوران جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے ٹوبہ ٹیک سنگھ (پاکستان) کی تاریخی کانفرنس میں خصوصی شرکت اور آخری نشست کا خطبۂ صدارت ان کی کتابِ حیات کا ایک روشن ورق ہے---

[مزید تفصیل کے لیے احقر کا تعزیتی مضمون ملاحظہ کریں:

ماہنامہ نور الحبیب، فروری ۲۰۰۳ء، صفحہ ۸ تا ۱۰]

⑬ چونکہ عربی میں ''چ'' نہیں ہوتی، اس لیے اہل عرب کی طرح حضرت فقیہ اعظم بھی ''چودھری'' کو ''شودری'' لکھتے تھے---

⑭ چودھری خوشی محمد نوری بن چودھری محمد اسماعیل، ہربنس پورہ نزد وا ہگہ لاہور کے رہائشی ہیں، تعلیم سے فراغت کے بعد کھاریاں میں پاکستان فوج کے انجنیئر نگ ونگ (تعمیرات) کے شعبہ سے وابستہ ہو گئے--- بہت محنتی اور فعال ہیں، ۱۹۷۰ء میں سقوط ڈھاکہ کے وقت مشرقی پاکستان میں ڈیوٹی پر تھے--- بھارتی قید میں رہے اور پھر فیملی سمیت وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے، کشتی میں سفر کرتے ہوئے برما پہنچے، بعدازاں پاکستانی سفارت خانہ کی مدد سے پاکستان آ گئے--- چودھری محمد اسحاق نوری (داروغہ والا، لاہور) کے ہم زلف ہیں، وہ ان کی رہائی کے لیے حضرت فقیہ اعظم سے دعا کراتے--- آپ نے وظیفہ ارشاد فرمایا، جو حاجی صاحب نے انھیں بتایا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے رہائی کے اسباب پیدا فرما دیے--- واپسی پر حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے--- دین سے رغبت پیدا ہوئی، داڑھی رکھ لی اور گزشتہ آزادانہ اور سر پھرے افسروں والی زندگی کی لغزشوں سے بصدق دل توبہ کی--- حضرت کے فرمان کے مطابق ہر نماز کے بعد گزشتہ نمازوں کی قضا کا معمول بنایا اور بحمدہ تعالیٰ نماز کی فرضیت (بلوغت) کے بعد سے لے کر بیعت ہونے تک کم وبیش ۲۶ سالہ نمازوں کا حساب لگا کر تمام نمازیں پوری کر چکے ہیں--- بہت صالح، مخلص، صاحب جود وسخا، پیکر مہر ومحبت و وفا ہیں--- حضرت فقیہ اعظم، ان کے قائم کردہ ادارہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور راحقر اور نوری حضرات سے دلی محبت رکھتے ہیں، متعدد حج اور لاتعداد عمرے کیے--- بلڈ پریشر، شوگر اور عوارض قلب کے باوجود اپنے کام میں مگن ہیں، اللہ تعالیٰ صحت وسلامتی کے ساتھ انھیں اپنے نام کی طرح ہمیشہ خوش وخرم رکھے---

⑮ حاجی چودھری عبد الرزاق نوری (ولادت ۱۹۵۹ء) چودھری محمد اسحاق نوری، داروغہ والا، لاہور کے بڑے صاحبزادے ہیں، بچپن ہی سے پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، مدینہ منورہ کی محبت تو گویا گھٹی میں پڑی ہے---

۱۹۷۷ء میں مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کی، ان دنوں توسیع حرم کا کام ہو رہا تھا، وہاں بھرپور خدمات انجام دیں---انہیں جالیوں کے اندر حاضری اور صفائی کی سعادت بارہا نصیب ہوئی، قطب مدینہ کا بھی قرب میسر رہا، ان کی محافل میلاد میں باقاعدگی سے حاضری دیتے اور مستقل خدمت گزاروں میں شامل رہے---۱۹۹۴ء میں سعودی حکومت نے اہل محبت کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کیا تو استاذ الحاج ابوالقاسم ضیائی اور دیگر ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے کئی ہفتوں جیل میں رکھا گیا اور کڑی تفتیش سے گزرنا پڑا---

کم و بیش سترہ سال مدینہ منورہ حاضر رہے، ان کے دو بیٹے محمد عبدالقادر نوری مدنی اور محمد کمال فتح الرحمٰن نوری مدنی، مدینہ منورہ ہی میں پیدا ہوئے---حضرت سیدی فقیہ اعظم ان سے بہت شفقت فرماتے اور بعض دفعہ مدینہ منورہ میں ان کے ہاں قیام بھی فرماتے---آج کل کویت میں مقیم ہیں---

⑯ تاج الخطباء، استاذ العلماء، فنافی الشیخ، پیر طریقت حضرت علامہ مولانا زید احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۵ء میں تحصیل دیپال پور کے معروف قصبہ بہاول داس میں پیدا ہوئے---آپ کے والد گرامی مولانا محمد امیر قدس سرہ ممتاز صوفی منش عالم باعمل تھے---آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم کے فیض صحبت سے حاصل کی، بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے---درس نظامی کی تمام کتب اور دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے ۱۹۵۲ء میں سند فراغت حاصل کی---حضرت محدث بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کی کیمیا اثر صحبت کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ آپ ایک ممتاز عالم باعمل، نامور خطیب، عظیم مدرس، نعت گو شاعر اور مناظر بنے---حضرت فقیہ اعظم پاکستان خواجہ ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور آپ کی نگاہِ ولایت سے باطنی وروحانی منازل طے کیں---شیخ کامل کی آپ پر خصوصی

نظر کرم تھی، جس کی بنا پر آپ نے روحانیت میں بہت جلد بلند مقام حاصل کیا---
۸ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ، بمطابق ۶ر مئی ۱۹۷۹ء کو دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں انجمن حزب الرحمٰن کی سالانہ کانفرنس کے موقع پر حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے نوازا---

زندگی بھر درس وتبلیغ میں مصروف عمل رہے، کافی عرصہ دربار عالیہ حضرت شیخ فاضل پر مدرس وخطیب رہے، بعد ازیں غلہ منڈی میاں چنوں کی جامع مسجد میں تقرری ہوئی --- زندگی کے آخری پچیس برس یہاں مسند خطابت پر فائز رہے---آخر یہ علم وعمل کا آفتاب اور تقویٰ وطہارت کا ماہتاب ۲۷ر جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ، بمطابق ۳ر جنوری ۱۹۹۲ء، بروز جمعۃ المبارک، بوقت عصر راہیٔ ملک بقا ہو گیا---آپ کا مزار پر انوار قصبہ شیخ فاضل تحصیل بورے والا میں ہے---اب ان کی جگہ ان کے لخت جگر مولانا حافظ محمود احمد نوری فرائضِ خطابت وامامت سرانجام دے رہے ہیں، جب کہ بڑے صاحبزادے مولانا مسعود احمد نوری شیخ فاضل میں تدریس کر رہے ہیں---مولانا کے یہ دونوں صاحبزادے دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل ہیں---

⑰ مولانا ابو الاسد محمد اللہ دتہ، حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کے قدیم تلامذہ میں سے تھے--- بھائی پھیرو، ساہیوال، قصور، حجرہ شاہ مقیم اور اسّی کی دہائی میں دربار عالیہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پاک پتن شریف کی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے--- وہ اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل تھے--- ۱۲ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ کو اسّی سال کی عمر میں وصال فرمایا---

⑱ سید الاولیاء، پیر پیراں، میر میراں کے سوانح اور تعلیمات پر مبنی احقر کی کتاب ''ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر'' مطبوعہ فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور ملاحظہ کی جائے---

(۱۹) بهجة الاسرار، ذکر فضل اصحابه و بشراهم، صفحہ ۱۰۰/ قلائد الجواهر، صفحہ ۱۵

(۲۰) کشتۂ عشق مصطفیٰ، عمدۃ الاتقیاء، قدوۃ الاصفیاء، حضرت بابا جی مولانا خواجہ ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (والد گرامی حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ) نہایت پاکیزہ سیرت عالم دین اور رمز شناس حقیقت وطریقت تھے--- آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۸ء کو ہیڈ سلیمان کی کے غربی سمت ایک معروف گاؤں سوجے کی میں ہوئی--- علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے، مسئلہ وحدت الوجود پر بڑا عبور حاصل تھا--- تلاوت قرآن کریم اور اوراد و وظائف کا خاص ذوق تھا--- آپ کا امتیازی وصف عشقِ رسول تھا--- بلاشبہ آپ فنا فی الرسول تھے--- قرآن کریم کی تلاوت اور نعت سن کر آپ پر غیر معمولی وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی--- آپ کو اپنے بڑے صاحبزادے حضرت فقیہ اعظم سے عشق کی حد تک محبت تھی--- آپ ہمیشہ انھیں ''محدث صاحب'' کہہ کر پکارتے---شعر وسخن کا عمدہ ذوق تھا، متبع شریعت بزرگ تھے، حفظ حدود شریعت کا ہمہ وقت خصوصی خیال رکھتے--- آپ کی ذات خلوص وللّٰہیت کا مرقع تھی---

۱۷/رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ/ ۵/مارچ ۱۹۶۱ء، شب اتوار، ایک بج کر بیس منٹ پر ۶۵ سال کی عمر میں آسمان طریقت ومعرفت کا یہ آفتاب عالم تاب اس دار فانی سے غروب ہو کر عالم جاودانی میں طلوع ہو گیا--- اگلے دن جنازہ ہوا، جس میں علماء، صلحاء، حفاظ، اساتذہ وطلبہ سمیت مختلف شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے افراد کے جم غفیر نے شرکت کی--- دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں اس جگہ مدفون ہوئے جہاں حضرت فقیہ اعظم درس حدیث دیا کرتے تھے---

رحمه الله تعالٰی رحمة واسعة بجاه النبی الكريم الامين
صلى اللّٰه عليه و آله و صحبه اجمعين

[تفصیلی حالات کے لیے احقر کا کتابچہ ''حضرت بابا جی محمد صدیق''، مطبوعہ فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور ملاحظہ کریں]

(۲۱) نام نامی، اسم گرامی محمد--- لقب نصر اللہ--- کنیت ابو الفضل اور تاریخی نام مرغوب علی تھا--- ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ، ۶/ جولائی ۱۹۳۹ء، بروز جمعرات تحصیل دیپال پور کے ایک گاؤں ''فرید پور'' میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی--- آپ نے تمام تر تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی حاصل کی--- زمانہ طالب علمی ہی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا--- سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مستقل طور پر تدریسی شعبہ سے منسلک ہو کر ترویج و اشاعت دین کی اہم ذمہ داری سنبھال لی---تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو، ادب عربی وغیرہ کے علاوہ ریاضی، ہیأۃ، ہندسہ، منطق، فلسفہ اور کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے---

آپ کے سینے میں علم و فضل کا ایک بحر بے کنار موج زن تھا--- ایک شفیق اور محنتی استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین صلاحیتوں کے حامل تھے--- انہی اوصاف کے پیش نظر ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کا نائب مہتمم مقرر فرمایا اور اسی موقع پر ''ابو الفضل'' کنیت سے نوازا---

حضرت علامہ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ ۲۸/ مئی ۱۹۷۳ء کو دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے شعبہ تبلیغ انجمن حزب الرحمٰن کے صدر مقرر ہوئے تو ایک مجلّہ ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہونے لگا، جو بحمد اللہ تعالیٰ اب ''نور الحبیب'' کے نام سے بڑی آب و تاب کے ساتھ مطلع صحافت پر جگمگا رہا ہے---

آپ نے فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلو پیڈیا اور فتاویٰ رضویہ کے بعد برصغیر پاک و ہند میں سب سے عظیم و ضخیم فتاویٰ ''فتاویٰ نوریہ'' کی ترتیب و طباعت کے کٹھن مگر اہم کام کا بیڑا اٹھایا--- یوں اس وقیع علمی ذخیرہ کی پہلی دو جلدیں ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۷ء میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں--- یہ آپ کی تربیت و رفاقت اور باطنی توجہ کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو بقیہ چار جلدیں مرتب کرنے کی سعادت بخشی---

آپ، حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ میں

بیعت سے مشرف ہوئے---آپ کی پوری زندگی اتباعِ نبوی اور عشق مصطفوی سے عبارت تھی---تقویٰ وطہارت اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے---بچپن سے وصال تک آدابِ سحر خیزی سے کبھی بے اعتنائی نہ برتی، طلبہ کو بھی تہجد کی بہت زیادہ ترغیب دیتے---ہفتہ میں دو تین مرتبہ اور رمضان المبارک کی ہر رات صلوٰۃ التسبیح ادا کرنا ان کے معمولات میں شامل رہا---

آپ کو اپنے والد گرامی حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے عشق رسول (ﷺ) کی دولت لازوال سے بھی وافر حصہ ملا تھا---آپ کا سینہ عشق مصطفیٰ ﷺ کی تجلیوں سے معمور تھا---جب سرکار ابد قرار ﷺ کا ذکر آتا تو چہرہ متغیر اور آنکھیں پرنم ہو جاتیں---عشق مصطفیٰ ﷺ کی یہی لگن تھی کہ آپ دو مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے---وصال سے قبل بھی حج کی درخواست دے رکھی تھی کہ پیغام اجل آ پہنچا---۱۹۷۳ء میں جب دوسری مرتبہ مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو مسجد نبوی شریف میں گنبد خضراء کے سامنے بیٹھ کر بخاری شریف کا مکمل درس دیا، جس میں علماء کرام کی ایک جماعت شریک تھی---حضرت علامہ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کو فن مناظرہ میں بڑی دسترس حاصل تھی---بارہا غیر مقلدین اور بدعقیدہ لوگوں سے مناظرے کا اتفاق ہوا، مگر ہر جگہ فریق مخالف کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا---استدلال کا وہ سلسلہ قائم فرماتے کہ مخالف مبہوت ہو کر رہ جاتا اور راہ فرار اختیار کیے بغیر اسے کوئی چارہ نہ ہوتا---

علوم دینیہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیاسی بصیرت سے بھی نوازا تھا---آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بھرپور کردار ادا کیا---

تدریسی وانتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے درجن بھر تصانیف یادگار چھوڑیں---علم میراث کی شہرۂ آفاق کتاب ''سراجی'' کی اردو شرح اور علم منطق کی اہم کتاب ''قطبی'' کی عربی شرح کا آغاز کیا تھا مگر مصروفیات کی وجہ سے کام زیادہ آگے نہ بڑھ سکا---

فتاویٰ نصریہ کے علاوہ تمام رسائل و مقالات آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں شائع ہو گئے تھے، اب انہیں ''سترہ تقریریں'' کے نام سے یک جا کر دیا گیا ہے---

۱۳/ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/ ۱۹/ اگست ۱۹۷۸ء کو عین عالم شباب میں آفتاب علم و فضل غروب ہو گیا---

استاذ العلماء حضرت علامہ ابو الضیاء محمد باقر ضیاء النوری رحمۃ اللہ علیہ نے ولادت اور وصال کی تاریخ کو یوں بیان کیا:

''مرغوب علی'' شدہ ''مرغوب علیم''

۱۳۵۸ھ ۱۳۹۸ھ

آپ کے ہاں تین صاحبزادیاں اور چار صاحب زادے متولد ہوئے---حضرت علامہ ابو الفضل قدس سرہ العزیز کی شخصیت ایسی حیات افروز، ایسی دل نواز، ایسی باغ و بہار اور ایسی بھاری بھرکم تھی کہ ان کی خصوصیات کا احصاء چند سطور میں ممکن نہیں ہے--- مختصر یہ کہ آپ علم و فضل کا ایک گراں مایہ خزینہ، اسرار و رموز کا بیش بہا گنجینہ، تحقیق و تدقیق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور حقائق و معارف کا ایک پر بہار گلستان تھے---

(۲۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے، امام، زاہد، حافظ، مفتیٔ مدینہ تھے--- ابو عمر کنیت تھی، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ولادت ہوئی---

[سیر اعلام النبلاء، جلد۴، صفحہ۴۵۷]

ان کی شکل وصورت ہو بہو اپنے والد گرامی سے ملتی تھی، جب کہ وہ اپنے والد حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم شکل تھے--- زہد و تقویٰ میں سلف صالحین کا نمونہ تھے، بہت سادہ لباس زیب تن کرتے---[تاریخ دمشق، جلد۲۲، صفحہ۳۹]

جلیل القدر محدث تھے، امام زہری کی آپ سے روایات کو اصح الاسانید سمجھا جاتا ہے، یعنی زہری عن سالم عن ابیہ---[سیر اعلام النبلاء، جلد۴، صفحہ۴۷۹]

حضرت اون کا سادہ لباس پہنتے، سخت جان اور اپنے ہاتھوں سے مشکل اور سخت کام انجام دیتے --- ہر سال حج کرتے، فرماتے اگر چہ دم بریدہ گدھا پر سوار ہو کر جانا پڑے، حج کا ناغہ نہ ہونے دوں گا --- [تاریخ دمشق الکبیر، جلد۲۲، صفحہ۴۳]

طبیعت میں حد درجہ استغناء تھا، ایک بار حرم کعبہ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے کہا، میرے لائق کوئی خدمت ہو تو انجام دوں؟ --- فرمایا، اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ اس کے گھر میں اس کے سوا کسی اور سے مانگوں --- ہشام انتظار میں رہا، جب آپ باہر نکلے تو جا کر دوبارہ پیش کش کی اور کہا، اب تو حرم سے باہر ہیں، کچھ حکم فرمائیں --- آپ نے فرمایا: دنیا کی حاجتوں کے بارے مانگوں یا آخرت سے متعلق کچھ طلب کروں؟ --- ہشام نے کہا، دنیاوی ضرورتوں کے بارے حکم دیں --- فرمایا:

''جو دنیا کا مالک ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) اس سے دنیا مانگی نہیں اور جو دنیا کا مالک نہیں بلکہ خود محتاج ہے، اس سے کیسے مانگوں؟ ---

[تاریخ دمشق الکبیر، جلد۲۲، صفحہ۳۶]

ذی القعدہ ۱۰۶ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا --- [سیر اعلام النبلاء، جلد۴، صفحہ۵۸۱]

(۴۳) شیخ حاجی لال دین، لاہور کے تاجر تھے، ان کا لنڈا بازار لاہور میں وسیع کاروبار تھا، سند المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، حزب الاحناف لاہور سے شائع شدہ نمازوں کے دائمی نظام الاوقات کا نقشہ پہلی مرتبہ انہوں نے ہی چھپوایا تھا --- پھر مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے، بالآخر ان کی خواہش پوری ہوئی اور وصال کے بعد بقیع شریف میں تدفین ہوئی ---

صحیح العقیدہ سنی، بہت محبت اور ادب وعشق والے تھے، مسجد نبوی شریف میں پہروں حاضر رہتے، حرم شریف میں اشارے سے یا نہایت ہی دھیمی گفتگو کرتے --- آداب نبوی کا بہت لحاظ رکھتے، حضرت سیدی فقیہ اعظم سے عقیدت ومحبت تھی ---

اسفارِ حج و زیارت

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے

جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے

اصلِ مراد حاضری اس پاک در کی ہے

۱۹۶۰ء میں پہلی بار آپ حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے--- پھر مسلسل یہ کرم ہوتا رہا--- آپ نے کتنے حج کیے، یہ تعداد خود ان کو بھی یاد نہ تھی--- ایک بار راقم کے استفسار پر فرمایا:

''گنتی یاد نہیں رکھی، اصل مقصود حاضری ہے، جو ان کی نگاہ کرم سے ہو جاتی ہے''---

ایک بار اس عظیم احسان کا تذکرہ یوں فرمایا:

''بچپن میں کہیں ایک نعت کہی تھی، جس کا ایک شعر ہے:

میں صدقے خزانے بھرے تیرے مولا!

کدی کاسے بھر دے تو نوؔرِ گدا دے

میں نے اس دعائیہ شعر میں ''کاسہ'' کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ ''کاسے'' کہا تھا، چناں چہ ان کی بارگاہ سے کرم ہو ہی جاتا ہے کہ بار بار

بلا لیتے ہیں''---

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کو بیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی---
جن سالوں کی تاریخ روانگی مل سکی، اس کی قدرے تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں:

پہلا سفر حج و زیارت
(۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء)

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کو حج اور حاضریٔ مدینہ منورہ کی شدید تڑپ رہتی تھی، مگر دار العلوم حنفیہ فریدیہ کا ابتدائی دور تھا، زیادہ تر اسباق آپ ہی سے متعلق تھے، مزید براں وسائل کی کمی بھی تھی --- ادھر آپ کے والد گرامی کے دل میں بھی حاضریٔ حرمین کی لگن تھی --- وہ ذکر مدینہ پر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے --- حضرت فقیہ اعظم چاہتے تھے کہ پہلے انہیں بھجوایا جائے، چنانچہ اخراجات کا اہتمام کیا، جس میں زیادہ تر قرض کی رقم تھی، ۱۹۴۸ء میں انہیں حج کروایا --- ادائیگیٔ قرض سے سبک دوش ہونے کے بعد اپنی حاضری کی کوئی صورت نہ بن رہی تھی، جو کچھ جمع ہوتا ادارہ کی ضروریات کو اہم سمجھتے ہوئے اس پر صرف کر دیتے --- بالآخر اللہ تعالیٰ کے کرم سے حضرت کے مرید خاص حاجی رشید احمد نوری بھٹی کے دل میں خیال آیا کہ اپنے پیر و مرشد کی معیت میں حج کیا جائے --- چنانچہ عرض مدعا کے بعد اس وقت کے مصارف اڑھائی ہزار روپے پیش کیے --- ۱۹۵۸ء میں درخواست جمع کرائی

مگر منظور نہ ہوئی---ابھی شاید آپ کے جذبہ محبت کو مزید جلا ملنا تھی، کہ ۱۹۵۹ء میں بھی منظوری نہ آئی---بالآخر ۱۹۶۰ء میں تیسری بار درخواست جمع کرائی---اب چوں کہ آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ ابو الفضل فارغ التحصیل ہو چکے تھے اور گزشتہ دو تین سالوں کی تدریس سے انہیں خاصا تجربہ ہو گیا تھا، اس لیے ادارہ کے حوالے سے بھی بے فکری ہوئی، تو قرعہ اندازی میں آپ کا نام آ گیا، چنانچہ سفر حج و زیارت کے لیے پہلی بار ۹ر مئی ۱۹۶۰ء/ ۱۲ر ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ، بروز پیر بصیر پور سے روانگی ہوئی---
اس سفر سعادت کی رپورٹ استاذ العلماء حضرت مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ[۱] نے یوں تحریر فرمائی:

''حجۃ اللّٰہ الکبریٰ، آیۃ اللّٰہ العظمیٰ، الفقیہ الاعظم الحاج مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم و متولی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے برائے حرمین شریفین ۹ر مئی ۱۹۶۰ء، بروز پیر، صبح سات بجے دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور سے روانگی فرمائی---
۱۵ر اپریل کو منظوری اور تاریخ کی سرکاری اطلاع پہنچی تھی، یہ تیاری کے دن عجیب و غریب حالات کے حامل تھے، آپ کے رخ انور سے نضرت و نورانیت کی پے در پے جلوہ آرائیاں ظہور پذیر ہوتی رہیں--- روانگی کے دن تو آپ کے تصورات اور توجہات کا یہ عالم تھا کہ آپ کا رخ انور:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ○---

[القیامۃ:۲۲-۲۳]

''اس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے، ان کی نگاہیں دیدار الٰہی میں محو ہوں گی''---

کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا---حق یہ ہے کہ:

5

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک

آتشِ شوق تیز تر گردد

آپ کے رفقاء سفر مولانا حافظ سید محمد اصغر علی شاہ صاحب بخاری[۲]، صوفی رشید احمد صاحب بھٹی نوری اور میاں محرم دین صاحب روانگی سے ایک دن قبل بصیر پور پہنچ گئے---زیارت کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا--- آپ اکاون سیٹ والی سپیشل بس پر مع رفقاء کرام و دیگر خدام سوار ہوئے--- ابھی منٹگمری (اب ساہیوال) تک الوداع کے لیے جانے والے بکثرت باقی تھے اور وہ اڈے سے ایک مستقل علیحدہ بس لے کر روانہ ہوئے--- آپ منٹگمری پہنچے، جامعہ حنفیہ میں قیام و طعام وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز ظہر ادا فرمائی--- ایک مختصر سا جلسہ منعقد ہوا، جس میں مولانا ابو النصر منظور احمد شاہ[۳] نے حضور فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ کے اس مبارک سفر کے دوران جامعہ حنفیہ میں قدوم میمنت لزوم کا شکریہ ادا کیا اور اظہار فرح و مسرت کیا--- بعدہٗ مثالی صاحب[۴] اور دیگر شعراء و معتقدین اپنے اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہے---ابو الفیض مولانا علی محمد نوری صاحب نے اپنی فارسی نظم اور فقیر کی اردو نظم پڑھ کر سنائی--- تین اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:

شکرِ خدا کہ آج فقیہِ زمان کی

نہضت حضور پاک کے اس پاک در کی ہے

اے کاش ہوتے ساتھ ہی نوری فقیر بھی

یہ آرزو حضور کے دریوزہ گر کی ہے

حلقہ بگوشِ نور ، ضیاء بالدوام ہے

ضوءِ نور کی ملازمہ آٹھوں پہر کی ہے

سامعین کے علاوہ حضور فقیہ اعظم مد ظلہم العالی نے خاص کر ان دو نظموں کو بہت سراہا، پھر آپ نے دس پندرہ منٹ ارشادات فرمائے--- آپ نے فرمایا کہ بعض نے میرے لیے مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں، مجھے ایسے اشعار قطعاً پسند نہیں--- صدر صاحب (میری طرف اشارہ فرما کر) اور مولانا ابو الفیض صاحب کے اشعار مجھے بہت پسند آئے ہیں، ان کے الفاظ بہت جچے تلے ہیں، پھر تبرکات پر نہایت بہترین تبصرہ فرمایا--- سامعین بے حد محظوظ ہوئے، پھر سلام و قیام اور دعائے مخصوص سے فارغ ہوئے--- ساڑھے چار بجے شام وہی کار جو مولانا ابو الفیض صاحب شہر سے باہر استقبال کے لیے بھی لائے تھے، لے کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے، فقیر ساتھ ہی تھا--- ایک طویل و عریض جلوس کار کی دونوں جانب اور پیچھے آسماں شگاف نعرے لگاتا ہوا چلا، کچھ لوگ تانگوں پر اور کچھ ٹانگوں پر مع کار نہایت نرم رفتار سے چلتے چلتے اسٹیشن پر پہنچے--- کچھ ٹائم تھا، حضرت فقیہ اعظم مد ظلہم العالی نے نماز عصر پڑھائی، نمازیوں سے پلیٹ فارم کا ایک حصہ بھر گیا--- اب مصافحہ کرنے والوں نے پھر اپنا کام شروع کر دیا، اتنے میں تیز گام بھی گویا فقیہ اعظم زندہ باد کا نعرہ لگاتی ہوئی آ پہنچی--- ریزروسیٹوں کو تلاش کر کے خدام نے اپنے پیر و مرشد کو سوار کیا--- خدام ڈبہ میں آتے گئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے گئے--- فقیر سامان رکھوا کر دست بستہ اپنے آقا و مولیٰ کا رخ انور تاکتا رہا، بالآخر گاڑی چلنے کا وقت ہو گیا، فقیر بھی بغرض قدم بوسی آگے بڑھا، حضور نے پیار دیا، سینہ سے لگایا، شفقت بھرے ہونٹوں سے سر چوما، اطمینان دیا--- اب تیز گام نے اپنے قدم سنبھالے اور چلی--- فقیر مع بعض دیگر خدام چند اقدام ساتھ چلا، پھر دست بستہ

کھڑا ہو گیا--- جب گاڑی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تو بے ساختہ ایک آہ نکل گئی--- پھر اللہ کریم کا شکر ادا کیا کہ مولیٰ تعالیٰ نے حضور کو یہ سعادت بھی نصیب فرمائی، ان کے طفیل کبھی تو ہمیں بھی عطا فرمائے گا ہی--- اللّٰھم ارزقنا، آمین''---

[پمفلٹ قربانی، مطبوعہ انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور، جون ۱۹۶۰ء]

کراچی سے پہلا خط

کراچی پہنچتے ہی حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی کو خیریت نامہ تحریر کیا:

حاجی کیمپ کراچی
۱۱ر مئی، بوقت ۳ر بجے

بگرامی خدمت حضرت قبلہ ام مدظلہم العالی

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- مزاج گرامی؟--- بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے مورخہ ۱۰ر مئی بوقت گیارہ بجے دن حاجی کیمپ پہنچ گئے--- برمی (مولانا عبدالسلام) صاحب [۵] اور قاری عبدالمنان، مولانا حکیم تجمل حسین خاں صاحب اسٹیشن پر موجود تھے، کل ہوٹل میں ٹھہرے مگر اب حاجی کیمپ آ گئے ہیں، امید کہ مورخہ ۱۶ر مئی کو پروازِ حجاز کریں گے--- دعاؤں سے پوری طرح امدادِ پرزور فرماتے رہیں تو امید کہ ضرور کامیابی ہو جائے گی--- ہاں، دعاؤں کی ہر وقت اشد ضرورت ہے، خصوصاً اس سفر پاک میں--- سب خورد و کلاں سے درجہ بدرجہ سلام و پیار، خصوصاً طلبائے کرام سے اگر کوئی میرے اوپر ناراض ہو تو معاف کر دے---

آیت کریمہ اور درود شریف کے ختم ہر جمعرات یا جمعہ کامیابی سے ہوتے رہیں تو بہت اچھا ہے---والسلام

کراچی سے دوسرا خط

جدہ روانگی سے دو روز پہلے درج ذیل عریضہ والد گرامی کے نام بھیجا:

عالی جاہ، جائے پناہ حضرت قبلہ ام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---مزاج گرامی؟---فقیر بخیر و عافیت خواہِ مزاجِ سامی ہے---بفضلہٖ وکرمہ تعالیٰ قطعاً کوئی تکلیف نہیں---کراچی کی آب وہوا بھی موافق آ گئی ہے---کل ان شاء اللہ تعالیٰ، سوموار اور منگل کی درمیانی رات روانگی ہے--- بڑی کوشش کے باوجود بھٹی صاحب (حاجی رشید احمد نوری) ہمارے ساتھ نہیں جارہے، بلکہ دو دن بعد کی امید ہے--- سب افسوس کرتے ہیں، مگر بڑے افسروں کے نوٹس اور رجسٹروں میں تحریر ہو گیا کہ ان کے ٹیکے لگنے ہیں، تو اب کوئی صورت نہیں نکلتی--- امید غالب کہ وہ تیسرے دن مکہ شریف مل جائیں گے---

ہماری واپسی ٹکٹوں پر ۱۸/جون ۶۰ء، صبح سات بجے روانگی جہاز ہے، مگر پختہ ارادہ ہے کہ کوشش کریں گے کہ تاریخ واپسی بدلا کر ذرا ٹھہر کر آئیں--- معلم کے ایجنٹ نے بھی کہا ہے کہ بہت سے لوگ واپسی میں جلدی کرتے ہیں تو موقع مل سکتا ہے--- اگر نہ بدلوا سکے تو پھر امید کہ ۲۰/جون تک بصیر پور پہنچ سکیں گے---مگر خواہش تو یہی ہے اور ہونی بھی چاہیے:

مدینہ جاؤں، پھر آؤں، مدینے پھر جاؤں
اسی میں عمر تمامی تمام ہو جائے

عینک خریدنے کی وجہ

آتے ہوئے میری عینک دفتر میں رہ گئی، جو میں ضرور لانا چاہتا تھا، روضہ انور کی زیارت کے لیے--- تو اب کراچی سے خرید لی ہے، ۲۳/روپے میں، کہ ایک ضروری مقصد فوت نہ ہو--- اب نئی عینک سے زیادہ واضح نظر آتا ہے---

یہاں کے کئی علماء ملے ہیں، مکبر الصوت کے لیے بڑے رطب اللسان ہیں---مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی[٦] ہندوستان ہیں، آنے والے ہیں--- کچھ کتابیں یہاں سے دارالعلوم کے لیے خریدی ہیں، حافظ رحمت علی[٧] لیتے آئیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ---بل خیال سے رکھیں، بل کی قیمت ذاتی رقم کی ہے، دارالعلوم سے وصول کرلیں---

بھٹی صاحب، شاہ (سید اصغر علی) صاحب، حافظ رحمت علی، (حافظ) محمد یونس[٨] (مؤخرالذکر دونوں حضرات الوداع کہنے کراچی گئے تھے) سب راضی ہیں، سلام عرض کرتے ہیں---میری طرف سے سب خورد و کلاں کو درجہ بدرجہ سلام، خصوصاً مولوی عبدالرحمٰن[٩] ابن المحقق کو---

صحت بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ اچھی ہے اور طبیعت بہت خوش و خرم ہے، باوجودیکہ کراچی سیر و تفریح (Morning Walk) میں کئی کئی میل پیدل بھی چلتا ہوں، مگر بڑے آرام سے ہوں، و الحمد للّٰہ تعالٰی--- آج صبح محلّہ محمد آباد میں دعوت ہے اور شام کو پیر الٰہی بخش کالونی میں---

(روزانہ) صبح درس دے رہا ہوں---

تمام طلبہ کرام کی سہولت و آرام کا خیال رکھا جائے---

و هو الحافظ و الناصر الحق المبين حسبنا الله و نعم الوكيل و لا حول و لا قوة الّا به وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و صلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه و آله و اصحابه و بارك و سلم ---والسلام

الفقير ابوالخير محمد نور الله نعيمي غفرله

۱۵ر مئی ۱۹۶۰ء

کراچی سے تیسرا خط

حجاز مقدس روانگی سے ایک روز پہلے کراچی سے یہ خط تحریر فرمایا:

عزیز القدر مولانا ابوالفضل محمد ظہور اللہ [۱۰] وصوفی ہاشم علی [۱۱] صاحبان سلمہم المولیٰ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ--- بعداز دعوات عافیت دارین آں کہ اب ہم بستر باندھ کر بالکل تیار بیٹھے ہیں اور رات طیارہ کی پرواز طے ہو چکی ہے---

و افوضكم الى الله الحي القيوم الذى يحيي و يميت و هو يتولى الصالحين و هو حسبنا و نعم الوكيل نعم المولىٰ و نعم النصير و لا حول و لا قوة الا بالله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو الحق المبين---

ہمارے معلم احمد سقطی ہیں..........---- میری صحت ٹھیک ہے، بلکہ گمان سے زیادہ طاقت محسوس کر رہا ہوں--- دعاؤں سے یاد رکھنا، محمد محبّ اللہ کو پیار و دعا وسلام--- (جب خط لکھو تو) اس کے دستخط بھی کروانا

خط پر---

حضرت قبلہ ام مدظلہم العالی اور باقی سب خورد و کلاں سے درجہ بدرجہ سلام، سب طلباء کرام اور نمازیوں کو بھی سلام محبت وانس---

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۱۹/ ذی القعدۃ المبارکۃ ۱۳۷۹ھ

۱۶/ مئی ۱۹۶۰ء، بوقت تین بج کر بتیس منٹ شام

کراچی سے چوتھا خط

اسی روز ایک اور خط تحریر فرمایا:

عزیزی ابوالفضل فضلك الله تعالٰی

علٰی کثیر تفضیلا کثیرا کثیرا

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ ہم بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور سامان تقریباً سب اکٹھا کر چکے ہیں--- آج اس کا وزن کرانا ہے اور بوقت شام ہوائی اڈہ کو روانہ ہونا ہے--- وہاں احرام باندھ کر پرواز کرنی ہے، ان شاء ربنا الرحمٰن المستعان--- کراچی کی آب وہوا کا اثر قدرے بھٹی صاحب پر ہوگیا ہے نزلہ کا، ویسے وہ بھی خیریت سے ہیں--- وہ ۱۸ یا ۱۹/ مئی کو روانہ ہوں گے، ہم مکہ مکرمہ میں ۱۹/ تک ان کا انتظار کرلیں گے، آ گئے تو اکٹھے، ورنہ ہم جدہ واپس آجائیں گے اور یہاں سے وہ مل جائیں گے تو اکٹھے مدینہ سرور سینہ وسکینۂ ایمان کے لیے پرواز کریں گے--- ان شاء اللّٰہ تعالٰی و ھو حسبنا و نعم الوکیل

سب امور درون و بیرون حضرت رب العالمین جل وعلا کے سپرد ہیں، تم لوگوں کا کام اپنی ڈیوٹی دینا ہے، اس میں کوئی کوتاہی نہ ہونے دیں--- ہر کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے اور امرھم شوریٰ پر بھی نظر رہے، مگر دل سے اسی وحدہٗ لا شریك له پر متوکل رہیں---

کل شام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خصوصی شاگرد (جو دستار فضیلت بھی مولانا امجد علی صاحب [۱۲] کے ساتھ پڑھ کر حاصل کیے ہوئے ہیں اور حضرت وصی احمد سورتی [۱۳] کے بھی شاگرد ہیں) ملے، وہ مکبر الصوت پہلے کا دیکھے ہوئے تھے اور ایک سید صاحب (قاضیٔ آگرہ (بوقت مغل حکومت) کی اولاد سے) بھی ملے، وہ بھی باقاعدہ دیکھ چکے تھے، دونوں حضرات کو میرا علم ہوا تو مولانا محمد شریف صاحب کے مکان پر بڑی خوشی و جوش مسرت سے تشریف لائے اور بالکل ہم نوا تھے--- قاضی صاحب نے کچھ سوالات ایک ماہر اصوات بڑے افسر کے نام لکھے ہوئے ہیں، وہ وعدہ لے چکے تھے کہ سرکاری طور پر جواب دیں گے، وہ سوالات مجھے دکھائے کہ کیا یہ کافی ہیں؟--- تو میں نے نمبر ۶ کا اضافہ کیا، جو بڑی خوشی سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید نے لکھا--- وہ یہ ہے:

''صدا صوت اوّل کا عین ہے یا کوئی نئی چیز ہے؟''---

بہر حال بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مکبر الصوت کراچی کے کئی علماء کے پاس پہنچا ہوا ہے اور ماسوائے چند مخصوص کے سب قائل ہیں--- ہاں! مفتی عبدالحفیظ [۱۴] صاحب کے صاحبزادہ صاحب (مفتی محمد حسن حقانی [۱۵]) بھی بڑی تواضع سے ملے تھے، ان کے پاس بھی رسالہ (مکبر الصوت) تھا--- باقی ہر طرح خیریت ہے، محمد محبّ اللہ کو خصوصی دعا وسلام و پیار اور دوسرے سب

خورد و کلاں خصوصاً حضرت قبلہ ام مدظلہم العالی اور دعاؤں کی التجا---

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

لفافہ پر ۱۶؍مئی ۱۹۶۰ء درج ہے

مکتوب مکہ

مکہ مکرمہ پہنچتے ہی اپنے والد گرامی کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا:

یا سیدی و ابی آویٰہ ربہ تعالیٰ برحمتہ و فضلہ

فی الدارین خیرا کثیرا

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- احمد اللّٰہ تعالیٰ الیك و اصلی علیٰ حبیبہ الانور و اسلم ---مزاج گرامی؟---کل صبح سویرے ایک ہی پرواز میں جدہ مبارکہ وارد ہوئے اور دوپہر کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے--- نماز ظہر سے قبل بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ طواف وحاضری کی دولت نصیب ہوئی اور حجر اسود کو کئی بوسے دیے، زمزم شریف خوب پیا، مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کی، صفا ومروہ کی سعی کی---مسعیٰ میں بڑا کھلا دالان بن گیا ہے، سایہ ہی سایہ ہے---

اب حرم پاک میں حاضر ہوں، کعبہ مبارکہ کو دیکھ کر خط لکھ رہا ہوں--- یہ محض فضل ربّ ھٰذَا الْبَیْت ہے کہ میرے جیسے ذلیل وبدکار پر اتنا کرم فرمایا--- میں لرز رہا ہوں اپنی کوتاہیوں اور بےعملیوں سے---محض اور محض فضل عمیم ہو جائے تو کیا کہنا، ورنہ میں کس قابل ہوں ....---

پرسوں مدینہ شریفہ جانے والوں کی آخری تاریخ ہے، ورنہ بعد از حج اجازتِ حکومت ہوگی--- دل برائے حاضریٔ شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین ﷺ

کشاں کشاں ہے---- اس کے فضل کریم سے امیدیں وابستہ ہیں---
بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ صحت اچھی ہے، دعاؤں سے یاد رکھیں--- لطف یہ کہ
گھر سے روانگی کے بعد آج تک کوئی اخبار نہیں پڑھا--- حضرت رب العالمین
جل وعلا مجذوب محبت خاصہ مع الاستقامت سے نوازے تو اس کے خصوصی
فضل وکرم سے کچھ بعید نہیں--- دعائیں تو سب کے لیے کر رہا ہوں---

و السلام مع الاکرام

مندرجہ بالا مضمون لکھنے کے بعد بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ طواف کیا اور بعد ازاں
زم زم شریف آپ کی شفا کے لیے پیا، و ھو الشافی---

الفقیر حاضر الحرم الکریم ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۲۳/ ذی القعدۃ المبارکۃ ۱۳۷۹ھ/ ۱۸/ مئی ۱۹۶۰ء

اسی خط کی پشت پر تحریر فرمایا:

''ہوائی جہاز کی کراچی، جدہ سات گھنٹہ پرواز تھی (اس سے اندازہ ہوتا ہے
کہ اس وقت جہاز سست رفتار تھے--- [محبّ نوری]) چائے، برفی، انڈے،
پانی اور فروٹ ملتے گئے--- امید غالب کہ آج ہی روانہ طیبہ مبارکہ
ہو جائیں گے--- و الحمد للہ رب العٰلمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ
حبیبہ و آلہ و اصحابہ و سلم''---

۱۹/ مئی ۱۹۶۰ء، بروز جمعرات

مکتوب مدینہ منورہ

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے والد گرامی کے نام مکتوب میں

حالات سفر سے آگاہ کیا، چوں کہ یہ پہلا سفر مدینہ طیبہ تھا، اس لیے راہِ مدینہ میں واقع پہاڑوں کی زیارت بھی کرنا چاہتے تھے، جنہوں نے سرکار ابد قرار ﷺ اور اصحاب رسول ودیگر اخیار امت کی زیارت کی تھی، پہلے مدینہ منورہ بذریعہ جہاز حاضری کا ارادہ تھا، مگر پھر بس کے ذریعے پہنچے --- رات کی تاریکی میں یہ خواہش پوری ہونے کے بظاہر امکانات نہ تھے، مگر اس کی بھی صورت نکل آئی ---

حضرت محترم المقام الوالد الماجد مد ظلھم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ --- و بعد بمنہ تعالٰی وصلت المدینۃ المنورۃ یوم الجمعۃ قبل الھجیر بخیر و عافیۃ و ذٰلك بفضل اللّٰہ تعالٰی و ببرکۃ دعائکم الصالح و انی لقائم لکم بالدعاء فی روضۃ الرسول الاعظم صلی اللّٰہ علیہ و سلم و فی جمیع الاماکن المقدسۃ بان اللّٰہ یبلغکم المقصود و یجعلکم من القادمین الٰی زیارۃ قبر الرسول صلوات اللّٰہ علیہ و سلامہ فی الاعوام القادمۃ انہ سمیع مجیب الدعوات مع ابلاغ تحیاتنا الٰی کل من حضرات ---

الحمدللہ تعالٰی کہ ۱۹ر مئی کو ہی (حاجی رشید احمد نوری) بھٹی صاحب کو عمرہ سے فارغ کرنے کے بعد خلاف معہود و ماموں فوراً بس کا انتظام ہو گیا اور پورے بارہ بجے (عربی ٹائم کے مطابق) بوقت غروب مغرب روانۂ طیبہ طیّبہ ہو گئے --- باوجودیکہ یہاں کی بسوں کے سامنے کوئی جھروکا ہوا کا نہیں ہوتا، مگر تکلیف گرمی وغیرہ کی نہ ہوئی، بلکہ بفضلہٖ وکرمہٖ تعالٰی بَـرْدًا وَّ سَلَامًا کا سماں پیدا ہو گیا ---

خیال آیا کہ رات اراضی وجبال ورمال مقدسہ کی باقاعدہ زیارتیں نہیں ہو رہیں

تو اس کا حل نکل آیا --- ڈرائیور نے سرابـــغ میں لاری روک کر کہا، یہاں آرام کر لیں --- چار پائیاں کافی تھیں، مسافر لیٹ گئے، نیند آ گئی --- نماز فجر ادا کر کے روانہ ہوئے، دیدار ہوتے گئے --- جب مدینہ منورہ کی حدودِ حرم کے نزدیک ہوئے تو نورانی پہاڑیاں اور پتھر کھل کھلا کر تبسم کرتے دکھائی دینے لگے ---

حاضری مبارک بفضلہٖ وکرمہٖ ہوئی --- تفصیلِ فضلِ جلیل مشکل ---

خواجہ غلام قطب الدین تونسوی اور بعض دیگر حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں، آج مولانا ضیاء الدین صاحب سے، جو پچاس سال سے یہاں ہیں، ملاقات ہوئی، بہت خوش ہوئے، کئی معلومات متعلقہ مدینہ طیبہ حاصل ہوئیں --- مسجد قبا اور مساجد خمسہ کی زیارتیں آج کیں، صبح حافظ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی [۱٦] کے ساتھ مل کر زیارتیں کرنی ہیں ---

بس پر حاضر ہوئے کہ بچت ریال نکل سکے تو (بعد از حج) دوبارہ حاضری کی کوشش کر سکیں اور زیارت اراضی مقدسہ ہو سکے ---

صحت بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ ٹھیک ہے --- سب رفقاء تن درست و خوش وخرم ہیں --- وہ اشعارِ قبلہ ام مدظلہم فقیر نے اور بھٹی صاحب نے (مواجہہ عالیہ) پڑھ کر پیش کر دیے ہیں --- سب سے درجہ بدرجہ سلام و دعا ---

والسلام مع الاکرام

آج تک کسی کا کوئی خط نہیں ملا، مگر کوئی حرج نہیں، بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ بے فکر ہوں ---

سن رہے ہیں کہ تین ذی الحجہ کے بعد یہاں (مدینہ منورہ میں) نہیں رہنے دیتے اور (تب) دس دن بھی ہو جائیں گے، باذنہٖ تعالیٰ ---

دعائیں جاری رکھیں، کامیابیٔ ظاہر و باطن کی اور برقراریٔ صحت کی---

ابوالخیر غفرلہ

۲۵/ذی القعدۃ المبارک ۱۳۷۹ھ/۲۱/مئی ۱۹۶۰ء

بارگاہِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عریضہ

اس مکتوب میں جن اشعار کا ذکر ہے، وہ حضرت فقیہ اعظم کے والد گرامی حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷/رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ/۵/مارچ ۱۹۶۱ء) کا سادہ پنجابی لہجے میں منظوم عریضہ تھا، جو آپ نے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو مواجہہ عالیہ پر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کرنے کے لیے دیا تھا--- مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں درج کر دیا جائے--- حضرت بابا جی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض گزار ہیں:

اوّل حمد ہزار الحمد للّٰہ کارن ذات حضرت ذوالجلال تائیں
پھر لکھ صلوٰۃ سلام ساتھوں اتّے نبی تے آپ دی آل سائیں
ابوبکر تے عمر، عثمان، حیدر، ہور سب اصحاب کمال سائیں
اس تھیں بعد عاجز عرض لکھدا اے سنیں نال کمال خیال سائیں
''المکتوب نصف الملاقات'' آکھن تا نہی لکھدا ہاں اپنا حال سائیں
تیری وچہ درگاہ دے پیش کریں عرض اس فقیر دا ''لال'' سائیں
تیرے ہجر دی کرد نے گرد کیتا ہن تاں مکھ توں لاہ رومال سائیں
اساں عاجزاں تے بدکاریاں دی عید دید ہے پاک جمال سائیں
میرے سب گناہ بخشوا دیویں تیری من دا رب مقال سائیں

تیرے باجھ کیہڑا مددگار میرا ڈبدے پئے نوں آپ سنبھال سائیں
تیری شرع دا وی پورا پاس رہے نالے حال رہے بر حال سائیں
صدقہ فاطمہ دا نالے لال اُس دے ماں اس دی اہل کمال سائیں
صدقہ عائشہ دا نالے باپ اُس دا ، صدقہ عمر دا من سوال سائیں
مرنوں بعد رکھیں سدا نال اپنے ، کراں دید تے ہوواں نہال سائیں
صدقہ شاہ صدیق صدیقؓ تائیں بخشیں اپنا پاک جمال سائیں

والد گرامی کے نام ایک اور خط

والد گرامی کے نام مدینہ منورہ سے ہی ایک اور مکتوب بھجوایا:
''من المدينة المنورة قبل العصر يوم الخميس
۲۶رمئی ۱۹۶۰ء

بملاحظہ عالیہ عالی جناب حضرت قبلہ ام مدظلہم العالی
السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ --- مزاج گرامی؟ --- بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ ہم خیریت سے ہیں، صحت ٹھیک ہے، یہی حقیقی دار الشفاء ہے --- کونین کے مالک ﷺ کے زیرسایہ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن جل و علا --- ہم جمعۃ المبارکہ کے روز مدینہ طیبہ پاکستانی (وقت کے مطابق) دس بجے کے قریب وارد ہوئے --- کمرہ بڑا ہوادار ملا ہے، پانی وطہارت کا اچھا انتظام ہے --- سامان رکھا، طہارت وغسل وغیرہ سے فارغ ہوتے ہی حاضری پاک کے لیے روانہ ہوئے، مگر مسجد پاک حاضرین وحاضرات سے کھچاکھچ بھر چکی تھی اور باہر بھی کئی صفیں تھیں --- مجبوراً دروازہ پر تھوڑی سی

جگہ روک کر بیٹھ گئے اور وَ کَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ[۱۷] یاد آ گیا---
مگر تھوڑی دیر کے بعد فضیلت مسجد مقدس کا خیال آیا تو اٹھ کر توکلاً علی اللہ
آگے بڑھنے لگے، مگر جگہ کہاں؟--- جہاں کبوتروں کو دانہ ڈالتے ہیں
(اندرونی صحن، جہاں اب چھتریاں ہیں[محبّ]) وہاں بھی لوگ
کھڑے ہو رہے تھے اور جگہ بھی تھی--- دوستوں نے وہاں پڑھنا پسند کیا،
خطبہ کا وقت تھا، مگر گرمی بھی اپنے پورے شباب پر تھی، ہر طرف گرم پتھر تھے،
میں بیٹھ تو گیا مگر فوراً خیال آیا کہ یہاں بیٹھنا سخت مضر ہے، تو شمالی مسجد کی جانب
واپس ہوا مگر جگہ کا نام نہیں--- چلتا ہوا جلدی سے یوں ہی دو صفوں کے درمیان
کھڑا ہو گیا اور حسن اتفاق سے حضور پرنور ﷺ کے صدقہ ڈاکٹر محمد حسن[۱۸]
منٹگمری والے وہیں بیٹھے تھے--- مجھے دیکھ کر بلا لیا اور خود تکلیف اٹھا کر
جگہ دے دی--- بس یہ تھوڑی سی تکلیف بالکل برائے نام صرف وقتی طور پر ہوئی
اور بفضلہٖ تعالیٰ بالکل محفوظ رہا--- میاں محرم دین بھٹی صاحب وہیں
دھوپ میں بیٹھے رہے، خطبہ سن کر نماز ادا کی تو محرم دین کو سخت بخار ہو گیا
مگر حسن اتفاق سے لاہور کے ڈاکٹر صاحب بالکل ہمارے پڑوس میں آ ٹھہرے
اور خاص خیال سے علاج کیا تو وہ بھی تن درست ہو گئے---

آپ پرزور دعائیں جاری رکھیں، اب تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور
امید ہے کہ آئندہ بھی فضل ہی فضل ہوگا---

مکہ مکرمہ میں ہماری روانگی کے بعد سنا ہے بارش ہوئی ہے، یہاں بھی
بادل ہو رہے ہیں--- مجھ سے کئی گنا کمزور اور معمر مرد و زن عازمین حج ہیں---
سرد ملکوں والے بھی ہیں--- بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ کوئی خطرہ نہیں---
آپ کے لیے بڑی دعائیں کر رہا ہوں، صحت کا کیا حال ہے؟---

چار پائیاں مکہ مکرمہ اور یہاں کرایہ پر مل گئی ہیں--- کھانے کا بھی آرام ہے، کوئی فکر نہیں ہے--- ....نمازوں کا باقاعدہ اعادہ ہو رہا ہے--- مالٹے، کیلے، سیب، انگور، ناشپاتی، تربوز، خربوز بڑے عمدہ ملتے ہیں، مگر میں خربوز و تربوز نہیں کھاتا، گھر بھی کم کھاتا ہوں---

سب اندرون و بیرون طلبہ و نمازیوں اور دوستوں کو درجہ بدرجہ دعا و سلام---

والسلام مع الاکرام

ان شاء اللہ تعالیٰ پرسوں اتوار کی شام واپسی مکہ مکرمہ ہے اور بعد از حج مبارک دوبارہ حاضریٔ طیبہ طیبہ کی کوشش ہے--- واپسی ہوائی جہاز ۱۸/جون، صبح سات بجے، یعنی تقریباً ۲ بجے شب پاکستانی روانگی سن رہے ہیں--- ۱۸/ہی کو بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ کراچی پہنچ جائیں گے اور ۱۹/کو صبح پونے دس بجے کراچی ایکسپریس کے ذریعہ سمہ سٹہ اور وہاں سے گاڑی بدل کر ان شاء اللہ بارہ بجے دن، ۲۰/جون، بروز پیر شریف وارد بصیر پور ہوں گے--- صحت بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ نہایت اچھی ہے--- یہ محض اور محض فضل خصوصی ہے، قطعاً کوئی فکر نہ فرمائیں، ہاں دعاؤں میں یاد رکھیں گے ہی---

استقبال کی خواہش نہیں، بلکہ عوام باعث اذیتِ شدیدہ بنتے ہیں، اس کا خاص خیال رکھیں--- (آتی دفعہ) منٹگمری اسٹیشن پر مجھے سخت تکلیف ہوئی اور دوسرے دن تک کافی اثر رہا---

جنت البقیع شریف [۱۹] کے دروازہ پر کھڑے ہو کر سلام و فاتحہ پڑھ لیا ہے، آگے جانے کی جرأت نہیں کر سکا--- شموس و اقمارِ ملت بظاہر بے نشاں نہاں ہیں، تو خطرہ ہوا کہ کہیں کسی پر پاؤں نہ پڑ جائے--- اُحد شریف بھی ڈرتے ڈرتے حاضری دی---

دلِ مجنوں تو یہی چاہتا ہے کہ یہیں حاضر رہوں، زیادہ زیارتیں نہیں کر رہا،

’’یک در گیر محکم گیر‘‘ کی چاہت ہے‘‘---

[مکتوب بنام والد گرامی بابا جی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

محررہ ۲۷رمئی ۱۹۶۰ء، جمعۃ المبارکہ]

اعزہ کے نام گرامی نامہ

مدینہ منورہ ہی سے اعزہ کے نام ایک مکتوب تحریر فرمایا:

’’عزیز القدر علامہ ابو الضیاء ابو البقاء[۲۰] ابو الحقائق[۲۱]

ابو الفضل داموا بالعلم و العمل و الفضل

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت عامہ وتامہ دارین آنکہ ہم بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور بڑے سرور وحبور وسرود سے ہیں--- شہنشاہِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ خصوصی یہ قسمت کے ہرے بھرے دن، ان کا کیا کہنا، و الحمد للّٰہ تعالیٰ وحدہ لا شریك له--- بے اعتدالی و بے چینی حرکات والوں کو سپاہی کچھ کہہ لیتے ہیں مگر ہمیں تو بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ کچھ نہیں کہتے، بلکہ خود جگہ دیتے ہیں--- آج تو مجھے خصوصی طور سے اهلاً اور مرحبا وسلام کہا--- مختلفہ طبائع، متنوعہ جذبات، رجال ونساء پر کنٹرول کوئی آسان کام نہیں--- بعض وقت بے جا حرکات کا ارتکاب بھی کر جاتے ہیں---

خلاف عادت وطبیعت بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ بالکل خیریت وصحت سے ہوں--- کراچی، جدہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سب جگہ کوئی تکلیف نہیں ہوئی--- گرمی ہے مگر ہمارے علاقہ سے زیادہ قطعاً نہیں--- کل شام یہاں بادل تھے اور بعد میں قدرے چھینٹے بھی پڑے--- چاند نظر نہیں آیا مگر ریڈیو کی خبر ہے کہ مصر میں نظر آ گیا ہے--- حکومت ہمیشہ چار پانچ تاریخ کے قریب

اعلان حج کرتی ہے---ہاں عام خیال یہی ہے کہ امسال حج اکبر ہے---
یرزقنا اللّٰہ تعالٰی مبرورا و منظورا

یہاں مولانا ضیاء الدین صاحب سیال کوٹی، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ معمر، با اخلاق عالم دین ہیں، بڑی محبت سے ملتے ہیں--- **مکبر الصوت** پڑھ رہے ہیں اور پسند کرتے ہیں---

میرا مرغوب پھل مالٹا نہایت عمدہ، لذیذ، بہترین بکثرت ملتا ہے--- تربوز نہایت عمدہ بکثرت ملتے ہیں، مگر اب تک کھائے نہیں--- مجھے حفظانِ صحت کا بھی کافی خیال رہتا ہے کہ ادائیگئ مناسک و حاضری میں کوتاہی نہ ہو---صحت کا اس نظریہ کے ماتحت خیال رکھنا شرعاً محمود ہے، بلکہ بفضلہٖ وکرمہٖ تعالٰی..................ہے---[۲۲]

بصیر پور سے یہاں طبیعت کافی ہشاش بشاش ہے---یہ محض فضل وکرم ہے اور میری تو عمر ہی یوں گزر رہی ہے، خلافِ توقع اضطرابی ادوار بھی خصوصی سکون سے گزرتے ہیں---تحریک کے دنوں میں بھی یہی لطف ہوئے تھے---شریعت غراء پر عمل دل سے پوری کوشش سے کرتے رہیں--- ہر قسم کی خیانت سے پوری پرہیز رہے---خلوص و اخلاص و اتفاق سے وقت بسر کریں، یہ دنیا لہو ولعب ہی تو ہے---

مولوی سراج الدین صاحب[۲۳]، صوفی ہاشم علی نوری صاحب، قاری غلام رسول صاحب[۲۴]، ماسٹر غلام محمد صاحب[۲۵] سب سے سلام محبت اور تاکید محنت اور طلب دعا---فقیر بھی دعائیں کر رہا ہے--- حضرت ماموں[۲۶] (مولانا محمد سلطان) صاحب سے سلام نیاز معروض--- مولوی محمد ظہور اللہ کے لیے بھی خصوصی دعائیں کر رہا ہوں، خوب یاد ہے، بے فکر رہے"---

[محررہ ۲۶رمئی ۱۹۶۰ء]

مکہ مکرمہ سے والد گرامی کے نام خط

گیارہ دن مدینہ منورہ قیام کے بعد مکہ مکرمہ پہنچے، وہاں سے اپنے والد گرامی کو عریضہ تحریر کیا:

عالی جناب قبلہ ام مدظلہم العالی بالمعالی فی الدنیا و الآخرۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ---مزاج گرامی؟---

بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ کل مدینہ منورہ سے گیارہویں روز واپسی ہوئی، آٹھ دن ہی رہنے دیتے ہیں اور پھر روزانہ کا ریال وصول کرتے ہیں، مگر ہمیں کچھ نہیں دینا پڑا---گیارہ دن مل گئے، بڑا سرور ہوا............---

بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ بالکل خیریت سے ہوں اور خلاف عادت وخلاف توقع صحت بہت اچھی ہے--- گرمی وہاں سے زیادہ نہیں بلکہ میرے اندازہ کے مطابق کافی فرق ہے، وہ جیٹھ کی گرمی (پاکستان جیسی) یہاں اب تک نہیں محسوس ہوئی---کل یہاں آتے ہی کافی خط ملے، پہلے کوئی نہیں ملا تھا--- یہاں بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ سکون وآرام ہے، یہ محض اور محض فضل ہیں، زبان وقلم قاصراز بیان ہیں---

مورخہ ۱۸/جون کو امید کہ کراچی پہنچ جائیں گے، بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ--- اور اگر اسی دن تیز گام مل گئی تو ۱۹/جون کو منٹگمری (حال ساہیوال) اتر کر اسی روز ان شاء اللہ تعالیٰ قدم بوس ہوں گے، ورنہ دوسرے دن یعنی ۱۹/جون کو کراچی ایکسپریس کے ذریعہ سمہ سٹہ اور رات اڑھائی بجے اس گاڑی پر جو بصیر پور پونے بارہ بجے پہنچاتی ہے، بیٹھ کر ۲۰/جون کو بصیر پور حاضری ہوسکتی ہے--- ہاں! ہوسکتا ہے کہ جہاز قدرے لیٹ ہوجائے تو فکر بالکل نہ فرمائیں---

بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ امسال حج اکبر ہے، یہ عام مشہور ہے، معلم نے کہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں چاند نظر آ گیا ہے اور قاضی نے باقاعدہ حکم لگا دیا ہے، تو پہلے کی نسبت ہجوم بھی زیادہ ہے--- میں جو معمولی اجتماعات میں بھی پریشان ہو جاتا ہوں، اب انسانوں کے بحر زخار میں ہشاش بشاش ہوں، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ اِنْعَامِہٖ---

ہاں بے ادبوں کی اداؤں سے جو احترامات مساجد مطہرہ و مقامات مبارکہ کی پروانہیں کرتے، تکلیف روحانی ہوتی ہے--- مگر کسی سے جھگڑا وغیرہ برائے نام بھی نہیں، وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِزْرَ اُخْرٰی---[۲۷]

بہر حال میں بڑا صحت مند ہوں اور آپ کی صحت مندی سے خورسند--- باقی عزیزوں اور بزرگوں کی صحت مندی اور دار العلوم کی بخوبی روش کی خبروں سے خوش ہوں--- صبح منیٰ روانگی ہے، زیادہ لکھنے کی فرصت نہیں ہے--- سب کو سلام و دعا، میں سب کے لیے دعائیں کر رہا ہوں---

پر زور خصوصی دعاؤں سے باقاعدہ مدد فرماتے رہیں، تاکید اکید ہے---
محب اللہ کے دستخط دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی--- سب کو پیار و دعا---

و السلام مع الاکرام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

تجاہ بیت اللہ الشریف فی المسجد الحرام

۷/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۷۹ھ/ یکم جون ۱۹۶۰ء، بروز بدھ

کعبۃ اللہ میں داخلہ کی سعادت

حضرت فقیہ اعظم کے رفیق سفر حاجی رشید احمد نوری بیان کرتے ہیں کہ فریضہ حج

ادا کرنے کے بعد ایک روز ہم حرم شریف میں تھے، کعبہ شریف کا دروازہ کھلا، لکڑی کی سیڑھی لگائی گئی، رش بہت تھا، میں نے عرض کی، آگے آگے میں چلتا ہوا راستہ بناتا ہوں، کعبہ شریف کے اندر داخلہ کی کوشش کرتے ہیں---فرمایا، تم جاؤ---میں داخل ہوا، تو دیکھا کہ آپ پہلے ہی کعبہ مشرفہ کے اندر موجود تھے---ہوا یوں کہ کعبہ شریف کے دروازہ کے اندر کھڑے ایک شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ اس نے نیچے کھڑے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا، تو اس نے حضرت کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا، جب کہ دوسرے نے آپ کے ہاتھوں کو پکڑ لیا، یوں آپ فوراً کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہو گئے اور

مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا---

''جو کعبہ میں داخل ہوا، امن پا گیا''---

کی بشارت سے بہرہ یاب ہوئے---

حضرت فقیہ اعظم کی سفر مقدس سے واپسی

اس سفر سے واپسی کے بارے میں حضرت ضیاء العلماء مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں یوں لکھتے ہیں:

''بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، فقیہ اعظم، محدث پاکستان، حضرت الحاج مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب القادری النعیمی بانی و متولی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور مدظلہم العالی کے سفر مبارک حجاز مقدس کا اجمالی بیان ملاحظہ فرمائیں، تفصیل کی گنجائش نہیں:

کہ تفصیلش بحرف اندر نہ گنجد

آپ مورخہ ۹ رمئی ۱۹۶۰ء، بروز پیر، بصیر پور سے روانہ ہوئے---

۱۷ رمئی کو کراچی سے پرواز کا آغاز ہوا، اسی روز جدہ اور پھر مکہ معظّمہ پہنچے---
عمرہ کرکے ۱۹ رمئی کو بذریعہ بس مدینہ منورہ حاضر ہوئے--- گیارہویں والے
پیر کا صدقہ گیارہ دن مدینہ منورہ میں گزارے، پھر مکہ معظّمہ روانہ ہوئے اور
گیارہویں والے پیر کا صدقہ مکہ مکرمہ میں بھی کل گیارہ دن گزارے اور
پانچ تن کا صدقہ (۸ تا ۱۲ ر ذی الحجہ) پانچ دن منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں---
یہ ستائیس دن ہوئے--- ایک دن مدینہ منورہ اور ایک دن مدینہ منورہ سے
مکہ معظّمہ جانے کا اور نصف دن جدہ سے مکہ شریف جانے کا اور نصف دن
مکہ شریف سے جدہ آنے کا--- اس طرح حجاز مقدس میں کل تیس دن گزارے---
گویا ثَلَاثِیْنَ لَیْلَۃً کا کمال حاصل ہوا اور دس دن بصیر پور سے جدہ تک جانے
اور آنے کے، گویا وَ أَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ کا ظہور ہوا--- اور چالیس دن
پورے کر کے اکتالیسویں دن واپس بصیر پور تشریف لائے، گویا فَتَمَّ
مِیْقَاتُ رَبِّہٖ أَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً [۲۸] سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ''---
[پمفلٹ روشن ستارے، سلسلہ تبلیغ نمبر ۲۵، انجمن حزب الرحمٰن، بصیر پور]

حواشی

① حضرت سیدی فقیہ اعظم کے معتمد، ارشد اور اوّلین تلامذہ میں سے تھے، جو اپنے محسن و مربی اور شیخ و مرشد کی نظروں میں بڑھے، پلے اور ان کی صحبتوں سے مستفیض ہو کر افقِ علم و فضل پر آفتاب بن کر چمکے---

مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری کی ولادت ۱۰/ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء، بروز جمعہ، بوقت عصر، حویلی لکھا کے مضافات میں موضع منگا بھڈال میں ہوئی---ابتدائی کتب اپنے والد ماجد مولانا محمد سلطان قادری سے، جب کہ کتب فارسی اپنے نانا جان مولانا احمد دین اور ماموں جان مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، بعدہ حضرت سیدی فقیہ اعظم کی زیر نگرانی درس نظامی کی تمام تر تعلیم حاصل کی---آپ نے جب فرید پور جاگیر میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا تو حضرت ضیاء العلماء کو اس ادارہ کا اوّلین طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہوا---دارالعلوم کی اس پہلی جماعت کی تعلیم و تربیت براہ راست حضرت فقیہ اعظم نے فرمائی---منطق و فلسفہ کی کتب جامع معقول و منقول مولانا چراغ دین صاحب (بگی ڈل والے) سے پڑھیں، جو ان دنوں حضرت فقیہ اعظم کے معاون مدرس تھے--- ۱۹۴۵ء میں حضرت فقیہ اعظم ہی سے دورہ حدیث شریف پڑھا، ختم بخاری شریف کے اگلے روز بصیر پور روانگی ہوئی اور یہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور میں منتقل ہو گیا--- ۱۹۴۵ء میں دستار فضیلت و

سند فراغت کے حصول کے بعد دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں مستقل مدرس مقرر ہوئے---
آپ کو منطق، فلسفہ، ہیأۃ وغیرہ فنون میں مہارت تامہ کے علاوہ قرآن وحدیث کے علوم سے بہت شغف اور عربی ادب پر خاص دسترس تھی، جس پر آپ کی تصنیف تیسیر المقال فی فیٔ الزوال شاہد ہے---

آپ کو شعر وشاعری کا بھی ملکہ تھا، چنانچہ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں شستہ کلام آپ کی شعر گوئی کی بین دلیل ہے---

تحریر وتقریر کی بھی بہترین صلاحیت تھی، چودہ سال غلہ منڈی بصیر پور اور کم وبیش سترہ سال حجرہ شاہ مقیم میں خطابت کے فرائض انجام دیے---۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں---
درجن سے زائد تصانیف ہیں--- چار صاحبزادے ہیں، بڑے صاحبزادے مولانا ابوالافضل محمد اجمل نوری وفات پا چکے ہیں، جب کہ مولانا محمد احسن نوری، مولانا محمد اعظم نوری اور مولانا محمد اکرم نوری حیات ہیں---

حضرت مولانا ابوالضیاء ۱۹۴۵ء میں حضرت سیدی فقیہ اعظم کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور بعد ازاں خلافت سے سرفراز ہوئے---۱۹۷۶ء میں حج وزیارت سے سعادت یاب ہوئے---

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ/ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۸ء، جمعرات کو وصال ہوا--- بلاشبہہ آپ علم وعمل کا مجسمہ، سادگی ودرویشی، تواضع وفروتنی کا پیکر اور حضرت فقیہ اعظم کے علمی کمالات کا عکس جمیل تھے--- آپ کے وصال پر جید علماء کرام نے اپنے تعزیت ناموں میں خراج تحسین پیش کیا، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

☜ ملک العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ:

"مرحوم پرانے علماء کی بہترین علامت تھے"---

[محررہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۸۸ء]

- شارح بخاری علامہ سید محمد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ:

''نہایت متقی، پرہیز گار اور جامع معقول و منقول عالم تھے.................حق یہ کہ انھوں نے علوم عالیہ اسلامیہ کی تدریس کا حق ادا کر دیا---ایسے مخلص، متقی، قابل اور لائق مدرس کا دنیا سے اٹھ جانا بہت زیادہ محسوس ہو رہا ہے''---

- حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور):

''حضرت استاذ العلماء صدر المدرسین کا وصال شریف سب مسلمانوں، تمام اہل علم اور تمام طلباءِ دین کے لیے باعث محرومی ہے.................---میں خود ذاتی طور پر عظیم نعمت، شفیق بزرگ اور مخلص مشیر سے محروم ہو گیا ہوں---آپ اہم مواقع پر میری رہنمائی فرمایا کرتے تھے---اب میدان میں کوئی ایسا مخلص اور شفیق رہنما کہاں میسر ہو گا؟''---

[محررہ ۲۲/دسمبر ۱۹۸۸ء]

- پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری:

''استاذ العلماء کا علم و فضل، زہد و ورع یقیناً اسلاف کی یادگار تھا''---

[محررہ ۱۹/دسمبر ۱۹۸۸ء]

(۲) مولانا الحاج سید محمد اصغر علی شاہ بخاری، سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، وہ شرافت و نجابت اور خلوص و محبت کے پیکر تھے---

اوّل تا آخر درس نظامی کی تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کی---۱۹۵۹ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے---وہ شریف الطبع، مہر و وفا کے خوگر، یاروں کے یار اور باغ و بہار شخصیت کے حامل تھے---انہیں ۱۹۶۰ء میں حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی معیت میں حج و حاضریٔ مدینہ منورہ کی سعادت نصیب ہوئی---وہ اپنے آبائی گاؤں

29/E.B شاہ کرم (عارف والا) میں کھیتی باڑی کر کے رزق حلال کماتے اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر مریدین ومتوسلین اور تشنگان علم ومعرفت کی دینی رہنمائی کرتے---

یکم جولائی ۲۰۰۵ء، بروز جمعہ، نماز فجر ادا کر چکے تو اچانک دل کا دورہ پڑا، جو جان لیوا ثابت ہوا--- جنازہ کے موقع پر زیارت کی تو چہرہ شگفتہ وتروتازہ تھا، یوں لگتا جیسے ابھی سوئے ہیں---

③ حضرت مولانا ابوالنصر، حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے قابل فخر تلامذہ میں سے ہیں، ۱۹۲۰ء میں جلال آباد (فیروز پور، بھارت) میں پیدا ہوئے، بعدازاں آپ کے والد پیر چراغ علی شاہ ہجرت کر کے پاک پتن شریف کے موضع ڈھپئی میں مقیم ہو گئے--- شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد درس نظامی کی تعلیم حضرت فقیہ اعظم کے تلمیذ رشید اور جید عالم دین حضرت مولانا ابوالیسر محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (بورے والا) سے حاصل کرنے کے بعد اہل سنت کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخلہ لیا---۱۹۵۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور اپنے استاذ گرامی حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر ساہیوال کو اپنی تدریسی وتبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا--- یہاں آ کر عیسائیوں سے کامیاب مناظرے کیے اور ان کے خلاف پمفلٹ تحریر کیے، اسی وجہ سے ''فاتحِ عیسائیت'' کے لقب سے ممتاز ہوئے--- پہلے پہل جامعہ حنفیہ مدینہ مسجد میں مدرس مقرر ہوئے، بعدازاں جامعہ فریدیہ کی داغ بیل ڈالی--- آپ پیرطریقت حضرت میاں علی محمد خاں رحمۃ اللہ علیہ (بسی شریف والے) کے مرید وخلیفہ ہیں---

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ سنٹرل جیل ساہیوال میں قید ہوئے---انہی ایام میں حضرت میں فقیہ اعظم نے انہیں ''ابوالنصر'' کا لقب عطا فرمایا--- حضرت فقیہ اعظم کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کو حاضریٔ حرمین شریفین کا ذوق نصیب ہوا--- ۱۹۶۵ء میں مدینہ منورہ میں حضرت فقیہ اعظم سے تصوف کی معروف کتاب ''رسالہ قشیریہ''

سبقاً پڑھی (جس کا ذکر اسی کتاب میں ہے)---تفسیر نور القرآن، جلوۂ جاناں، مدینۃ الرسول اور دیگر متعدد کتب تصنیف کیں---تفسیر کی پہلی جلد شائع ہونے کے بعد شاہ صاحب بصیر پور تشریف لائے اور کتاب دیتے ہوئے مجھے بتایا کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی کی مناسبت سے اس کا نام ''نور القرآن'' رکھا ہے---

④ محمد عمر مثالی بہت نیک سیرت اور حضرت فقیہ اعظم کے عقیدت مند تھے---شعر و شاعری کا شغل بھی تھا، ساہیوال میں ان کا ہوٹل تھا، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت فقیہ اعظم سنٹرل جیل ساہیوال میں تھے، بسا اوقات یہ ہوٹل سے کھانا بھجواتے---

⑤ مولانا عبد السلام ولد ضمیر الدین ۱۹۳۰ء میں برما میں پیدا ہوئے--- ۱۹۴۸ء میں برما سے انتہائی کس مپرسی کے عالم میں ہجرت کر کے پاکستان آئے---تعلیم کے لیے دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں داخل ہوئے اور استاذ العلماء حضرت مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق بنے--- برمی صاحب حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> ''آپ فرمایا کرتے، جیسے محمد نصر اللہ میرا بیٹا ہے، ایسے ہی میری نظر میں تم بھی ہو--- چنانچہ عید میلاد النبی، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور دیگر مواقع پر حسب ضرورت موسم کے مطابق ایک ہی تھان کپڑے سے میرے اور مولانا ابو الفضل کے سوٹ تیار ہوتے''---

تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۵۷ء کو نیو کراچی میں مقیم ہو گئے، اب تک وہیں خدمات دینیہ انجام دے رہے ہیں---

⑥ تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی کا شمار حضرت صدر الافاضل کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے---آپ مراد آباد (یو پی، بھارت) میں ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ/ نومبر ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوئے--- ۱۹۰۶ء میں حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر

جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا--- ۱۹۱۱ء میں سند فراغت حاصل کی اور دستار بندی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی--- بعد ازاں صدر الافاضل نے آپ کو جامعہ نعیمیہ کا مہتمم اور شیخ الحدیث مقرر کر دیا--- حضرت سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے--- فتویٰ نویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا--- ۱۹۱۸ء میں ماہ نامہ سوادِ اعظم مراد آباد کے مدیر مقرر ہوئے، ۱۹۳۸ء میں ہجرت کر کے کراچی آ گئے--- آرام باغ کی جامع مسجد میں خطابت کے ساتھ ساتھ مخزن عربیہ بحر العلوم کے نام سے مدرسہ قائم کیا، جو اب دار العلوم نعیمیہ کے نام سے مفتی منیب الرحمٰن، چیئرمین رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان کی سرکردگی میں ایک ٹرسٹ کے ماتحت چل رہا ہے--- ۲۲/ذیقعد ۱۳۸۵ھ/ ۳/مارچ ۱۹۶۶ء کو کراچی میں وصال فرمایا اور مسجد دار الصلوٰۃ، ناظم آباد کراچی میں مدفون ہوئے--- حضرت سیدی فقیہ اعظم سے بہت محبت فرماتے، ایک بار طلبہ کے امتحان کے لیے بصیر پور بھی تشریف لائے---

[مزید تفصیل حالات کے لیے ملاحظہ ہو،
تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد]

⑦ حضرت مولانا الحاج حافظ رحمت علی مدنی صاحب، حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور یہ آپ ہی کے فیض کا اثر تھا کہ ان کے دل میں مدینہ منورہ کی لگن پیدا ہوئی--- پہلی بار دیارِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے تو وہیں ڈیرے ڈال دیے اور کم بیش اڑھائی سال تک شہر محبت نگر کی بہاریں لوٹتے رہے--- اس اثنا میں شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تلمیذ (جن کا نام مدنی صاحب نے بتایا تھا مگر اس وقت یاد نہیں) سے سبقاً سبقاً دلائل الخیرات شریف پڑھی اور خصوصی اجازت حاصل کی--- حرم نبوی کے دروازے بند ہو جاتے تو قطب مدینہ کے ہاں حاضر ہو کر ان کے فیوض و برکات سے متمتع ہوتے--- اہل مدینہ کے بچوں کو

قرآن پڑھاتے، آپ مدینہ منورہ اوراس کے گردونواح کی تمام زیارات کے بارے میں مکمل معلومات رکھتے تھے--- انہیں حاضری طیبہ کی ایسی لگن لگی کہ ذکر مدینہ پر ماہی بے آب کی طرح تڑپ جاتے، چنانچہ سرکار ﷺ کے کرم سے ہر سال حاضری ہو جاتی اور جب تک سفر کے قابل رہے، حج وعمرہ کی سعادت سے مشرف ہوتے رہے--- وہ حضرت سید محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرمانوالا شریف کے مرید تھے اور آپ ہی کے اشارہ سے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخل ہوئے تھے---سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عشق رسول کی جو دولت نصیب ہوئی، اس پر عمر بھر ممنون رہے---حضرت سیدی فقیہ اعظم بھی ان سے بے حد محبت فرماتے---مہینہ میں ایک دو مرتبہ بصیر پور حاضری دینا مدنی صاحب کا معمول تھا، وہ جب بھی حاضر ہوتے حضرت فقیہ اعظم انہیں مصلائے امامت پر کھڑا کرتے اور یہ اعزاز بالالتزام کسی اور فاضل کے حصہ میں نہیں آیا--- نماز اور قراءت کا بھی ان کا اپنا مخصوص انداز تھا---

مدنی صاحب نہایت عبادت گزار تھے، زمانہ نوجوانی سے ہی روزانہ صلوٰۃ التسبیح اور پیر شریف کو روزہ کا معمول تھا، ہر روز بلا ناغہ مکمل دلائل الخیرات شریف ختم کرتے--- جب علالت نے شدت اختیار کی تو ڈاکٹروں نے محنت سے منع کر دیا، مگر آپ فرماتے ''یہ میری غذا ہے، اس کے بغیر گزارا نہیں''---سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو مدنی صاحب کا کئی سال تک یہ معمول رہا کہ گھر سے چلتے، پہلے حضرت کرمانوالا شریف میں قرآن پاک ختم کرتے اور پھر بصیر پور شریف میں اپنے استاذ و محسن کریم حضرت سیدی فقیہ اعظم کے مزار پر انوار پر مکمل قرآن کریم ختم کرتے--- آپ کا وصال یکم اکتوبر ۱۹۹۸ء، جمعرات کو ہوا---کم وبیش ۳۵ برس تک چک 58/5.L گنوں نزد ساہیوال میں دینی خدمات انجام دیتے رہے، وہیں آپ کی تدفین ہوئی--- اب ان کے بڑے صاحبزادے مولانا محبوب احمد مدنی ان کی جگہ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں---

⑧ مولانا حافظ محمد یونس، حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص تلامذہ میں سے ہیں--- ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے سند فراغت حاصل کی، مسجد تحصیل دار والی پاک پتن شریف کے متولی و امام وخطیب ہیں--- پیرانہ سالی کے باوجود ہر سال تراویح میں قرآن کریم مکمل ختم کرتے ہیں، اب تک ۶۵ مصلے سنا چکے ہیں---

⑨ علامہ ابوالفیضان محمد عبدالرحمٰن نوری ۱۳/ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/ یکم اگست ۱۹۴۷ء کو حضرت مولانا محمد رمضان المحقق النوری کے ہاں پیدا ہوئے--- وہ جید عالم دین، قابل مدرس، ژرف نگاہ محقق، صاحب بصیرت مفتی اور اپنے والد گرامی کے سچے جانشین تھے---اوّل تا آخر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے تعلیم مکمل کی اور ایک عرصہ تک اپنی مادر علمی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، اکتوبر ۱۹۷۵ء میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حویلی لکھا میں ''دارالعلوم قادریہ نعیمیہ'' کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا---مولانا کو تمام علوم وفنونِ متداولہ پر مہارت تامہ حاصل تھی، بالخصوص منطق اور دیگر علوم عقلیہ پر ید طولیٰ رکھتے تھے ازاں بعد زیادہ توجہ فقہ و حدیث کی طرف مبذول ہوگئی---علم حدیث خصوصاً اسماء الرجال میں بڑا درک تھا---انہیں فتویٰ میں بڑی مہارت تھی، اپنے شیخ ومرشد و مربی حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے طرز افتاء سے بے حد متاثر تھے، ان کے بعض فتوے، فتاویٰ نوریہ کا عکس جمیل معلوم ہوتے ہیں--- درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی شغف تھا، کئی کتب ورسائل کے مصنف تھے---

مولانا ایک باعمل عالم دین تھے، جن کا دل خشیت الٰہیہ سے معمور اور عشق مصطفوی سے پرنور تھا---مولانا موصوف کی عمر چھپن برس تھی، مگر بیماریوں نے صاحب فراش بنادیا تھا، ایک عرصہ سے ذیابیطس کے مریض تھے، جس سے بصارت شدید متاثر ہوئی، مگر علم دین سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا کہ نقاہت و بیماری کے باوجود زبانی اسباق پڑھاتے رہے اور آخر دم تک اس وظیفۂ درس و تدریس کو قائم رکھا--- رمضان المبارک میں روزے اور

اوراد و وظائف کو جاری رکھا، معمول کے عوارض تو تھے مگر بظاہر خطرے کی صورت نہ تھی بلکہ کچھ عرصہ سے صحت بہتر دکھائی دے رہی تھی---۴؍دسمبر ۲۰۰۳ء/ شوال ۱۴۲۴ھ، جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب، نماز عشاء ادا کرنے کے بعد اچانک طبیعت مضمحل ہوگئی، فوری طور ہسپتال لے جایا گیا مگر رستے میں ہی ذکر الٰہی کرتے ہوئے راہیٔ ملک بقا ہو گئے--- اگلے دن بعد نماز جمعہ جنازہ ہوا، جنازہ میں ہزاروں افراد شریک ہوئے، لوگ اشک بار اور مولانا کے لیے رطب اللسان تھے، جو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے---مولانا کے تین صاحبزادے مولانا محمد طاہر، مولانا محمد طیب اور مولانا محمد زاہد قاسم ان کے مشن پر گامزن ہیں---

⑩ مولانا ابوالعطاء محمد ظہور اللہ کی ولادت ۱۱؍رجب المرجب ۱۳۵۶ھ/ ۱۶؍ستمبر ۱۹۳۷ء، بروز ہفتہ کو تحصیل دیپال پور کی ایک بستی واسو سالم میں ہوئی---تمام تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں اپنے والد گرامی حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی زیر نگرانی مختلف اساتذہ خصوصاً اپنے خال مکرم حضرت علامہ المحقق النوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی--- بچپن میں طویل علالت کے باعث دماغی، محنت طلب کام سے قاصر تھے، اس لیے درس و تدریس کی بجائے مکتبہ نوریہ کے نام سے کتب خانہ قائم کیا، بعد ازاں آخر عمر تک دارالعلوم کے کتب خانہ کی نگرانی اور طلبہ اور اساتذہ کو ان کی ضرورت کے مطابق کتابیں مہیا کرنے کی ذمہ داری سرانجام دیتے رہے---

اللہ تعالیٰ نے انہیں عبادت کا ذوق بھی عطا فرمایا تھا، تہجد پر مواظبت، قرآن کریم کی تلاوت اور دلائل الخیرات شریف کی قراءت ان کے معمولات کا حصہ تھے---عرصہ دراز سے بھائی جان کو اگرچہ تمام اعزہ و احباب ''باباجی'' کہہ کر پکارتے تھے، تاہم تین، چار سال پہلے تک وہ اپنی عمر کی نسبت صحت مند اور توانا دکھائی دیتے تھے---داڑھی کے بیش تر بال سیاہ ہی تھے، مگر سال دو سالوں ہی میں بڑی تیزی سے بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے، مختلف عوارضات کا سامنا رہا اور چلنا پھرنا بھی دشوار ہو گیا---پانچ، چھ ماہ صاحب فراش رہے،

بالآخر قمری تقویم کے مطابق ستر سال، چار ماہ اس دار فانی میں قیام کے بعد ۱۱ر ذیقعد ۱۴۲۶ھ/ ۱۴ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو تہجد کے وقت اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے--- موصوف کی تدفین ان کے منجھلے بھائی، مجمع علم وفضل، استاذ الاساتذہ، حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں عمل میں آئی---

(۱۱) استاذ العلماء مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری بن میاں رحمت علی صاحب تحصیل دیپال پور کے ایک گاؤں کھبیانوالی میں پیدا ہوئے--- دینی تعلیم کے حصول کے لیے حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ فرید پور میں داخلہ لیا--- ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں منتقل ہوا تو بقیہ کتب یہاں پڑھنے کے بعد ۱۹۵۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے---نوجوانی کے زمانہ میں بہت اچھے نعت خواں اور مترنم خطیب رہے ہیں، کچھ عرصہ دیپال پور میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے، بعدہٗ اپنی مادر علمی سے وابستہ ہو گئے--- چند سال قرآن کریم ناظرہ کی تدریس کے بعد شعبۂ صرف سنبھالا اور کم وبیش ۴۵ سال تک یہیں علم صرف پڑھاتے رہے--- صرف میں مہارت کے پیش نظر ''امام الصرف'' کے لقب سے معروف ہوئے--- تدریسی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ مصنف بھی ہیں---فضلِ خدائی شرح صرف بہائی اور حضرت فقیہ اعظم کی تصنیف ''قانونچہ نور القوانین'' کی شرح علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں--- دلی خواہش تھی کہ وہ قانونچہ نور القوانین کی تفصیلی شرح لکھتے، جو آپ کے نصف صدی سے زائد عرصہ تک صرف کے تدریسی تجربہ کا ماحصل ہوتی، مگر ابھی تک یہ آرزو تشنۂ تکمیل ہے---موصوف نیک سیرت، متقی اور علم وعمل کا مجسمہ ہیں، حضرت سیدی فقیہ اعظم کے دست حق پرست پر بیعت اور آپ کے بڑے داماد ہیں--- آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں:

مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری، مولانا محمد نعمت اللہ اشرفی، مولانا حافظ محمد عرفان اللہ اشرفی، مولانا حافظ محمد انعام اللہ اشرفی اور مولانا حافظ محمد حمد اللہ اشرفی، یہ سب دارالعلوم

حنفیہ فریدیہ کے فاضل اور دینی خدمات انجام دے رہے ہیں---موصوف سادگی و درویشی کا مرقع ہیں، بظاہر منحنی جسم مگر علم کے بحر زخار ہیں---حفظہ اللہ

⑫ صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز اہل سنت کے اکابر علماء میں سے تھے، آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے، محدث سورتی حضرت شاہ وصی احمد رحمۃ اللہ علیہ سے درس حدیث لیا، دارالعلوم بریلی شریف میں ایک عرصہ تک مدرس رہے اور اعلیٰ حضرت کی صحبت میں رہ کر افتاء نویسی کا کام سرانجام دیتے رہے--- درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بڑی دسترس تھی، آپ کی تصنیف بہار شریعت (۱۷ر جلدیں) فقہ حنفی کا بیش بہا خزینہ ہے--- علاوہ ازیں فتاویٰ امجدیہ اور طحاوی شریف کا عربی حاشیہ بھی آپ کی علمی یادگاریں ہیں---معروف عالم دین علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (سابق ایم این اے) اور مولانا رضاء المصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہما خطیب میمن مسجد کراچی آپ کے صاحبزادے ہیں---۲ر ذیقعد ۱۳۶۷ھ/ ۶ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو وصال فرمایا---

⑬ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی ۱۸۳۶ء میں راندیر ضلع سورت، انڈیا میں پیدا ہوئے، ۱۲۸۶ھ میں مدرسہ فیض عام سے فارغ ہوئے اور گنج مرادآباد ضلع اناوہ یوپی انڈیا پہنچے، جہاں عارف اکمل مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی صحبت سے مستفیض و مستفید ہوئے اور بیعت و خلافت سے نوازے گئے---مولانا گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل تھی---۱۲۹۳ھ میں محدث سورتی دارالعلوم مظاہر العلوم سہارنپور پہنچے، جہاں شیخ الحدیث احمد علی سہارن پوری سے درس حدیث لیا اور تقریباً ۱۲۹۵ھ میں سند حدیث لی---اس مدرسہ میں حضرت پیر مہر علی شاہ اور مولانا سید دیدار علی شاہ الوری آپ کے ہم سبق رہے---محدث سورتی نے پاک و ہند میں حنفیت کے تحفظ و دفاع اور مسلک اہل سنت و جماعت کے فروغ و اشاعت کے لیے مقدور بھر کوشش کی--- فقہ و حدیث میں ان کو بڑا تبحر حاصل تھا، جس پر ان کی تصانیف وحواشی گواہ ہیں---ان کے تلامذہ میں بہت سے صاحب فضل و کمال ہوئے،

جن میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں: مولانا محمد ظفر الدین بہاری، مولانا مشتاق احمد کان پوری، مولانا سید محمد کچھوچھوی اور مولانا سید سلیمان اشرف بہاری وغیرہ---

محدث سورتی کا حلقہ احباب بھی بڑا وسیع تھا، جس میں امام احمد رضا خان قادری بریلوی خاص طور قابل ذکر ہیں--- آپ نے متعدد کتب، حواشی اور شروح تحریر کیں، جن میں حاشیۃ شرح معانی الآثار اور التعلیق المجلی لما فی المنیۃ المصلی آپ کی فقہ وحدیث میں مہارت پر شاہد ہیں---

⑭ مفتیٔ آگرہ حضرت علامہ عبدالحفیظ حقانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۰ء تا ۱۹۵۸ء) اہل سنت کے ممتاز علماء میں سے تھے--- اہل حدیث کے معروف عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری سے مناظرہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی، ۱۹۴۵ء میں جامع مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی مقرر ہوئے--- ۱۹۵۷ء میں جامعہ انوار العلوم، ملتان میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے متعین ہوئے--- آپ کو تحریر وتقریر اور درس وتدریس پر مکمل عبور حاصل تھا، ایک درجن سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں---

⑮ حضرت مولانا مفتی محمد حسن حقانی، مفتیٔ اعظم آگرہ مفتی محمد حفیظ (سابق شیخ الحدیث انوار العلوم، ملتان) کے صاحبزادے تھے، وہ جید عالم دین، اعلیٰ صلاحیتوں اور مذہبی و سیاسی بصیرت کے حامل تھے--- ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں سندھ اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد ساتھی اور جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی رہنما تھے--- موصوف شہزادۂ غوث الوریٰ، آفتاب اشرفیت حضرت سید محمد مختار اشرف رحمۃ اللہ علیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ (انڈیا) کے مرید وخلیفہ تھے--- وہ دراز قد، بلند آہنگ اور نپی تلی گفتگو کرنے والے بلند پایہ مقرر تھے---

⑯ خطیب پاکستان علامہ حافظ محمد شفیع اوکاڑوی بن میاں کرم الٰہی ۱۹۲۹ء کو کھیم کرن میں پیدا ہوئے، شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی اور حضرت غزالیٔ زماں سید احمد سعید کاظمی سے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی، پیر طریقت حضرت میاں غلام اللہ (شرق پور شریف) کے

مرید ہوئے--- ۱۹۵۵ء میں کراچی چلے گئے--- آپ کی تقریر، علمی نکات اور دلائل و براہین سے مملو ہوتی، اللہ تعالیٰ نے انہیں لحن داؤدی سے نوازا تھا، اپنے مخصوص انداز میں تقریر کرتے تو مجمع پر سحر طاری ہو جاتا--- متعدد ممالک میں خطابات کیے، آپ کی متعدد علمی و تحقیقی تصانیف مقبول خاص و عام ہیں---۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور قید بند کی صعوبتیں برداشت کیں---۲۱ / رجب المرجب ۱۴۰۴ھ/۲۴ / اپریل ۱۹۸۴ء کو ۵۵ برس کی عمر میں وصال فرمایا--- مولانا کے بڑے صاحبزادے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی حفظہ اللہ عالمی مبلغ کے طور پر پہچانے جاتے ہیں---

⑰ ''اور ان کا کتا ان کی چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا ہے''---[الکھف:۱۸]

⑱ حضرت فقیہ اعظم کے عقیدت مند تھے، کئی بار حرمین شریفین حاضر ہوئے، ۱۹۶۵ء کے سفر حج میں حضرت فقیہ اعظم کے رفیق سفر بھی رہے--- ساہیوال میں ان کا آنکھوں کا ہسپتال تھا، ماہر سرجن اور معالج تھے---

⑲ قبرستان بقیع کی تاریخ، فضائل، اس میں واقع اہم مزارات کی قدیم و جدید تصاویر پر مشتمل نیز قبرستان کے عمومی آداب، اموات کو ایصال ثواب کے اثبات و دلائل پر مبنی ایک کتاب، خوب صورت و اعلیٰ معیار طباعت سے آراستہ، شائع ہوئی، جس کا نام یہ ہے، بقیع الغرقد، ڈاکٹر شیخ محمد انور صدیقی و انجینئر حاتم عمر طٰہٰ، طبع اوّل ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء، مکتبہ حلبی مدینہ منورہ، کل صفحات ۱۷۵---[محدث اعظم حجاز، صفحہ ۴۶۳]

⑳ استاذ العلماء مولانا ابو البقاء محمد حبیب اللہ نوری، حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے، دار العلوم حنفیہ فریدیہ فرید پور قائم ہوا تو پہلی کلاس میں شامل ہوئے، ۱۹۴۵ء میں دورہ حدیث پڑھا--- وہ صدر العلماء مولانا محمد باقر ضیاء النوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم جماعت تھے--- فراغت کے بعد کچھ عرصہ امامت کی، پھر اپنا کاروبار سنبھالا، بعدہٗ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں شعبہ فارسی کے مدرس مقرر ہوئے، سال ہا سال

فارسی پڑھاتے رہے--- جوانی میں بہت جفاکش، طاقت ور اور گتکا بازی کے فن میں ماہر تھے--- سادہ انسان تھے، شعر گوئی کی صلاحیت بھی تھی، ایک بار حضرت فقیہ اعظم کی منقبت میں یہ اشعار کہے:

ہست از فضل خدا و مصطفیٰ کامل و اکمل مکمل پیش وا

اسم نور و جسم نور و علم نور ہست یکساں پیشِ او نزدیک و دور

صاحبِ علم و عمل ، تقویٰ خرد

خاکیاں را از نظر نوری کند

[نذرانہ عقیدت، مرتب مولانا تابش قصوری]

۷ر صفر المظفر ۱۴۰۵ھ/ یکم نومبر ۱۹۸۴ء کو وصال ہوا---

(۲۱) استاذ العلماء مولانا ابوالحقائق محمد رمضان المحقق النوری ان علماء راسخین میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا علم اور صرف علم تھا--- وہ تعلیم و تربیت، تقویٰ و طہارت اور اصلاح وارشاد میں مکمل طور پر اپنے شیخ و مرشد کے رنگ میں رنگ ہوئے تھے--- ان کا مزاج و مذاق حضرت سیدی فقیہ اعظم کی تعلیمات کا جیتا جاگتا نمونہ تھا--- کنیت کے طور پر نام کے ساتھ کبھی ابوالحقائق اور کبھی ابوالانعام لکھتے، تاہم حلقہ نوریہ میں ''محقق صاحب'' کے لقب سے مشہور تھے--- موصوف ۲۲ر رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ/ ۴ر مارچ ۱۹۲۰ء، بروز اتوار، حویلی لکھا کے مضافات موضع منگا بھڈال میں پیدا ہوئے--- ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد سلطان قادری سے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں داخلہ لیا--- حضرت فقیہ اعظم اور اپنے برادر اکبر استاذ العلماء مولانا محمد باقر ضیاء النوری سے ۱۹۵۳ء میں درس نظامی کی تکمیل کی--- اس سال تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی، اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کرنے کی پاداش میں حضرت فقیہ اعظم کو گرفتار کر کے سنٹرل جیل ساہیوال منتقل کر دیا گیا--- کم و بیش سات ماہ تک آپ جیل میں رہے، اس اثنا میں حضرت محقق صاحب نے پوری تندہی سے

سلسلہ اسباق میں ناغہ نہ ہونے دیا--- حضرت فقیہ اعظم کی رہائی کے بعد کچھ عرصہ پاک پتن شریف کے قریبی قصبہ ''ہوتہ'' میں دینی خدمات انجام دیں، پھر شوال ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں باقاعدہ مدرس مقرر ہوئے--- ابتدا میں منطق وفلسفہ کی طرف رجحان تھا، بعدہٗ فقہ، تفسیر اور حدیث سے خصوصی شغف ہو گیا--- ان کا درس اس قدر سلیس، رواں اور شگفتہ ہوتا کہ ادق سے ادق کتاب سہل ممتنع معلوم ہوتی--- جب مطالعہ میں محو ہوتے، گردو پیش کے واقعات اور شوروشغب سے ان کی یک سوئی متاثر نہ ہوتی--- ۱۹۶۶ء میں شدید علیل ہو گئے، معالج نے تبدیلی آب و ہوا کا مشورہ دیا تو فرید پور سہاگ میں امامت کی ذمہ داری سنبھالی--- صحت یاب ہونے پر اپنی مادرِ علمی میں پھر جزوی طور پر تدریسی فرائض انجام دینے لگے--- اکتوبر ۱۹۷۵ء میں قادریہ نعیمیہ کے نام سے حویلی لکھا میں دارالعلوم قائم کیا---

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ۱۴۰۴ھ تا ۱۴۰۵ھ، دو سال دارالعلوم میں شیخ الحدیث رہے--- ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں حج اور رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ میں عمرہ سے مشرف ہوئے--- ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء میں حضرت فقیہ اعظم کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور ۲۸ ر رجب المرجب ۱۳۸۸ھ/ ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۶۸ء کو سلسلہ عالیہ نوریہ میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے--- آپ نے دورہ حدیث ۱۹۵۳ء میں پڑھا مگر دستارِ فضیلت اور سند ۱۴ ر رجب المرجب ۱۳۷۴ھ/ ۱۰ ر مارچ ۱۹۵۵ء کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر عطا کی گئی--- چند ماہ کی علالت کے بعد ۳ ر ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ/ ۱۲ ر اکتوبر ۱۹۸۸ء، بروز اتوار، تین بجے، بوقت تہجد وصال فرمایا--- استاذ العلماء مولانا ابوالفیضان محمد عبدالرحمٰن نوری اور مولانا ابوالعرفان محمد انعام الرحمٰن نوری آپ ہی کے صاحبزادے ہیں--- درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ کو تقریر وتحریر کا ملکہ بھی تھا--- دو درجن سے زائد کتب ورسائل تصنیف کیے---

(۲۲) خط کے متن میں اسی طرح خالی جگہ ہے---

(۲۳) مولانا سراج دین ولد میاں اللہ بخش، حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی اور صالح انسان تھے---۲۴ر محرم الحرام ۱۳۸۸ھ/۲۳ر اپریل ۱۹۶۸ء، بروز منگل، اپنی رہائش گاہ عارف والا ضلع پاک پتن شریف میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے--- شاعر ملت جناب عزیز حاصل پوری نے درج ذیل شعر کہے:

والدِ مسرور احمد آج رخصت ہو گئے سونا سونا یوں نظر آتا ہے شہر عارفاں
مصرعِ تاریخ میں شامل ''الم'' بھی ہے عزیز ''آہ مولانا سراج الدین جنت آشیاں''

ان کے اکلوتے صاحبزادے مولانا قاری مسرور احمد عرصہ دراز تک وحدت کالونی ملتان کی جامع مسجد میں خطیب رہے ہیں، آج کل بسم اللہ کالونی ملتان میں مقیم ہیں---

(۲۴) استاذ الحفاظ قاری غلام رسول نوری صاحب سال ہا سال دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے شعبہ حفظ القرآن کے صدر مدرس رہے، جہاں سیکڑوں حفاظ ان سے مستفید ہوتے رہے--- بڑے وجیہ اور دبنگ انسان تھے، حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و جاں نثار اور ادارہ کے مخلص استاذ تھے، قرآن کریم قاری معز الدین صاحب (حویلی لکھا) سے حفظ کیا تھا--- دس پندرہ سال لندن میں مقیم رہ کر بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے رہے--- علالت کی بنا پر زندگی کے آخری چند سال صاحب فراش رہے---۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/نومبر ۲۰۰۴ء کو بصیر پور میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے---

(۲۵) ماسٹر چودھری غلام محمد نوری جالندھری، قیام پاکستان سے قبل ایک عرصہ تک لندن میں مقیم رہے، نہایت محنتی اور قابل استاذ اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی زیر نگرانی قائم اسلامیہ سکول کے انچارج تھے--- حضرت سیدی فقیہ اعظم کے مرید، پابند صوم وصلوٰۃ اور متشرع تھے--- ہم تینوں بھائیوں اور کئی اساتذہ دارالعلوم کے صاحبزادوں کے استاذ تھے--- اسکول بند ہو جانے کے بعد دارالعلوم میں محرر کی حیثیت سے سال ہا سال کام کیا--- کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیتے، مہجور تخلص تھا، بہت خوش خط تھے، اردو کے علاوہ انگریزی کے بھی ماہر تھے، ایک بار حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی--- رحمہ

اللّٰہ رحمۃً واسعۃً

(۲۶) حضرت فقیہ اعظم کے ماموں جان اور سسر حضرت مولانا محمد سلطان قادری بن میاں محمد شہامد، درویش منش، شب زندہ دار، صوفی و متقی انسان تھے--- درس نظامی کی ابتدائی کتب اپنے حقیقی ماموں مولانا احمد دین صاحب (جد امجد حضرت فقیہ اعظم) سے پڑھیں، بعدہٗ امامت، تعلیم و تدریس اور طبابت کو اپنایا--- آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت فقیہ اعظم کی حقیقی پھوپھی تھیں--- استاذ العلماء مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری اور استاذ العلماء مولانا محمد رمضان نوری ان کے فرزند ہیں--- ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء میں وصال ہوا، سلطان نگر (بصیر پور) کے قبرستان میں مدفون ہیں، آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا ابوالضیاء نوری نے یہ قطعۂ تاریخ کہا:

برفت از کرم سایۂ مہربان — نہاں گشت چوں والدم زیں جہاں
بگو تربتش گلستانِ جناں — زِ سال وصالش شنیدم چناں

۱۹۶۷ء

(۲۷) ''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''---[الانعام:۱۶۴]

(۲۸) اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً---[الاعراف:۱۴۲]

''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا، پھر اس میں (مزید) دس راتوں کا اضافہ کیا، سو آپ کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں ہوگئیں''---

1

۱۳۸۱ھ کا سفر حجاز

۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء میں آپ نے درخواست دی مگر قرعہ اندازی میں نام نہ آیا--- بظاہر مایوسی تھی، چنانچہ پہلے سفر حج کے رفیق اور آپ کے مرید خاص حاجی رشید احمد نوری بھٹی نے تسلی آمیز خط لکھا، جس کے جواب میں حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تحریر کیا:

''مرسلہ محبت نامہ ملا--- دعا ہے کہ حضرت رب العالمین جل و علا ہمیں حب حقیقی سے مالا مال فرمائے--- یہ درست ہے کہ لذت ہجر وفراق بھی اپنی بے کیف رعنائیوں سے مطلوب ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اگر سال دوسال کے بعد حاضری بھی ہوتی رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سوز و گداز کے قطعاً منافی نہیں، بلکہ مؤید ترین ہے---عشاق سے پوچھو، ان کے تاثرات کیا ہیں، کہتے ہیں:

کجا حد است حسنت را اگر صد بار می بینم
ہنوزم آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم

بہر حال آپ کی دل جوئی یا حوصلہ افزائی بھی قابل تعریف ہے، مگر

ساتھ ساتھ دعا ضرور جاری رکھیں کہ اس سال کامیابی ہو جائے، میں ابھی ہرگز ہرگز مایوس نہیں ہوا ہوں اور نہ ہی یہ ایسی بارگاہ ہے کہ اپنے متوجہین کو مایوسی کا شکار کرے:

جامؔی کے از خاکِ درت محروم ماندے ایں چنیں
گر آبروئے داشتے پیشِ سگانِ کوئے تو [۱]

ہاں! یہ بات ذرا لمبی سی ہو گئی ہے، مگر ابھی لکھتے لکھتے بھی تسکین نہیں ہوئی'' ---

[مکتوب محررہ ۱۸/ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ/ ۲۴/ فروری ۱۹۶۲ء]

آیا تھا بلاوا انہیں دربارِ نبی سے

حج کے ایام قریب آ گئے، بظاہر مایوسی و ناامیدی تھی، مگر آپ یہی فرماتے کہ میں حضور ﷺ کے لطف و کرم سے ناامید نہیں ہوں --- چنانچہ سرکار ابد قرار ﷺ کی طرف سے عجیب کرم ہوا --- مولانا الحاج الحافظ نذیر احمد نوری [۲] گوجرانوالا، جو اس وقت دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں زیر تعلیم تھے اور شعر و شاعری کا شغف بھی رکھتے تھے، بیان کرتے ہیں:

''۱۹۶۲ء/ ۱۳۸۱ھ میں آپ نے دوسرے حج کی درخواست دی، قرعہ اندازی میں نام نہ نکلا، ذوالحجہ کا مہینا شروع ہوا چاہتا تھا، بظاہر مایوسی و ناامیدی نظر آ رہی تھی، لیکن آپ یہی فرماتے کہ:

''میں پیارے محبوب ﷺ کے لطف و کرم سے ناامید نہیں ہوں'' ---

چنانچہ ۳۰/ ذی قعدہ کو آپ قیلولہ فرما رہے تھے کہ اچانک ڈاکیا

چٹھی لے کر آیا--- راقم نذیر احمد نوری بھی ان دنوں دارالعلوم میں زیرِ تعلیم تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ڈاکیے نے ہم طلباء سے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟--- یہ آپ کا تار ہے اور آپ کو حج پر جانے کے لیے بلایا گیا ہے--- راقم چند طلباء کے ساتھ اس کمرے کے دروازے پر منتظر کھڑا تھا، جس میں آپ قیلولہ فرما رہے تھے---

اذانِ ظہر ہوئی، آپ مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ:

''خواب میں مشہور فقیہ مدینہ منورہ، حضرت سالم بن عبداللہ بن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں''---

گویا فقیہ اعظم پاکستان کے لینے کے لیے فقیہ مدینہ کو بھیجا گیا---

اسی دوران میں ڈاکیے نے چٹھی پیش کی، جس پر درج تھا کہ آپ کی طرف سے فلاں نمبر کا تار ملا ہے، لہٰذا آپ ۸؍مئی (۱۹۶۲ء) کو کراچی پہنچیں، حالاں کہ آپ نے کوئی تار نہ بھیجا تھا--- اس غیبی تار کا آج تک پتا نہیں چل سکا---

اس پُر مسرت موقع پر راقم نے ایک طویل نظم بھی کہی تھی، افسوس کہ وہ کاغذات میں کہیں کھو گئی، صرف دو تین شعر ذہن کے کسی کونے میں محفوظ رہ گئے، عرض کیا تھا:

درِ مصطفیٰ کی طرف ہیں روانہ فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
مبارک ، مبارک ، مبارک ہو جانا فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
یہ خواب آپ کا ہم کو بتلا رہا ہے کہ طیبہ سے پیارا پیام آ رہا ہے

بہت جلد آنا، بہت جلد آنا فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
مدینہ سے سالم رضی اللہ عنہ یہاں پر ہیں آئے رسولِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام لائے
چلو منتظر ہیں حبیبِ یگانہ فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ

[ماہ نامہ نورالحبیب، بصیر پور، مئی ۲۰۱۱ء، صفحہ ۷۰-۷۱]

مولانا محمد منشاء تابش قصوری[۳] نے اس ''بلاوے'' کو یوں نظم بند کیا ہے:

بلاتے ہیں خود شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا اپنے کانوں سے پیغام سالم رضی اللہ عنہ
فقط اس لیے ہے مرا آج آنا فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ

یہاں یہ بات بھی دل چسپی سے خالی نہیں کہ آپ کی روانگی اور واپسی کا منظر بھی پر کیف ہوتا---خلق خدا کا انبوہِ کثیر آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا، طلبہ، اساتذہ و حاضرین کا جذبہ دیدنی ہوتا--- اس موقع پر نعت خوانی و مناقب کا دور چلتا تو حاضرین کے دلوں میں حاضریٔ مدینہ کا ذوق وشوق اور حب مصطفیٰ کا جذبہ پیدا ہوتا---

اس دوسرے سفر حج وزیارت کے لیے آپ مورخہ ۷/مئی ۱۹۶۲ء/ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ، بروز پیر، بصیر پور سے اور اسی روز ساہیوال سے تیز گام کے ذریعے روانہ ہوئے--- اس موقع پر مولانا حافظ نذیر نوری کی درج بالا منقبت کے علاوہ علامہ محمد منشاء تابش قصوری (جو اس وقت متعلم دارالعلوم تھے) نے درج ذیل منقبت پڑھی:

فقیہ زماں ہیں رواں سوئے کعبہ رواں سوئے کعبہ، رواں سوئے کعبہ
محبت نبی کی لیے جا رہی ہے مسرت سے دل ہے رواں سوئے کعبہ
ازل سے ملا اشتیاقِ مدینہ! بڑے شوق سے ہیں رواں سوئے کعبہ
ابو النور گر کاش ہوتے جو ظاہر تو کرتے خوشی سے رواں سوئے کعبہ
فقیہِ زماں کے وسیلے سے تابشؔ کبھی ہوں گے ہم بھی رواں سوئے کعبہ

[تبلیغی پمفلٹ فضائل (ذوالنورین)، مطبوعہ ۱۹۶۲ء، انجمن حزب الرحمٰن، صفحہ ۱۵]

۱۹۶۰ء میں پہلے حج کے لیے روانگی کے موقع پر الوداع کہنے والوں میں آپ کے والد گرامی فنا فی الرسول حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے--- ۱۷/ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ/ ۵/ مارچ ۱۹۶۱ء کو آپ کا وصال ہو گیا--- مولانا تابش قصوری نے درج بالا ایک شعر میں اسی جانب اشارہ کیا ہے---

کراچی سے خط

کراچی پہنچ کر اپنے اعزہ کے نام گرامی نامہ میں لکھا:

"فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بالکل خیریت سے ۸/ مئی، کورنگی کراچی حاجی کیمپ پہنچ گیا اور جاتے ہی (کاغذات حج کی تکمیل کا) کام ہو گیا--- حاجی خورشید احمد نوری بصیر پوری[۴] کا کام ذرا مشکل سے ہوا ہے--- حاجی رحمت اللہ بھٹی گنوں (بھٹیاں) والے بھی اب ہمارے ساتھ جا رہے ہیں، دو ماہ سے کراچی (آ کر) کوشش کرتے رہے، اب جا رہے ہیں---

(ہم) تیز گام میں بڑے آرام سے آئے---.......... باجماعت نمازیں پڑھتے گئے"---

[۴/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۱ھ/ ۹/ مئی ۱۹۶۲ء]

سنن و مستحبات

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ سفر پر روانگی کے وقت گھر، دفتر دار العلوم اور مسجد میں دوگانہ ادا کر کے نکلتے ---اس بار چونکہ اچانک اطلاع آئی تو تیاری، کثیر ملاقاتیوں

کے ہجوم اور امور دار العلوم میں مصروفیت کی بنا پر مسجد میں نوافل نہ پڑھ سکے، چنانچہ کراچی پہنچتے ہی لکھا:

''میں آتی مرتبہ بھول گیا، مسجد میں دوگانہ پڑھنا رہ گیا، میری طرف سے ابوالفضل اور محمد ظہور اللہ دو دو رکعت مسجد میں ادا کر کے میرے لیے دعا کر دیں''---

[حوالہ سابق، ۹ر مئی ۱۹۶۲ء]

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فرائض وسنن تو کیا، مستحبات کا بھی کس قدر اہتمام فرماتے تھے، نوافل کی قضا لازم نہیں، مگر آپ نے اس کے لیے بھی تلافی مافات کی صورت پیدا کی اور اپنے صاحبزادوں کو نوافل ادا کرنے کا حکم دیا--- راقم کی عمر اس وقت چار سال سے بھی چند دن کم تھی، ورنہ مجھے بھی یہی ارشاد فرماتے---

اسی طرح آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ دار العلوم کی سالانہ تعطیلات اور سفر حج وزیارت کے مواقع پر طلباء کرام کو اکٹھا کر کے ان سے معافی لیتے، تب بڑا رقت انگیز منظر ہوتا--- اس بار چونکہ اچانک سفر پر روانہ ہوئے تھے، عجلت میں یہ اہتمام نہ ہو سکا تو حضرت مولانا ابوالفضل و دیگر اعزہ و اساتذۂ دار العلوم کے نام تحریر فرمایا:

''(آتی دفعہ) طلباء کرام سے میں معافی نہیں لے سکا تھا، جلدی جلدی میں یاد نہ رہا، لہٰذا سب کو اکٹھا کر کے میری طرف سے عام معافی کی اطلاع دے دیں اور وہ سب بھی معاف فرما دیں اور دعائے برکت دارین کریں، تاکید ہے''---

[مصدر سابق، ۹ر مئی ۱۹۶۲ء]

عید کارڈ

کراچی سے یہ خط آپ نے ایک عید کارڈ کی پشت پر تحریر فرمایا تھا، آپ کے تلمیذ رشید

مولانا حافظ سید محمد اصغر علی شاہ صاحب، چک شاہ کرم (عارف والا) جو پہلے حج میں آپ کے رفیق سفر تھے، کراچی کی مسجد نورٌ علیٰ نور، بہار کالونی کے خطیب تھے، وہ عید بقر کی مناسبت سے عید کارڈ بھیجنا چاہتے تھے، حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

''یہ عیدی حضرت مولانا سید اصغر شاہ صاحب مجھے بھیجنے والے تھے، تو میں خود حاضر ہو گیا، تو یہی لکھ رہا ہوں --- یہ عیدی محبّ اللہ کو دے دیں --- کل بعد از ظہر ان شاء اللہ تعالیٰ حجاز مقدس کو پرواز کر جائیں گے اور جدہ سے باذنہٖ تعالیٰ خط لکھ دیں گے، مگر دیر ہو جائے تو گھبرائیں نہ --- کئی مرتبہ خط پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے'' ---

[مصدر سابق]

ملتان ریلوے اسٹیشن پر ملاقات

ان دنوں آپ کے ایک مرید مولانا قاری عبد الجبار نوری مرحوم [۵] (سابق صدر مدرس شعبہ حفظ، اشرف المدارس، اوکاڑا) ملتان میں قیام پذیر تھے، آپ کو اس سفر حج کی اتفاقاً اطلاع مل گئی تھی، ادھر دار العلوم کے نامور فاضل خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ [٦] اپنے تبلیغی دورہ میں ملتان پہنچے تو قاری صاحب سے ملاقات ہو گئی، ان سے حضرت کے سفر مقدس کے پروگرام کا علم ہوا تو ملتان اسٹیشن پر حاضر ہوئے --- حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ملتان مولانا محمد شریف نوری بالکل اتفاقیہ حافظ عبد الجبار صاحب کو ملے، وہ دونوں مجھے اسٹیشن پر آملے'' ---

[حوالہ سابق]

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ اس سفر مقدس کی اطلاعی چٹھی میں لکھا تھا کہ آپ کا تار ملا، لہٰذا آپ کو حج کی منظوری دی جاتی ہے--- ایک ضعیف سا احتمال تھا کہ شاید سید اصغر علی شاہ صاحب نے کراچی سے کسی کو کہا ہو اور تار دیا گیا ہو، مگر شاہ صاحب کو سرے سے اس کا علم ہی نہ تھا، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''وہ تار جس کا ذکر اطلاعی چٹھی میں تھا، وہ شاہ صاحب نے نہیں بھیجا--- بہر حال کوئی غیبی امداد ہی ہوگئی اور کام بن گیا، والحمد للّٰہ وحدہ لا شریک لہ و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ و اٰلہ و اصحابہ و بارک وسلم''----

[۴/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۱ھ/ ۹/ مئی ۱۹۶۲ء]

کراچی سے بنام مولانا ابوالفضل گرامی نامہ

کراچی سے دوسرے خط میں حجاز مقدس کے پروگرام کی تفصیل کے علاوہ دارالعلوم کے معاملات پر نظر، نماز کی پابندی اور یادِ حق کی تاکید فرمائی:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل

عزیز القدر مولانا الصوفی ابوالفضل فضلہ رب الفضل والکمال

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات دارین آں کہ ہم بالکل تیار بیٹھے ہیں، ٹکٹ مل گئے ہیں، پاسپورٹ اور کرنسی لے لی ہے--- کہتے ہیں (آج) چار بجے کی پرواز ہے---کل ذرا تفصیلی لفافہ تمہارے سب کے نام لکھ چکا ہوں اور پوسٹ بھی ہوگیا ہے، مگر شاہ صاحب کو ٹکٹ نہ ملے تو بیرنگ ہی ڈال دیا--- ....محمد محبّ اللہ کی عیدی اسی ملفوف بیرنگ میں ہے--- ہر طرح ہوشیار رہیں اور پورا پورا کنٹرول رکھیں، کسی کام میں کوتاہی نہ ہو،

نمازیں وقت پر ہوں، حاضری اور رخصت بھی وقت پر ہو، (طلباء کے) کھانے وغیرہ کا بھی خیال رہے اور دل یاد حق تبارک و تعالیٰ میں موجزن رہے--- میرے لیے دعائیں جاری رکھیں، سستی نہ ہو--- سب حضرات، احباب، طلبائے کرام اور عزیزان ایک ایک کو سلام و دعا کہیں--- یہ آخری پرواز ہے، اب (دو پہر) سوا بارہ کا وقت ہے، سامان وزن کر کے دے دیا ہے---

ہمیں واپسی کی تاریخ ۱۷/جون ملی ہے، یعنی بفضلہٖ تعالیٰ پہلے سے تقریباً آٹھ روز زائد مل گئے ہیں، و للّٰہ تعالٰی الحمد و المنۃ و ھو المستعان و علیہ التکلان و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و سلم ---

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

[۵/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۱ھ/۱۰/مئی ۱۹۶۲ء]

مکہ مکرمہ سے پہلا گرامی نامہ

مکہ مکرمہ سے آپ نے پہلا گرامی نامہ گیارہ مئی کو دارالعلوم کے مدرسین کے نام تحریر فرمایا، چوں کہ ایک ہی مکتوب تمام مدرسین کے نام تھا، اس لیے اس میں ان کی کنیتوں میں ہر ایک کے ساتھ ''ابو'' لکھنے کی بجائے بصیغۂ جمع ''آباء'' اور مولانا کی جمع ''موالینا'' لکھا:

موالینا آباء الفضل و البقاء و الضیاء و الاسد

و غیرھم حفظھم اللّٰہ تعالٰی

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ فقیر مع رفقاء ۱۰/مئی کو

کراچی سے طیارہ پر سوار ہوا، جو سوا چار بجے بعد از ظہر طیران ہوا اور پاکستانی گھڑی سے بارہ بجے شب جدہ شریفہ اترا---اسی وقت فیس معلم وغیرہ ادا کر کے بس پر بیٹھ گئے، مگر بس راستہ میں بے بس ہوگئی اور کافی وقت کے بعد دوسری جدہ سے آئی، جو لے کر روانہ ہوئی، مگر یہاں دستور کے مطابق حاجیوں کو اتارتی ہوئی (ہمارے) معلم سالم بوء کے ڈیرہ پر اس وقت پہنچی جب کہ فجر کا وقت مختصر سا رہ گیا تھا--- بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ نماز ادا کر لی، بعد ازاں طواف عمرہ کیا اور سعی اب قبل دو پہر کی ہے تو عمرہ پورا ہو گیا---

.... بالکل خیریت سے ہیں، حافظ رحمت علی (مدنی) بھی مل گئے ہیں اور خیریت سے ہیں، مولوی عبدالحق ابوالبصر [۷] (فاضل دارالعلوم) بھی مل گئے ہیں---

حج مبارک ۱۳ رمئی، بروز اتوار ہے--- بعد از فراغت مدینہ طیبہ کی حاضری کا عزم صمیم ہے--- دعاؤں سے امداد کرتے رہیں کہ حضرت رب العالمین جل مجدہ کامیابی عطا فرمائے اور باعث قرب خصوصی بنائے---

آج ہی سے سرکاری، غیر سرکاری افراد حج کی تیاری میں ہیں، لہٰذا شاید یہ میرا خط بھی دیر سے ہی ملے، مگر کوئی بات نہیں--- جدہ مبارکہ (خط لکھنے کا) وقت نہ ملا، ناراض نہ ہوں--- سب عزیزاؤں اور عزیزوں سے پیار و دعا و سلام---والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

اس خط میں جہاں آپ نے احوال سفر بیان کیے، وہاں آپ کا حزم و احتیاط بھی ملاحظہ ہو کہ کراچی والے خط میں جدہ پہنچ کر خط لکھنے کا عندیہ دیا تھا، جدہ میں موقع ہی نہ ملا، مگر اس کے باوجود آپ نے عذر پیش کیا---

حج سے فراغت

مناسک حج سے فراغت کے فوراً بعد مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط لکھا:

العزیز الاعز الاغر مولانا ابوالفضل حفظہ ربہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---فقیر بخیریت وعافیت عزیزاں مطلوب---

ہم بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مناسک حج بخیریت ادا کر چکے ہیں---
امسال حجاج بہت زیادہ ہیں، معلم صاحب بتا رہے تھے کہ بارہ لاکھ ہیں---
موسم بڑا اچھا ہے، گرمی معتدل ہے، کل منیٰ سے (مکہ مکرمہ) پیادہ آئے،
بس، بس کی نسبت پیادہ چلنے میں ہی لطف محسوس ہوا--- بفضلہٖ تعالیٰ
خراماں خراماں ڈیڑھ گھنٹہ میں حرم شریف وارد ہوئے، سب مناسک
بڑی آسانی سے ادا ہوئے---............اب ہم چاہتے ہیں کہ جلد از جلد
مدینہ منورہ حاضر ہو جائیں---حکومت کی طرف سے بڑی پابندی ہے کہ
نمبر وار بھیجتے ہیں، تو اس کی ترکیب یہ بتائی جارہی ہے کہ ہوائی جہاز کا ٹکٹ
لے کر مدینہ طیبہ جائیں، تو ہم اس کے لیے بھی طیّار[۸] (تیار) ہیں اور
امید کہ جلد کامیابی ہو--- گو کہ کئی حاجیوں کو بخار آ رہے ہیں مگر نسبتاً
خیریت ہے---محمد محبّ اللہ کو پیار----

برادرم حکیم محمد چراغ الدین صاحب[۹] کا کیا حال ہے؟---
انہیں جا کر ہر دوسرے تیسرے دن پوچھتے رہیں---عیادت، عبادت ہے،
انہیں عرض کریں، ان کے لیے بالتخصیص دعائے صحت کر رہا ہوں، وھو
الشافی و ھو الکافی---[۱۰]

حضرت ماموں جان (مولانا محمد سلطان صاحب) کی خدمت میں نیاز مندانہ سلام عرض کریں، کفن کا تھان حاجی محمد دین، جو مولوی عبدالحق کمہاری والا کے رفیق سفر ہیں، ان کو دے رہا ہوں--- زم زم میں دھو کر--- (کیوں کہ وہ بحری جہاز سے آرہے تھے، ان کے لیے وزن کا مسئلہ نہ تھا)---

حضرت قبلہ والد ماجد قدس سرہ العزیز کی قبر پاک پر نیاز مندانہ سلام اور طلب دعائے عافیت خاص خیال سے اور ختم با قاعدہ حسب دستور ہوتے رہیں[۱۱] اگر اب کے کوئی تبرک نہ لاؤں تو کوئی صاحب ناراض نہ ہوں گے--- ہماری پوری کوشش ہے کہ جلدی مدینہ طیبہ حاضر ہو جائیں، مگر ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ شاید کچھ دیر ہو جائے--- ہاں دعاؤں سے یاد رکھیں اور حضرت رب العالمین جل مجدہ کی یاد سے غافل نہ بنیں---

ع ہر گدا از یاد او سلطاں بود

(اور پہلا مصرع غالباً یہ ہے:

ذکرِ او سرمایۂ ایماں بود [محبّ])

دعائیں سب کے لیے ہو رہی ہیں--- سب سے معروض کہ ہشیار رہیں اور اپنے اپنے کام باحسن وجوہ نبھائیں--- حضرت رب العالمین جل مجدہ اپنے خصوصی فضل و کرم سے آپ سب حضرات کی خصوصی امداد فرمائے اور اپنے پاک در اور گھر کی حاضری نصیب فرمائے---

مولوی حافظ مسعود احمد[۱۲] اور ماسٹر محمود احمد[۱۳] کا کیا حال ہے؟--- (تب یہ بچے ہی تھے مگر بعد میں واقعی ماسٹر (عربی ٹیچر) بنے[محبّ]) مولوی محمد احمد صاحب[۱۴] پابندی سے کام کر رہے ہیں یا گیند کا ہی شغل فرماتے ہیں؟---

سب سے درجہ بدرجہ سلام، طلباء کرام سے بھی سلام---

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

حال مسجد حرام مکہ مکرمہ، مسافر مدینہ منورہ

۱۳/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۱ھ، یوم الخمیس/ ۱۷/ مئی ۱۹۶۲ء

مکہ مکرمہ سے ہی ایک اور مکتوب رقم فرمایا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی حبیبہ الکریم

حضرات آباء الضیاء و البقاء و الفضل و الاسد

لا زالوا بالسداد الاسد

السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ--- بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ یہاں خیریت ہے--- منیٰ میں دو تین دن معمولی سا درد رہا--- حافظ رحمت علی صاحب نے یہاں کی دال جو دال نخود سے ملتی جلتی ہے، کھلا دی--- بعدازاں (درد) نہیں ہوا---

کئی حاجیوں کو تکلیف ہے، عموماً بخار ملیریا ہوتا ہے اور نزلہ اور کھانسی بھی--- بفضلہٖ تعالیٰ مجھے نہ بخار ہوا اور نہ ہی کوئی اور تکلیف--- تعجب والی بات ہے کہ میرے جیسا سراپا ضعف، قوی اور اقویا، ضعیف ہیں--- اس کی عظیم الشان نعمتوں کا شکر ادا نہیں ہوسکتا---

مدینہ طیبہ کی حاضری کے منتظر ہیں، مگر ابھی قانونی بندش ہے--- نمبروار بھیج رہے ہیں، امید ہے کہ ہفتہ کے اندر ہی حاضری ہو جائے گی--- یہاں سے یہ ڈاک کا آخری خط [۱۵] ہے--- ان شاءاللہ تعالیٰ پھر مدینہ سکینہ سرور سینہ سے بھیجوں گا--- بفضل رب المدینۃ و رب صاحبھا علیہ

الصلاۃ و السلام ---مضطرب نہ ہوں، ہمت وعزم سے کام لیتے رہیں---

ہاں، مولوی حاجی محمد عظیم صاحب (والد مولانا حاجی غلام حسین نوری، جنہوں نے گزشتہ سال ۱۹۶۱ء میں حج کیا تھا اور مناسک حج میں کسی غلطی کی وجہ سے انہیں دم پڑ گیا تھا[محبّ]) سے عرض کریں کہ ہمیں اب (حج کے بعد) بھی کوئی قربانی ۳۵ ریال سے کم کی نہیں مل رہی، لہٰذا آپ کی قربانیاں نہیں ہوسکتیں--- میں نے وہاں (روانگی کے وقت بصیر پور میں) بھی کہا تھا کہ مشکل ہے اور اس سال اور مہنگائی ہے---[۱۶]

سب کو درجہ بدرجہ سلام--- والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی

منتظر سفر المدینۃ السکینۃ حال مکۃ المکرمۃ

۲۱ رمئی ۱۹۶۲ء

مولانا ابوالفیض علی محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے کے نام ''عزیزی الوھاج[۱۷] سلمہ ربہ بالاھتزاز و الابتھاج'' کے سرنامہ سے مکتوب میں اپنی خیریت سے یوں مطلع فرماتے ہیں:

''امسال حجاج صاحبان کو کافی بخار، نزلہ وکھانسی عارض ہو رہے ہیں---

............میں تو اپنے پیارے حبیب ﷺ کا دیوانہ ہوں اور دیوانوں کا محافظ وحدہ لا شریک لہ ہے---اب تک تو بفضلہٖ ان عوارض سے محفوظ ہوں اور آئندہ بھی سفر مقدس میں امید ہے--- و ھو المستعان و علیہ التکلان و صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب الاعظم و آلہ و سلم ---

[محررہ ۲۱ رمئی ۱۹۶۲ء، از مکہ مکرمہ بنام وہاج]

8

حاضریٔ مدینہ کا انتظار

آپ حاضری مدینہ طیبہ کے لیے بے قرار تھے، اس بار آپ سرکار ابد قرار ﷺ کے خصوصی بلاوے پر حاضر ہو رہے تھے، مگر ابھی شاید آتش شوق کو تیز تر کرنا مقصود تھا، اس لیے رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں، چناں چہ لکھتے ہیں:

''کافی حجاج (اپنے وطن) واپس ہو رہے ہیں اور بہت سے مدینہ طیبہ جا رہے ہیں، ہمارا نمبر ابھی نہیں آیا---ہاں لَمْ یَدْخُلُوْھَا وَھُمْ یَطْمَعُوْنَo[۱۸] کے حکم میں ہیں---صرف ایک ہی اضطراب ہے اور وہ مدینہ طیبہ کی طلب---امید کہ عنقریب نمبر آ جائے گا---ہم نے تو کہا تھا کہ ڈبل کرایہ دے کر بھی جانے کو تیار ہیں مگر بس ابھی تو ایک ہی جواب ہے کہ انتظار کرو''---

[بنام مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ، محررہ ۲۳ رمئی ۱۹۶۲ء]

ایک اور خط میں لکھا:

''ہم ابھی مکہ مکرمہ میں ہیں، یہ عجیب اتفاق ہے کہ جیسے روانگی رہ رہ کر دیر سے ہوئی یوں ہی طیبہ مکرمہ کی روانگی بھی دیر سے ہی ہو رہی ہے---کرایہ کل داخل کرا دیا ہے، معلم نے کہا تھا کہ دو تین دن میں روانہ کر دیتے ہیں مگر اب پرسوں منگل کے متعلق کہتے ہیں کہ نمبر کا پتا چل جائے گا---بہر حال رحمت الٰہیہ کے امیدوار ہیں---آپ سے ہو سکے تو ہر جمعرات ایک ختم آیت کریمہ اور ایک ختم درود پاک کا ضرور کراتے رہیں، خود طلبہ میں شریک ہو کر ہو تو بہتر ہے---آج سفر کی آدھی مدت پوری ہو چکی ہے---

میری حالت بڑی واضح ہے، نہایت کمزور ہوں، وہاں (پاکستان میں) بھی محض حضرت رب العلمین جل وعلا کے فضل سے کام کرتا ہوں اور یہاں بھی اسی کے فضل وکرم سے صحت سے ہوں---اس کے فضل کے بغیر ایک سیکنڈ بھی نہیں رہ سکتا ہوں، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کا معنی بفضلہٖ واضح ہورہا ہے---بہرحال وقت اچھی طرح پاس ہورہا ہے، مدینہ منورہ کی تیاری ہی تیاری ہے---ہمیں اپنے محبوب مکرم ﷺ کی خدمت میں جتنا موقع ملے، غنیمت ہے اور یوں ہی بلد اللہ الحرام کی حاضری بھی غنیمت ہے---

وصلی اللّٰه تعالٰی علٰی حبیبه و آله و صحبه و بارك وسلم ---

آج مکہ مکرمہ میں قدرے بادل ہورہے ہیں اور دو دن سے سرد ہوا چل رہی ہے، یہ سب اسی کے فضل وکرم کے کرشمے ہیں---سب کو سلام---ہاں، میاں کرم دین موچی [۱۹] کو بھی ضرور سلام کہیں، وہ فقیر آدمی ہے''---

[بنام اساتذہ دار العلوم واعزہ

محررہ ۲۳/ ذی الحجة المبارکة ۱۳۸۱ھ/ ۲۷/ مئی ۱۹۶۲ء]

مدینہ منورہ سے مکاتیب گرامی

مدینہ منورہ پہنچ کر مدرسین دار العلوم اور اعزہ کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

''فقیر بخیر، وعافیتِ امزجۂ مقدسہ مطلوب--- للّٰه تعالٰی الحمد و المنة کہ فقیر پُرتقصیر محض اپنے رب اکرم جل مجدہ کے فضل وکرم سے بوسیلہ جلیلہ محبوب مکرم ﷺ آج عشاء کے وقت واردِ مدینہ منورہ ہوگیا ہے---۳۰:۳ بجے (غروب کے لحاظ سے، پاکستانی تقریباً سوا دس بجے شب)

صلوٰۃ وسلام حاضر ہوکر عرض کیے--- میرا دل اور زبان ادائے شکرانِ نعم جلیلہ سے قاصر ہیں--- کیا کیا انعام وافضال ذکر یا شمار کروں--- پھر میرا ضعف اور کمزوری اور سفر اور موسم گرما اور صحت یہ بھی محض فضل ہی فضل ہے، ورنہ میرا ایک دن بھی صحت سے رہنا مشکل تھا[۲۰] دن کیا، اس کے فضل کے بغیر ایک پل بھی نہیں گزر سکتا--- فللّٰہ الحمد و المنۃ---

ہاں ختم درود پاک اور آیت کریمہ ضرور جاری رہے کہ برکتیں اور بڑھتی جائیں--- سب کے صلوٰۃ وسلام عرض کر چکا ہوں--- خورشید احمد اور ملک رحمت اللہ صاحبان میرے ساتھ ہی ہیں، مگر ان کی صحت بحال نہیں ہوئی--- مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی حاضری میں اب کی مرتبہ بڑا وقت خرچ ہوا ہے، دو جگہ آرام بھی کیا مگر ۲۶ گھنٹے سے زائد وقت خرچ ہوا تو ان بے چاروں کو نسبتاً زیادہ کوفت ہوئی--- ہاں مجھے لاری (بس) کے اتنے لمبے سفر میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی--- کتنے انعام شمار کروں؟---

ہماری واپسی کی تاریخ کراچی ۱۷ر جون بتائی، بلکہ ٹکٹوں پر بھی لکھی گئی تھی مگر مکہ مکرمہ میں (معلم) سالم بوء نے بتایا، اب واپسی ۱۰ر جون کو ہو گئی ہے، حکومت پاکستان کی چٹھی آ گئی ہے--- پھر مجھے انگریزی چٹھی نکال کر دکھائی بھی اور اسی بنا پر ہماری حاضری طیبہ مبارکہ کی بھی جلدی ہو گئی، ورنہ اور دیر ہونی تھی (واپسی سے صرف آٹھ دن پہلے مدینہ منورہ بھیجتے)--- یہاں آ کر حیدر الحیدری معلم سے پتا کیا، تو انہوں نے بھی لکھا ہوا دکھایا، جو عربی میں تھا اور میں نے خود پڑھا کہ (جدہ سے) واپسی ۸ر محرم الحرام ۱۳۸۲ھ، بروز اتوار ہے، جو ۱۰ر جون ہے---

دل کا اصل تقاضا تو پاک در کی حاضری کے متعلق یہ ہے کہ یہاں سے

ملے ہی نہ، مگر عوارض حائلہ ہیں، جو مجبور بنا دیتے ہیں---حکومت کے اپنے نظریے ہوتے ہیں، پھر ساتھیوں کا بیمار ہونا بھی ہے، مگر خورشید احمد تو افسوس کرتا ہے کہ سات دن کیوں کم ہو گئے---ہاں اگر (واپسی میں) دیر ہو جائے تو فکر نہ کریں، ہوسکتا ہے کہ اور وقت مل جائے---خیریت سے ملے تو کیا کہنا، ویسے میرا یہ سفر تو یوں ہی انجام ہو رہا ہے، سب کچھ اچانک غیر متوقع طور پر ہو رہا ہے---ہر کام محنت اور خیال سے کریں، و ھــــو الحافظ و الناصر المعین---

مدینہ عالیہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی آپ حضرات کے خط آئے ہیں، سب صاحبان سے سلام مودّت، مگر سب کے نام الگ الگ نہیں لکھ سکتا، معذرت قبول فرمائیں--- سب خورد و کلاں سے سلام و پیار اور دعا حسب المراتب والمدارج---

بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح خیریت ہے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ--- و اللّٰہ باللّٰہ ثُمَّ تاللّٰہ یہ رحمتِ ارحم الراحمین ﷺ ماں باپ سے بھی بڑھ کر رحمت فرماتے ہیں، ان کی رحمت کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے---

و اللّٰہ ذو الفضل العظیم لہ الحمد و المنة و منہ النعمة و الفضل و اللطف''---

[محررہ ۳۰؍مئی ۱۹۶۲ء]

ایک اور مکتوب میں لکھا:

''ہماری تاریخ پرواز جدہ ۱۰؍جون ہوگئی ہے، یہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں، اگر خوش قسمتی سے ۱۷؍جون (ہو جائے)، جو کراچی میں دی گئی تھی، تو غنیمت ہے---مضطرب نہ ہوں، سات دن کا کیا ہے، یہاں تو کئی عشاق

پنجاب وسندھ کے ڈیرے لگائے بیٹھے ہیں اور دلِ محبّ، محبوب سے ظاہری دوری بھی پسند نہیں کرتا---

بر آستانت کمینہ جامی مجال بودن نہ دید یارا
ازاں نشستہ بکنجِ غربت بکوئے فرقت گزید ما را [۲۱]

شاہ عبدالحق [۲۲] (محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) عرض کرتے ہیں:

''ضرورت است وگرنہ خدائے می داند.................الخ''---

رفقاء صحت یاب ہورہے ہیں، بے چارے حاضری سے زیادہ بہرہ یاب نہیں ہورہے، کل رات کے آئے ہوئے آج بمشکل حاضری اور صلوٰۃ وسلام عرض کر سکے ہیں--- اور میں بفضلہٖ تعالیٰ حسب سابق خوش وخرم، اپنی قسمت پہ شاکر اور حاضریوں سے لطف اندوز ہو رہا ہوں---ملیریا وغیرہ کافی تھا مکہ مکرمہ میں اور یہاں تو آرام ہی آرام ہے--- یہ پاک شہر محلِ رحمتِ خصوصیہ جمالیہ ہے''---

[بنام اعزہ، ۳۱ رمئی ۱۹۶۲ء، بوقت عصر]

مدینہ منورہ سے ہی ایک اور مکتوب رقم فرمایا:

العزیز الفاضل ابوالفضل وغیرہ سلمہم ربہم بفضلہ الجلیل

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعواتِ عافیت دارین آں کہ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت اور تمہاری خیریت مطلوب القلوب ہے---قبل ازیں لکھ چکا ہوں کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا معلم بھی یہی کہتا ہے، مگر فقیر نے ساتھ ہی لکھا تھا کہ اس سفر پاک کے سارے مراحل ہی خلاف توقع طے ہورہے ہیں، ہوسکتا ہے وقت پر وہی تاریخ سترہ جون ہی جا بنے اور خوش قسمتی سے مدینہ پاک حاضری بڑھ جائے--- بفضلہٖ تعالیٰ یہی بات

نظر آ رہی ہے، آج ایک ثقہ آدمی جدہ شریفہ سے دریافت کر آیا ہے، وہ کہتا ہے آخری جہاز ۱۸/جون کو جائے گا، یعنی ایک دن سترہ سے بھی بڑھ گیا ہے---

میری طرف سے نذیر احمد[۲۳] کو سمجھا دیں کہ گھڑی وغیرہ کا بار بار کیوں مطالبہ کرتا ہے--- کیا اس کا باپ سارا تبرک نہیں بن رہا--- اس سے کسی اور تبرک کی کیا ضرورت؟---

ہمیں دعاؤں سے تو آپ لوگ یاد رکھتے ہی ہوں گے، آپ لوگوں کے لیے ہم دعائیں کر رہے ہیں اور مدینہ پاک میں بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ آرام سے وقت بسر کر رہے ہیں--- یہ مدینہ پاک کا پاک اور نورانی مقدس بقعہ، یہ نورٌ علیٰ نور دائرہ، یہ پر کیف سماں، یہ بہاریں قسمت سے ملا کرتی ہیں--- دعائیں جاری رکھیں کہ حضرت رب العالمین جل مجدہ یہ حاضری قبول فرمائے اور حقیقی منظوری سے سرفراز کرے--- دار العلوم کی ہر چیز کا خیال رہے--- تربت پاک قبلہ والد ماجد کا بھی اچھی طرح خیال رہے--- میرا نیازمندانہ سلام بھی عرض کر دیں، نہایت تاکید ہے---

[محررہ ۴/جون ۱۹۶۲ء]

سفر مقدس کے آخری خط میں لکھا:

''ہم بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے مدینہ سکینہ میں زندگی کی یہ مبارک گھڑیاں گزار رہے ہیں--- ہمیں بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مدینہ طیبہ میں ذرا اور اجازت مل گئی ہے--- اور پھر جدہ سے ۱۸/جون یا ذرا پہلے جہاز ملے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، تو گھر ۲۰ یا ۲۱/جون تک پہنچنے کی امید ہے--- آگے سب کچھ حضرت رب العالمین جل مجدہ کے سپرد ہے، و هو حسبنا و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه و

آله و اصحابه و بارك و سلم ---

تمہارے سب کے لیے دعائیں جاری ہیں اور سلام بھی عموماً نام بنام عرض کر دیے ہیں--- یہ خط صرف تمہارے اطمینان کے لیے لکھ رہا ہوں، سب سے درجہ بدرجہ سلام مودت---

کل آپ حضرات کے کئی خطوط ملے ہیں، مگر اب ان شاء اللہ خود ہی عنقریب جواب بن کر آنے والا ہوں، لہٰذا یہ ایک مشترکہ خط ہی لکھ دیا ہے---

یہاں مدینہ منورہ میں عموماً حاجی صاحبان آرام سے ہیں اور خوش وخرم--- مولوی صوفی محمد محبّ اللہ کو بھی خصوصی پیار--- آپ سب حضرات کے لیے آب زمزم شریف اور کھجوریں لی ہیں یا چند تسبیحیں--- اور دعائیں تو بفضلہٖ تعالیٰ پہنچ ہی رہی ہیں''---

[بنام اعزہ، محررہ ۱۰/ جون ۱۹۶۲ء]

سفرِ مقدس کی مختصر روداد

اس سفرِ مقدس کی روداد حضرت ضیاء العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے حسب ذیل ہے:

''حضرت فقیہ اعظم الحاج ابوالخیر محدث اعظم مدظلہم العالی کا یہ سفر مبارک بھی نہایت عجیب ہے--- پہلے آپ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے، مناسک حج سے فارغ ہو کر حاضریٔ مدینہ منورہ کے لیے آپ کا آخری نمبر تھا اور آپ جلدی چاہتے تھے--- دریں اثنا حکومت کی طرف سے معلموں کے نام ایک چٹھی پہنچی کہ واپسی کے لیے آخری پرواز ۱۰/ جون ۱۹۶۲ء ہے، حالاں کہ پہلے حکومت نے سترہ تاریخ دی تھی، بناءً علیہ معلم کو بہت جلد

انتظام کرنا پڑا، چنانچہ آپ مدینہ منورہ باری سے پہلے ہی پہنچ آئے، یہاں بھی یہی بات مشہور تھی، چنانچہ آپ نے ہماری طرف لکھ بھی دیا، مگر ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا کہ ہمیں امید ہے کہ حاضری کے لیے کچھ اور دن بھی مل جائیں--- چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے طیارہ کی پرواز ۱۷ر سے بھی گزر کر ۱۸ر جون ہوگئی اور اسی لیے یہاں ہمیں بھی ۱۰ر سے ۲۰ر جون ۱۹۶۲ء تک استقبالیہ انتظار و انتظام پرثواب جزیل حاصل کرنے کا موقع ملتا رہا--- دراصل بات یہ تھی کہ مقررہ کوٹہ کے مطابق آخری پرواز واقعی ۱۰ر جون کو تھی، مگر حکومت نے بعد میں تین طیارے اور بڑھا دیے تھے، جس کی آخری تاریخ وہی سترہ جون تھی--- اس طرح آپ کو سترہ دن حاضریٔ مدینہ منورہ کا موقع مل گیا--- چنانچہ اٹھارہ جون کو بذریعہ جیٹ طیارہ صرف ساڑھے تین گھنٹے میں کراچی اور ۲۰ر جون، بروز بدھ، بارہ بج کر پانچ منٹ پر بخیریت بصیر پور تشریف لائے''---

و للّٰہ الحمد، نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، نعرۂ رسالت، یا رسول اللہ، فقیہ اعظم، زندہ باد

[پمفلٹ انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور، نور خدا کی آمد،
سلسلہ تبلیغ ۴۶، صفحہ ۱۶، جولائی ۱۹۶۲ء]

حواشی

① کلیات جامی، مطبع نول کشور، لاہور، ۱۹۳۳ء، صفحہ ۳۳۶

② علامہ حافظ نذیر احمد نوری، تحصیل دیپال پور کے ایک گاؤں بہاول داس میں دسمبر ۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئے، ان کے والد گرامی مولانا جان محمد صاحب درویش منش، مخلص و متدین انسان تھے---انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں مولانا منیر احمد نوری اور مولانا حافظ نذیر احمد نوری کو تعلیم و تربیت کے لیے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا، جو بحمدہٖ تعالیٰ عالم و فاضل بن کر نکلے---

علامہ نذیر احمد نوری نے حفظ قرآن سے لے کر دورہ حدیث شریف تک مکمل تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ ہی میں حاصل کی اور حضرت سیدی فقیہ اعظم کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر اس آفتاب شریعت و طریقت کے فیض نور سے مکتسب ہوئے--- وہ صحیح معنوں میں فنافی الشیخ تھے، شیخ کی ان پر خصوصی نگاہ شفقت تھی---دسمبر ۱۹۶۹ء میں حضرت سیدی فقیہ اعظم نے انہیں گوجرانوالا جانے کا حکم دیا اور فرمایا:

"تمہیں شہر میں جا کر کام کرنا ہے، پھر وہاں اللہ تمہیں بہت رنگ لگائے گا، اب تمہیں وہیں رہنا ہے"---

شیخ کے فرمان کا اثر تھا کہ گوجرانوالا ہی میں آخری گھر بنا اور کم و بیش چالیس سال تک جس مسجد میں امامت و خطابت اور تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور جس حجرہ میں

درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا تھا، اسی میں قبر بنی---

زمانہ طالب علمی میں حافظ صاحب کا شمار ہونہار طلبہ میں ہوتا تھا، وہ نہایت محنتی اور قابل تھے، حضرت سیدی فقیہ اعظم کی اقتداء میں صف اوّل میں نماز با جماعت کے علاوہ تہجد پر مواظبت کی عادت پڑی، جو عمر بھر قائم رہی--- وہ دامے، درمے، قدمے، سخنے سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ اور آپ کے مشن کے مدد ومعاون تھے--- دکھ سکھ کے ساتھی، یاروں کے یار، وضع دار، خوش اخلاق وخوش اطوار، دل کے غنی، ہاتھ کے سخی، دل دردمند رکھنے والے مخلص انسان تھے---

گوجرانوالا میں مسند خطابت سنبھالنے کے بعد گریجویشن کی اور بی ایڈ کا کورس کر کے گورنمنٹ سکول میں شعبہ تدریس سے وابستہ ہو گئے، ساتھ امامت وخطابت اور دروس قرآن وحدیث کا سلسلہ بدستور جاری رہا--- حافظ صاحب بہت متواضع، ملن سار اور پیکر شفقت ومحبت تھے--- اکابر کی تعظیم، اصاغر کی حوصلہ افزائی ان کا شیوہ تھا، یہی وجہ ہے کہ مقتدی اور اہل شہر آپ کا انتہائی احترام کرتے---

حافظ صاحب دورانِ تعلیم ہی میں حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے تو اتباع سنت اور پابندی شریعت کا خاص ذوق پیدا ہو گیا--- سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے قلب وباطن میں راسخ ہو چکی تھی--- متعدد بار حاضریٔ حرمین شریفین کی سعادت پائی---

موصوف ایک جید عالم دین ہی نہ تھے، بلکہ قابل، منجھے ہوئے اور بہترین لکھاری بھی تھے، تحریر دیکھ کر یوں لگتا جیسے موتی چمک رہے ہوں--- اللہ تعالیٰ نے انہیں سعادت مند اولاد کی نعمت سے بھی نوازا، ان کے بچوں کے نام حضرت فقیہ اعظم نے ہی رکھے تھے--- بڑے صاحبزادے حافظ محمد احمد نوری جاپان میں امامت وخطابت اور دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، حافظ مسرور احمد نوری اور حافظ محمد اکرم نوری بالترتیب

پاکستان اور سوئیٹزرلینڈ میں کاروبار کرتے ہیں، جب کہ منجھلے صاحبزادے پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری علم وعمل اور اخلاق و کردار میں اپنے والد گرامی کے مظہر ہیں--- حضرت سیدی فقیہ اعظم کے عرس اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ان کا خطاب توجہ سے سنا اور پسند کیا جاتا ہے---

۲۴رمئی ۲۰۱۰ء، بروز پیر، عشاء کے قریب ۶۷ سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا---

③ حضرت سیدی فقیہ اعظم کے تلمیذ رشید اور ادیب شہیر حضرت مولانا محمد منشاء تابش قصوری (سیالوی) بن میاں اللہ دین، ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء کو موضع ہری ہر ضلع قصور میں پیدا ہوئے--- قرآن پاک گھر پر پڑھا، مڈل تک اردو تعلیم حاصل کی، ۱۹۵۶ء میں میٹرک کیا، ۱۳۷۷ھ میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخل ہوئے اور آٹھ سال تک کتب متداولہ پڑھنے اور درس حدیث لینے کے بعد ۱۳۸۵ھ میں سند فراغت حاصل کی--- اس موقع پر مولانا ضیاء القادری بدایونی نے مرصع نظم کہی، جس کا مقطع یہ ہے:

منشائے محمد کو منشائے خدا سمجھا تاریخ ضیاؔء کہیے ''ابرارِ شریعت'' آ

۱۳۸۵ھ

حضرت مولانا تابش قصوری شاعر بھی ہیں، شاعری میں مولانا ضیاء القادری کی شاگردی کی--- تابش صاحب نہایت مخلص، مستعد اور باعمل عالم ہیں، مسلک اہل سنت کی خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے--- پاک و ہند کے اہل علم وقلم سے گہرے رابطے ہیں، ملکی و غیر ملکی رسائل و جرائد میں آپ کے مضامین چھپتے ہیں، ان مضامین کے علاوہ بہت سی کتب اور رسائل کے مصنف، مرتب اور مترجم ہیں--- ۱۹۶۲ء میں مرکزی انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور کے نائب ناظم مقرر ہوئے، بعد ازاں ناظم اعلیٰ اور اب ماہ نامہ نور الحبیب کے ادارتی بورڈ میں شامل ہیں---

۱۹۷۱ء میں آپ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر

بیعت ہوئے، ۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے سامنے بیٹھ کر اپنے استاذ محترم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی سے دوبارہ دورہ حدیث کیا، اس کے بعد بھی متعدد بار حج وزیارت کی سعادت نصیب ہوئی---

④ حاجی خورشید احمد نوری کا ارائیں (بھٹہ) خاندان سے تعلق تھا، حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مرید اور بہت صالح انسان تھے--- حاجی محمد ابراہیم آئل ایجنسی والے کے ساتھ تیل کا کاروبار کرتے تھے---عیدین، جمعہ اور روزانہ فجر اور عشاء کی نمازیں حضرت کی اقتداء میں ادا کرتے---

⑤ موصوف بڑے محنتی اور تجربہ کار مدرس تھے، کچھ عرصہ ملتان میں اور کم وبیش چالیس سال تک دار العلوم اشرف المدارس اوکاڑا میں بحیثیت صدر مدرس شعبہ حفظ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے--- متواضع، حلیم اور مخلص انسان تھے--- ۲۸؍ستمبر ۲۰۰۳ء کو وفات پائی، اوکاڑا میں تدفین ہوئی---

⑥ خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری بن مولانا محمد دین، ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء کو ضلع گجرات کے ایک گاؤں موضع چکوڑی میں پیدا ہوئے، میٹرک کے بعد دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں داخلہ لیا، ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء میں درس نظامی کی تکمیل کی--- زمانہ طالب علمی میں ہی قصور میں خطیب مقرر ہوئے، آواز میں بلا کا سوز تھا، ان کی خطابت کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی--- حضرت فقیہ اعظم محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی وجہ سے نوری اور قصور میں قیام کی نسبت سے قصوری کے نام سے مشہور تھے--- ۱۹۶۱ء میں لاہور آ گئے---قصور میں معروف نعت خواں الحاج محمد علی ظہوری سے مل کر ماہ نامہ نور وظہور شروع کیا، پھر لاہور آ کر ''الحبیب'' کے نام سے رسالہ نکالا، جو بڑا مقبول ہوا---

یکم مئی ۱۹۵۹ء کو کلارک آباد (نزد رائے ونڈ) کے کئی عیسائی خاندانوں کے کم وبیش

دو ہزار افراد نے ان کے سحر خطابت اور انداز تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا---
ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقدہ ۱۹۶۹ء کی تاریخی سنی کانفرنس میں کسی وجہ سے لاکھوں کا مجمع منتشر ہونے لگا تو آپ نے اپنی سحر بیانی سے اسے کنٹرول کر کے مشاہیر کو حیران کر دیا---
۱۳۸۴ھ میں بغداد معلیٰ، بیت المقدس اور حرمین شریفین کی زیارات کیں، بغداد معلیٰ کے ریڈیو سے آپ کی عربی تقریر نشر ہوئی---مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک، خلیق وملن سار اور دوستوں کے دوست تھے--- بارہ تقریریں، نشری تقریریں، آفتاب سنت، عرب کا مسافر وغیرہ یادگار ہیں--- ۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ/۱۳ مئی ۱۹۷۲ء، جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب، میو ہسپتال لاہور میں وصال ہوا اور راوی روڈ پر واقع اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ محمدیہ و جامع مسجد محمدیہ میں مدفون ہوئے---
وصال کے تیس سال بعد محکمہ شاہرات نے سڑک وسیع کرتے ہوئے ان کی قبر کھودی تو جسم صحیح وسالم نکلا، چنانچہ قریب ہی دوسری جگہ تدفین ہوئی---موصوف اپنے والد کے اکلوتے صاحبزادے تھے، علامہ نوری صاحب کی نرینہ اولاد نہ تھی، موصوف ۳۷ سال کی مختصر عمر میں شہرت کی بلندیوں تک پہنچے--- ۲۷ مئی ۱۹۷۲ء کو حضرت فقیہ اعظم کی زیر صدارت دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں ان کی یاد میں تعزیتی جلسہ ہوا، جس میں سیکڑوں فضلاء کرام اور عوام کے جم غفیر نے شرکت کی---
[تفصیلی حالات کے لیے تذکرہ اکابر اہل سنت، از علامہ شرف قادری ملاحظہ کریں]

⑦ مولانا ابو البصر عبد الحق نوری بن حاجی شرف الدین کا شمار حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم تلامذہ میں ہوتا ہے، موصوف ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۲۹ء کو موضع منچریاں تحصیل دیپال پور میں پیدا ہوئے---قرآن کریم اور فارسی مولانا الحاج غلام محمد صاحب (والد محترم پروفیسر خلیل احمد نوری، لاہور، رکن ادارتی بورڈ ماہ نامہ نور الحبیب) سے پڑھیں، بعدہٗ ۱۹۴۲ء میں درس نظامی کی تکمیل کے لیے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخلہ لیا، تب یہ ادارہ

فرید پور میں تھا---حضرت فقیہ اعظم کے علاوہ استاذ العلماء مولانا چراغ دین صاحب اور شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی سے تعلیم حاصل کی---۱۹۴۷ء میں دورہ حدیث مکمل کر کے حضرت فقیہ اعظم کے دست مبارک سے سند و دستار فضیلت حاصل کی---کمہاری والا (پاک پتن شریف) میں طویل عرصہ امامت و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے---۱۹۶۲ء، ۱۹۷۲ء، ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۸ء میں چار دفعہ حج کیے---۱۹۷۵ء میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مدینہ منورہ میں بخاری شریف پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا---

⑧ قدیم اردو میں ''تیار'' کو ''ت'' کی بجائے ''ط'' کے ساتھ ''طیار'' لکھا جاتا تھا---

⑨ یہ حکیم صاحب کندہ اٹاری تحصیل دیپال پور کے رہائشی تھے، بڑے قابل اور حاذق تھے، ان کے قریبی رشتہ دار دار العلوم کے پڑوس میں قیام پذیر ہیں، مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری نے ان سے طب کی بعض فارسی کتابیں پڑھی تھیں---

⑩ اس کے بعد خط کے اگلے پیرے میں دار العلوم اور طلباء کے بارے میں ہدایات تحریر فرمائیں، جو متعلقہ سرخی ''طلبہ کی تعلیم اور دار العلوم کے مفادات کا تحفظ'' میں درج کی گئی ہیں---

⑪ حضرت فقیہ اعظم ہر جمعرات، بعد نماز مغرب اپنے والد گرامی کی قبر شریف کے پاس ختم دلوایا کرتے تھے، مکتوب میں اسی جانب اشارہ ہے---

⑫ حضرت مولانا خواجہ ابو النور رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے--- حفظ القرآن، فارسی، صرف اور نحو کی ابتدائی کتب دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں پڑھیں---

⑬ مولانا صاحبزادہ محمود احمد چشتی بن حضرت مولانا ابو النور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے قاعدہ سے لے کر ہدایہ تک دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں تعلیم حاصل کی--- بصیر پور اور بعد ازاں لاہور میں عربی ٹیچر رہے، ۶ رجنوری ۲۰۱۰ء کو ٹریفک حادثہ میں وفات پائی---

⑭ صاحبزادہ محمود احمد کے بڑے بھائی، جوان دنوں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں زیر تعلیم تھے---

⑮ بعد میں مکہ مکرمہ سے دو مکتوب غالباً واپس آنے والے حجاج کے ذریعے دستی بھجوائے تھے---

⑯ اس خط کا بقیہ حصہ ''کتابوں کی خریداری'' اور ''علماء سے ملاقات'' کی سرخیوں میں ملاحظہ ہو---

⑰ خط کے مخاطب تو مولانا ابوالفیض علی محمد نوری (وہاڑی) ہیں، مگر شفقت کی بنا پر ان کے تین سالہ صاحبزادے کے نام لکھا---حضرت فقیہ اعظم نے ان کا تاریخی نام ''محمد وہاج فیض النصیر'' (۱۳۷۸ھ) رکھا تھا---موصوف آج کل محکمہ اوقاف کے زونل خطیب کے طور پر جامع مسجد دربار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں، وہاڑی میں اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ کے مہتمم ہیں---

⑱ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۴۶ کی طرف تلمیح ہے:

''اعراف کے مقام پر ایسے لوگ ہوں گے جو ہر ایک (جنتی، دوزخی) کو آثار سے پہچان لیں گے اور اہل جنت سے پکار کر کہیں گے، تم پر سلام ہو، وہ لوگ ایسے ہوں گے جو ابھی جنت میں پہنچے تو نہیں، تاہم اس کے آرزومند اور امیدوار ہوں گے''---

⑲ محلّہ درس بصیر پور کے رہائشی اور مجذوب قسم کے آدمی تھے، البتہ نماز باجماعت کے سخت پابند تھے---

⑳ آپ بہت لطیف مزاج تھے، موسم کی شدت و حدت کا طبیعت پر فوری اثر ہوتا، گرمیوں میں چھتری ساتھ رکھتے، گھر سے دارالعلوم یا مسجد جاتے ہوئے چھتری تان لیتے---

㉑ کلیات جامی میں یہ شعر اس طرح ہے:

بر آستانت کمینہ جامیؔ مجال بودن ندید ازاں رو
بکنج فرقت نشستہ محزوں بکوی محنت گرفتہ ما را

[کلیات جامی، مطبع نول کشور، لاہور، ۱۹۳۳ء، صفحہ ۵۷]

(۲۲) گیارہویں صدی ہجری کے مجدد امام اہل سنت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ء کو دہلی میں پیدا ہوئے --- آپ کے آباء واجداد بخارا سے ہجرت کر کے دہلی تشریف لائے تھے --- اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہن رسا عطا فرمایا تھا، بچپن ہی سے ذوق وشوق اور علمی انہاک کا یہ عالم تھا کہ روزانہ اکیس بائیس گھنٹے تعلیم اور مطالعہ میں صرف کرتے --- سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، پھر ۹۹۶ھ میں حجاز مقدس حاضر ہو کر جید علماء ومشائخ سے حدیث پاک کی کتابیں پڑھیں ---

حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۱ھ) ملتان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے، پھر مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالوہاب المتقی رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد وسلوک کی منزلیں طے کیں --- آپ نے بہت سی مفید کتب تصنیف کیں، جن میں اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی)، لمعات شرح مشکوٰۃ (عربی)، جذب القلوب (تاریخ مدینہ منورہ)، مدارج النبوۃ، اخبارالاخیار، زبدۃ الآثار تلخیص بهجة الاسرار (مناقب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ)، شرح فتوح الغیب، ما ثبت بالسنة وغیرہ مشہور ہیں --- آپ نے اپنی تمام زندگی مقام مصطفیٰ کے تحفظ، اصلاح عقائد، احقاق حق اور ابطال باطل میں صرف کر دی --- آپ کا شمار اولیاء کاملین میں ہوتا ہے --- ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء کو دہلی میں وصال فرمایا --- تفصیلی حالات کے لیے پروفیسر خلیق احمد نظامی کی تصنیف ''حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' ملاحظہ کریں ---

(۲۳) آپ کے رفیق سفر حاجی خورشید احمد بیمار تھے، ادھر ان کا بیٹا نذیر احمد خطوں میں فرمائشیں کر رہا تھا، اسے تنبیہ فرماتے ہوئے یہ کلمات تحریر کیے ---

۱۳۸۳ھ کا سفرِ حجاز

۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء کو پھر حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی --- ۲۶/ مارچ ۱۹۶۴ء کو برائے حج و زیارت روانہ ہوئے --- مولانا تابش قصوری نے اپنی کہی ہوئی منقبت دیگر طلباء کے ساتھ مل کر ترانہ کی صورت میں پیش کی:

درِ مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہیں روانہ	فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
مبارک ہو سفر مقدس پہ جانا	فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
خداوندِ عالم کا فضل و کرم ہے	کہ پھر سامنے ان کے بابِ حرم ہے
ادا واں کریں گے ادا عاشقانہ	فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
اڑا ہے مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جانب طیارہ	ہے کس اوج پر یہ مقدر تمہارا
ہو منظورِ نظرِ حبیبِ یگانہ ﷺ	فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
حبیبِ دوعالم ﷺ کے روضہ کی جالی	ہو جب آپ کے سامنے شاہِ عالی
ہمارا سلام عقیدت سنانا	فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
شب و روز میری یہی ہیں دعائیں	میسر رہیں طیبہ کی یوں فضائیں
ہمیشہ رہے آپ کا آنا جانا	فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ

مبارک یہ حضرت تمہارا سفر ہو مبارک تمہیں بوسۂ سنگ در ہو
یہ میری دعا ہے، مرا یہ ترانہ فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
بڑا آج دل کو سرور آ رہا ہے ابر نور کا، نور پر چھا رہا ہے
ہے پرکیف ساعت، یہ منظر سہانا فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ
ہو جب عشقِ احمد سے لبریز سینہ کریں یاد تابش قصوریؔ کمینہ
گزارش یہی ہے مری عاجزانہ فقیہ زمانہ ، فقیہ زمانہ

کراچی سے خط

مدینہ منورہ روانگی سے پہلے کراچی سے خط لکھا:

عزیزی ابوالفضل فضلہ ربہ تعالیٰ کل الفضل

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ آج ایک بجے کے قریب ۲۹/مارچ ۱۹۶۴ء کا لکھا ہوا لفافہ ملا، باعث سرور بنا--- (دارالفرقان کی پچھلی طرف مدرسہ کے لیے خریدی زمین کا) انتقال ان شاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا اور مخالفت کا بھی کوئی ڈر نہیں رہا:

دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست

کل ان شاء اللہ تعالیٰ سامان کا وزن وغیرہ آخری مراحل بھی طے ہو جائیں گے اور پرسوں عصر کی نماز جدہ شریفہ ادا ہو گی--- واللّٰہ علٰی ما یشاء قَدِیْر

مدینہ سکینہ قریب آ رہا ہے، کل سے کراچی کا موسم بڑا خوش گوار ہو گیا ہے--- میں دو ضروری چیزیں بھول آیا ہوں، ایک عینک اور دوسری وہ بڑا کاغذ جس پر

مولوی شاہ محمد کاتب[۱] سے کلیات جامی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار لکھوائے تھے، جس میں سگ کا ذکر آتا ہے--- عینک تو حکیم صاحب کی بالکل میری کی طرح ہے، رہا وہ کاغذ تو وہ مدینہ طیبہ لفافہ میں بھیج دیں--- پوسٹ ماسٹر صاحب سے وزن کر کے پورے ٹکٹ لگائیں کہ لیٹ نہ ہو جائیں--- وہ کاغذ ''کلیات'' میں ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ--- آج مخزن العلوم تاج العلماء (مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کئی مسائل پر گفتگو ہوئی، بعد ازاں دار العلوم امجدیہ میں گیا، ازہری صاحب[۲] ترمذی شریف پڑھا رہے تھے---

مولوی محبّ اللہ کا خط بھی ملا ہے، دعا وسلام و پیار کہہ دیں---اس کا جواب مدینہ طیبہ بھیجیں، سب سے نام بنام سلام---والسلام

ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۳۱/مارچ ۱۹۶۴ء

قیام مدینہ طیبہ کے بعض احوال

مدینہ منورہ پہنچ کر اس سفر کے بعض احوال اپنے تلمیذ رشید علامہ محمد منشا تابش قصوری کے نام ''فرزند عزیز حضرت منشا سلمہ ربہ تعالیٰ'' کے سرنامہ سے، گرامی نامہ میں تحریر فرمائے:

''امسال یہاں مدینہ منورہ میں اتنا عظیم الشان اجتماع ہے کہ معلم اور دوسرے واقف کار کہتے ہیں کہ ماضی سے بہت زیادہ وکثیر اجتماع ہے اور فقیر کا بھی یہی اندازہ ہے--- پھر امسال افسوس ناک یہ چیز ہے کہ رجال ونساء کا سخت اجتماع واختلاط ہے، جو پہلے نہیں تھا--- اب تو یہ

صورت حال چند دن سے ہو گئی ہے کہ عشاء کی نماز سے کافی دیر کے بعد صرف ایک مرتبہ مواجہہ عالیہ میں ہماری حاضری ہو رہی ہے کہ اس وقت نسبتاً حاضری ہو سکتی ہے اور وہ بھی بڑی محنت اور احتیاط سے--- باقی اوقات مسجد پاک میں ذرا مسافت سے صلوٰۃ وسلام عرض کر رہے ہیں--- ہاں! بالکل خلاف قیاس وحالات محض کرم خصوصی سے یہ ہو رہا ہے کہ ریاض الجنۃ میں روضہ انور کے متصل سمت رأس شریف میں باوجودیکہ ریاض الجنۃ سخت کھچا کھچ بھرا ہوا ہوتا ہے اور وہاں رجال ونساء بلکہ اغلبیت نساء کا خصوصی ازدحام ہوتا ہے، مگر مجھے بالکل متصل جگہ مل رہی ہے اور اکثر وہاں نوافل و وتر پڑھا کرتا ہوں اور آج رات تو عجیب اتفاق بنا کہ سخت ازدحام تھا، ڈیوٹی پر سپاہی سخت اور کڑی نگرانی کر رہے تھے اور لوگوں کو روک رہے تھے اور فقیر جب ذرا نزدیک کھڑا ہو کر آگے جانے کی صورت نہ پا کر حیران سا ہوا تو خود سپاہی نے پیار سے اور اصرار سے آگے بلا کر بالکل متصل روضہ انور بٹھا دیا اور اس حال میں لوگ پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور دونوں سپاہی سخت مشتعل ہوئے، دھکے دینے لگے اور کئی عورتیں گر گئیں مگر مجھے کچھ نہ کہا اور بڑے ذوق وشوق سے فقیر اپنے کام میں مصروف رہا--- الحمد للہ کہ یہ نہایت خصوصی کرم نوازی ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ محض کرم ہی کرم ہے--- میری حاضری اور اتنا عظیم سفر، پھر راستے میں مکرر طوفان بادوباراں اور سیلاب عظیم کا آنا[۳] اور فقیر کا یوں سفر جاری رہنا کہ گویا دیپال پور یا حویلی جا رہے ہیں--- کوئی ذرہ بھر تکلیف یا پریشانی کا قطعاً نہ ہونا محض کرم ہے، ورنہ میرے جیسا کمزور اور سخت نحیف انسان ایسا سفر اپنے آپ قطعاً نہیں کر سکتا--- یہ چند اجمالی اشارات ہیں، جن کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ کسی وقت مشافہۃً

بیان ہوگی''---

[محررہ ۱۲/اپریل ۱۹۶۴ء]

اپنے ایک تلمیذ مولانا سید غلام رسول شاہ صاحب [۴] کے نام تحریر فرمایا:

من المدینۃ المنورۃ

۴/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۳ھ

حضرت مولانا السید غلام رسول شاہ صاحب سلمہ ربہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---مزاج گرامی؟---فقیر بخیریت وعافیت، مزاج سامی مطلوب---آپ کے گرامی نامے ملے، کوائف مندرجہ سے سرور ہوا---کئی مرتبہ دعائیں کر چکا ہوں اور خدمت عالیہ میں بھی عرض پیش کر چکا ہوں---حضرت صاحب، آپ کے پیر صاحب [۵] کے متعلق بھی خصوصی عرض کر چکا ہوں---چودھری عبدالرحمٰن صاحب [۶] بھی بڑے یاد رہتے ہیں اور دیگر احباب بھی---خط لکھنا وقت طلب کرتا ہے---اب بھی ضروری سونا تھا کہ رات جمعۃ المبارکہ کی ہے اور اس سفر میں مدینہ منورہ کی بظاہر آخری رات ہے، مگر پڑوس والے بہت باتیں کرتے ہیں، نیند نہیں آئی تو لکھنا شروع کر دیا ہے---کل وقت العصر ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں سے رخصت ہوں گے کہ مکہ مکرمہ حاضر ہوسکیں---یہاں کا کیا کہنا، ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ قدر رہے---دعا کرتا ہوں کہ آپ سب حضرات باری باری مدینہ سکینہ حاضر ہوتے ہی رہیں--- یہ بڑا اچھا ہوا کہ تہجد خواں حضرات کافی ہو گئے ہیں، سب طلبائے کرام اور سب اساتذہ عظام سے سلام و دعا---شاعر صاحب [۷] کے رسالے

کراچی نہیں ملے تھے---

الفقیر ابوالخیر النعیمی

مدینہ منورہ سے رخصتی، حکیم الامت کے قلم سے

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ [۸] نے اپنے سفر نامہ حجاز میں مدینہ منورہ سے واپسی کی کیفیت کو یوں قلم بند کیا ہے:

''(۵/ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ/ ۱۷/اپریل ۱۹۶۴ء کو) نماز جمعہ کے بعد ہم مع اپنی اہلیہ، ہمارے میزبان فیض محمد خیاط اور مولانا محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری مع اپنے ہمراہیوں کے، مولانا حافظ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی مع اپنے ایک ہمراہی کے، کل آٹھ آدمیوں کا قافلہ بن گیا--- ہم نے الوداعی سلام کیا تو مولانا نور اللہ صاحب کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں--- مواجہہ شریف سے باہر آ گئے، پھر گنبد خضراء کو حسرت بھری نگاہوں سے ہم لوگ تکتے رہے، آنکھوں سے آنسوؤں کے تار بندھے رہے--- بعد عصر حدود حرم سے روانہ ہوئے--- باب الشامیہ پہنچ کر فی کس تیرہ ریال کے حساب سے نہایت نفیس کار کرایہ پر کی، بعد مغرب روانہ ہوئے''---

[سفر نامے، پیر بھائی پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۸ء، حصہ دوم، صفحہ ۶۳]

حواشی

① مولانا شاہ محمد چشتی، بستی کھمیانوالی چوہڑ پورہ ضلع قصور میں ۱۹۴۲ء کے لگ بھگ میاں محمد شفیع کے ہاں پیدا ہوئے--- اسلامیہ کالج قصور میں میٹرک کا امتحان دیا، اسی اثنا میں مولانا علی محمد جماعتی سے فارسی شروع کی، بوستاں پڑھانے کے بعد انہوں نے علامہ محمد شریف نوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت چشتی صاحب کو دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں داخل کرایا، جہاں انہوں نے بڑی محنت سے کتب متداولہ پڑھیں--- مولانا نہایت ذکی، محنتی اور ہونہار ہیں، دورانِ تعلیم ہی خوش خطی کا آغاز کیا اور انجمن حزب الرحمٰن کے پمفلٹوں کی کتابت شروع کر دی اور حلقہ دار العلوم میں ''کاتب'' کے لقب سے معروف ہوئے--- ساتھ ہی امین دار الافتاء کی ذمہ داری تفویض ہوئی، حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان سے فتوے، خطوط وغیرہ لکھواتے--- دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں پانچ سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ نعیمیہ اور پھر سلاں والی (سرگودھا) میں شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی سے مختلف علوم وفنون کی کتب پڑھیں--- ۱۹۶۷ء میں مفتی اعظم پاکستان حضرت قبلہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حزب الاحناف لاہور میں دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغت لی---

خوش آواز قاری، بہت اچھے نعت خواں ہیں، مگر اس میدان میں آنے کے بجائے انہوں نے کتابت کو مستقل ذریعہ معاش بنایا اور ہزاروں صفحات کی کتابت کی---

چشتی صاحب حضرت فقیہ اعظم کے ارشد تلمیذ اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کے مرید ہیں، ۲۰۰۵ء میں انہوں نے تراجم کا سلسلہ شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً تین درجن کتب کے تراجم کر کے اہل علم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا--- حال ہی میں حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ نوریہ کی جلد۳ تا جلد۶ کی عربی عبارات کا ترجمہ اور آپ کی تصنیف ''رسالہ فی الزوال'' اور حضرت صدر صاحب ضیاء العلماء کی اس پر عربی شرح کا ترجمہ کیا ہے--- فتاویٰ نوریہ اور حضرت فقیہ اعظم کے مزار شریف کے گنبد میں قرآنی سورتیں اور اسماء انہی کی نگارشات ہیں---

(۲) جامعہ امجدیہ کراچی کے شیخ الحدیث تھے، جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے، ''مسلمان'' کی تعریف کا ڈرافٹ آپ ہی نے تحریر کیا، جسے متفقہ طور پر منظور کیا گیا---۱۲ربیع الاوّل ۱۴۱۰ھ/ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو رحلت فرما گئے---

(۳) ظاہر ہے ان واقعات کا تفصیلی تذکرہ آپ نے کسی مکتوب گرامی میں کیا ہوگا، مگر وہ دستیاب نہیں ہوا---

(۴) مولانا سید غلام رسول شاہ بخاری، حضرت فقیہ اعظم کے تلمیذ، بہت صالح اور درویش منش انسان ہیں--- تمام تر دینی تعلیم دار العلوم حنفیہ فریدیہ سے حاصل کی، پتلے دبلے لیکن عزم کے پکے تھے، اس لیے آپ انہیں ''تکڑے شاہ'' کہہ کر پکارتے--- وہ خود بھی اس کا عربی ترجمہ ''السید القوی'' اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے--- انہوں نے درس نظامی کے عام معمول کے کورس سے زائد کتابیں مثلاً درمختار، میر زاہد، ملا جلال اور عبد الغفور وغیرہ حضرت مولانا ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں--- فراغت کے بعد سے اب تک چک نمبر 80/12.L (ساہیوال) میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں--- آج کل علیل ہیں، اللہ کریم صحت عطا فرمائے---

⑤ پیر سید شبیر حسین شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ، موصوف حضرت دائم الحضوری خواجہ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے---

⑥ مولانا عبدالرحمٰن بن چودھری محمد شریف، انتالی شریف ضلع پاک پتن شریف میں مقیم ہیں، مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن کوثر کے بھانجے اور دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل ہیں--- نیک اور صالح انسان ہیں، ۱۹۷۶ء میں حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حج کیا---

⑦ مولانا ابوالسرور منظور احمد نوری شاعر صاحب کا فرزندان دارالعلوم میں منفرد اور نمایاں مقام تھا کہ فضلائے دارالعلوم میں جب صرف ''شاعر صاحب'' کہا جاتا تو اس سے صرف وہی مراد ہوتے--- دور طالب علمی کے ابتدائی سالوں میں انہوں نے دارالعلوم کے تعلیمی احوال اور سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی خدمات کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا اور ''گلزارِنور'' کے نام سے ایک رسالہ چھپوایا، تو اسی وقت سے ''شاعر'' ان کے نام کا حصہ قرار پایا---

شاعر صاحب کی خوش بختی تھی کہ انہیں دوران تعلیم سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی سعادت میسر آئی، سال ہا سال تک سفر میں آپ کی معیت وصحبت رہی، تہجد اور باقی نمازوں کے لیے وضو کے موقع پر حاضر رہتے، سیدی فقیہ اعظم کے ملبوسات اور مسواک وغیرہ شاعر صاحب کے پاس محفوظ رہتے، نماز کے وقت عمامہ پیش کرنے کی سعادت بھی ان کے حصہ میں آتی اور یوں حضرت فقیہ اعظم کے فیضان صحبت سے نماز باجماعت اور تہجد پر مواظبت شاعر صاحب کی سیرت کا لازمی حصہ بن گئی---

دوران تعلیم ہی ۱۹۶۴ء میں سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ میں بیعت ہوئے تو اتباع سنت اور پابندیٔ شریعت کا خاص ذوق پیدا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے قلب و باطن میں راسخ ہو چکی تھی، آخری درجہ کی

کتب میں تھے کہ سرکار فداہ روحی ﷺ نے انہیں کرم خاص سے نوازتے ہوئے اپنے جمال جہاں آراء سے مشرف فرمایا---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے حکم سے نومبر ۱۹۶۷ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد انہوں نے قصور کو اپنی تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، یہاں محکمہ اوقاف سے وابستہ رہ کر کم و بیش تیس سال تک دینی خدمات انجام دیتے رہے--- جمعیت العلماء پاکستان، جماعت اہل سنت، اتحاد بین المسلمین اور دیگر تنظیمات کے اہم عہدوں پر فائز رہے--- ۱۹۷۴ء میں حج بیت اللہ اور حاضریٔ مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے---

شاعر صاحب کو درس قرآن کا بھی خاص ذوق اور ملکہ تھا، مختلف مساجد میں درس قرآن و حدیث دیتے، کئی مرتبہ مکمل قرآن کریم اور مشکوٰۃ شریف کے درس دیے--- شاعر صاحب میرے بھائیوں جیسے دوست اور دوستوں جیسے بھائی تھے--- موصوف ایک جید عالم دین ہی نہ تھے بلکہ وہ قابل مدرس، تجربہ کار مقرر اور بہترین لکھاری بھی تھے--- وہ نہایت ملن سار، مہمان نواز اور محنتی انسان تھے--- وصال سے دو روز قبل مولانا شاعر صاحب اپنے آبائی گاؤں بستی سیدن سائیں (دیپال پور) سے واپس قصور جا رہے تھے کہ تلونڈی ضلع قصور کے قریب بس کا ٹائی راڈ کھلنے کی وجہ سے حادثہ فاجعہ ہوا، مولانا کو سر اور سینے پر شدید چوٹیں آئیں، جنرل ہسپتال لے جایا گیا اور وہیں ۱۲؍جون ۱۹۹۹ء کی شام کم و بیش ۵۵ سال کی عمر میں جان جان آفرین کے سپرد کر کے درجہ شہادت پر فائز ہو گئے---

[مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ماہ نامہ نور الحبیب، جولائی، اگست ۱۹۹۹ء]

⑧ حضرت مفتی صاحب حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے--- شوال ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں ضلع بدایون کے ایک قصبہ قلعہ کھیڑا اوجھیانی میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا محمد یار خاں اور

بدایوں کے مدرسہ شمس العلوم میں حاصل کرنے کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا---
بیس سال کی عمر میں ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء کو درس نظامی سے فراغت پائی، پھر اسی مدرسہ میں
تدریس وافتاء نویسی کی ذمہ داریاں نبھائیں، بعدہٗ گجرات (پاکستان) میں تشریف لائے---
آپ ملت اسلامیہ کے جید عالم دین تھے، ہزاروں علماء آپ سے فیض یاب ہوئے،
پندرہ سے زائد تصانیف ہیں، جو مقبول خاص و عام اور نہایت مفید ہیں، جن میں
تفسیر نعیمی (۱۱ جلدیں)، جاء الحق (۲ جلدیں)، تفسیر نور العرفان، مرآۃ شرح مشکوٰۃ
(۸ جلدیں) اور شان حبیب الرحمٰن وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں---شاعر بھی تھے،
سالک تخلص تھا، مجموعہ کلام ''دیوان سالک'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے---
۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو واصل بحق ہوئے---

[تفصیلی حالات کے لیے تذکرہ سالک از قاضی عبدالنبی کوکب
اور تذکرہ اکابر اہل سنت، از علامہ شرف قادری ملاحظہ کریں]

۱۳۸۴ھ کا سفر حج

یکم ذیقعد ۱۳۸۴ھ/۴ /اپریل ۱۹۶۵ء، بروز اتوار کو بصیر پور سے برائے سفر حجاز مقدس روانہ ہوئے ، بوقت وداع علامہ ابوالضیاء محمد باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارتجالاً ایک نظم تحریر کی، جسے مولانا محمد رمضان انجم [۱]، مولانا محمد منشا تابش قصوری اور دیگر طلباء نے مل کر پڑھا، تین شعر پیش خدمت ہیں:

مکینِ گنبدِ خضرا بلاتے ہیں تو جاتے ہیں!
شرابِ اشتیاق آخر پلاتے ہیں تو جاتے ہیں
حریم قدس کا پردہ اٹھاتے ہیں تو جاتے ہیں
لگی دل کی میرے مولیٰ بجھاتے ہیں تو جاتے ہیں
مئے توحید سے بے خود بناتے ہیں تو جاتے ہیں
ضیاؔء رسم وفاداری سکھاتے ہیں تو جاتے ہیں

[نذرانہ عقیدت]

۷/اپریل کو کراچی سے روانگی بذریعہ طیارہ ہوئی ---

2

مدینہ منورہ میں چوبیس دن مزید قیام

۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء کے اس سفر حج و زیارت میں مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ (بانی جامعہ فریدیہ ساہیوال) اور ڈاکٹر محمد حسن، ساہیوال آپ کے رفقاء سفر تھے--- حکومت کی طرف سے ۴ رمئی کو واپسی کی تاریخ دی گئی مگر واپسی کے لیے دل نہ مانا--- چنانچہ مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری اور مولانا ابوالعطاء محمد ظہور اللہ نوری کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''مکہ مکرمہ سے واپسی کی تاریخ پاسپورٹ پر چار مئی سفارت پاکستانیہ کے افسر نے لکھ دی ہے اور ٹکٹ پر ۲۸ رمئی ہے--- مولانا ابوالنصر منظور احمد کے امتحانات کے لیے (واپسی کا) خیال ہوا--- بہرحال ہم نے چار مئی کی واپسی کا ارادہ کرلیا اور عزم بالجزم، مگر الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ کہ دل نہیں مانا اور پوری تیاری کے باوجود کل ارادہ بدل گیا کہ (۲۸ کو) اکیلا چلا جاؤں گا، (ان شاء اللہ تعالیٰ) مگر ابھی نہیں جاتا--- چنانچہ شاہ صاحب کو کل اطلاع دے دی تو عصر کے بعد شاہ صاحب نے بھی ارادہ بدل لیا کہ میں بھی ابھی نہیں جاتا--- اب آج ہمارے تیسرے ساتھی ڈاکٹر محمد حسن صاحب اکیلے واپس ہو رہے ہیں مگر ہم محبوب پیارے کے پیارے درِ انور کو الحمد للہ کہ چھوڑ نہیں سکے--- یہ ان کا ہی کرم ہے، جس کا ہم شکر ادا نہیں کر سکتے--- امید ہے کہ آپ سب حضرات بھی خوشی سے اتنی تھوڑی سی اجازت اور دے دیں گے، صرف ۲۴ دن کا فرق پڑتا ہے، کوئی بات نہیں، دارالعلوم کی خدمات کرنی ہیں تو ہو جائیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ--- یہاں جلدی جلدی

اور بار بار حاضری بمشکل ملا کرتی ہے، یہ تو غنیمت باردہ ہے، ۲۴ یوم کیوں ترک کریں---الحمدللہ تعالیٰ امسال مدینہ منورہ میں اللہ رب العالمین جل وعلا، پھر اس کے پیارے محبوب اکرم ﷺ کا خصوصی کرم ہے کہ روحانی عطیات کے علاوہ جسمانی اور ظاہری عطیات کی بھی ہمارے لیے فراوانی ہے، بے انتہا کرم ہی کرم ہے---ایسی حالت میں ہم اپنی طرف سے جلدی جلدی رخصت ہو جائیں تو کفرانِ نعمت تصور کرتا ہوں---(حج کے بعد) مدینہ منورہ کی جلدی حاضری بڑی مشکل تھی مگر کرم ہو گیا، اور مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (جہاں سے گمان بھی نہ تھا) کام بن گیا''---

[محررہ ۳ رمئی ۱۹۶۵ء/ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ]

اس سال بعض دیگر اعزہ بھی حج کے لیے گئے ہوئے تھے، ان کی خیریت کے بارے میں لکھا:

''کل حضرت قبلہ چچا جان (مولانا محمد صادق[۲]) اور مہتمم صاحب (مولانا محمد عبدالعزیز نوری[۳]، حویلی لکھا) بھی حاضر مدینہ منورہ ہو گئے ہیں، بالکل خیریت سے ہیں اور (مولانا ابو الانور) صوفی محمد صادق[۴] (کھبیانوالی) کو بھی خیریت سے مکہ مکرمہ چھوڑ آئے ہیں''---

[مکتوب محولہ بالا]

تعلیم وتدریس

حضرت فقیہ اعظم نے مدینہ منورہ میں اس بار بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا، ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"(ابوالنصر منظور احمد) شاہ صاحب اور (مولانا عبدالعزیز) مہتمم صاحب کو رسالہ قشیریہ شریفہ [۵] شروع کرا رہا ہوں--- سراجی [٦] بھی پڑھنا چاہتے ہیں مگر وہ یہاں مل نہیں رہی، بلکہ ابھی تک اس کی کوئی شرح بھی نہیں ملی، ورنہ اس سے کام لیتے--- فقہ حنفی بہت نایاب ہے یہاں--- یہ انقلابات زمانہ ہیں، ورنہ یہاں کا سرکاری مذہب حنفی تھا--- حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل نعم المولٰی و نعم النصیر و لا حول و لا قوۃ الا بہ وحدہ لا شریک لہ و صلی اللّٰہ علٰی حبیبہ الانور و صحبہ و بارك و سلم"---

[مکتوب محولہ بالا]

حج و زیارت کے اس مبارک سفر سے ۲۸؍محرم الحرام ۱۳۸۵ھ/ ۳۰؍مئی ۱۹۶۵ء، بروز اتوار واپس بصیر پور شریف پہنچے---

حواشی

① مولانا محمد رمضان انجم ملکوی ملکہ ہانس (پاک پتن شریف) کے رہائشی تھے، اوّل تا آخر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں تعلیم حاصل کی، بہت خوش آواز نعت خواں اور خطیب تھے، فراغت کے بعد کراچی چلے گئے تھے---

② حضرت مولانا محمد صادق، حضرت فقیہ اعظم کے حقیقی چچا اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل مولانا عبدالعزیز نوری، مہتمم دارالعلوم غوثیہ حویلی لکھا کے والد تھے--- وہ حضرت خواجہ محمد کرم الدین رحمۃ اللہ علیہ، انتالی شریف کے مرید تھے، فارسی اور پنجابی میں ستھرا کلام موزوں کرتے---عشق رسول انہیں بھی اپنے بڑے بھائی حضرت فقیہ اعظم کے والد مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کی طرح گھٹی میں پڑا ہوا تھا--- وہ چچا ہونے کے باوجود حضرت فقیہ اعظم کا غایت درجہ نیاز مندی کی حد تک احترام کرتے---ان کے تینوں صاحبزادے مولانا عبدالعلی نوری مرحوم، مولانا ابوالرضا محمد عبدالعزیز نوری اور مولانا عبدالقادر نوری مرحوم حضرت کے شاگرد اور مرید ہیں--- انہوں نے یکم شعبان ۱۳۹۰ھ کو وصال فرمایا---

③ مولانا عبدالعزیز نوری صاحب نے اوّل تا آخر تمام تر تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کی، ۱۹۵۴ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ راجہ جنگ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیے، بعد ازاں حویلی لکھا، مسجد شیخاں والی کے

خطیب مقرر ہوئے--- یہیں ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم غوثیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا، اسی وقت سے حلقہ نوریہ میں ''مہتمم صاحب'' کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں--- حضرت فقیہ اعظم سے تلمذ اور بیعت کی وجہ سے ''نوری'' ان کے نام کا حصہ بن چکا ہے--- مذاہب باطلہ کی تردید میں کئی مناظروں میں کامیابی سے سرفراز ہوئے--- پیرانہ سالی کے باوجود اب بھی تبلیغ و اشاعت دین میں مصروف عمل ہیں---

⑷ مولانا محمد منور نورانی، ساہیوال اپنے والد گرامی کے حالات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''استاذ العلماء، الحاج مولانا صوفی ابوالانور محمد صادق (۱۹۲۳ء-۲۰۰۴ء) حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان تلامذہ میں سے تھے جو فرید پور سے بصیر پور شریف دارالعلوم کی نقل مکانی کے موقع پر حضرت فقیہ اعظم کے ہمراہ بصیر پور آئے تھے اور حضرت کے تلامذہ کی اس ٹیم کا حصہ تھے جنہوں نے یہاں دارالعلوم کی اوّلین اساس اور اس کے ابتدائی تعمیری مراحل، جنگلی جھاڑیوں کی صفائی، ناہموار جگہ کو قابلِ استعمال بنانے کے لیے بھرتی ڈالنے، مسجد اور کچے کمروں کی تیاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی خداداد طاقت اور ہمت کو خوب اس مقصد کے لیے صرف کیا--- ان کی پرخلوص محنت شاقہ، احساس ذمہ داری اور قوت کی بنا پر حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ باباجی ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ ان کو صوفی پہلوان کہا کرتے--- ان کی سندِ فراغت پر ۵/رجب المرجب ۱۳۷۱ھ، بمطابق یکم اپریل ۱۹۵۲ء کی تاریخ درج ہے---

آپ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی بصیرت کے حامل ان تلامذہ میں سے تھے جن پر بجا طور پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اطمینان کا اظہار فرماتے تھے--- زندگی بھر ایک درویش صفت، متقی، صالح اور بے لوث باعمل عالم دین کی حیثیت سے خدمت دین سرانجام دیتے رہے--- فارسی سے موقوف علیہ تک طلباء کو خود درس نظامی پڑھاتے، پھر دورہ حدیث شریف کے لیے اپنے استاذ محترم کے پاس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیج دیا کرتے، بعض اوقات

طلباء کے تقریری امتحان کے لیے بھی دار العلوم میں مدعو کیے جاتے --- کھبیا نوالی جیسے پس ماندہ علاقے میں طویل عرصے تک علم دین کی شمع فروزاں کیے رہے اور متعدد علماء، رجالِ کار تیار کیے --- بعد میں بکھو شاہ اور پھر دیپال پور منتقل ہو گئے --- علاقہ بھر میں باوقار اور پرہیز گار عالم کی حیثیت سے جانے جاتے تھے --- اصلاح اعمال، صدق وصفا اور خلوص کے ساتھ کام کی تلقین فرماتے --- ریا کاری، طمع، حرص سے نفور اور سادگی کا مجسمہ تھے --- غیر شرعی رسوم کے ترک اور تواضع کا درس دیتے، معاشرتی قباحتوں کے خاتمے کے لیے لَوْمَۃَ لَائِمٍ کی پروانہ کرتے --- دیہاتی ماحول میں ضعف اعتقادی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے، اس کے خاتمے کی طرف خصوصی توجہ دیتے --- سیدی فقیہ اعظم سے از حد عقیدت رکھتے تھے، آخری ایام علالت میں دیپال پور ہسپتال داخل تھے، جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری زید مجدہٗ عیادت کے لیے آئے، ان کے جانے کے بعد اپنے صاحب زادگان سے فرمانے لگے، ان کے ساتھ اپنے تعلق کو کبھی کمزور نہ ہونے دینا، مجھے ان کی صورت میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے ہیں --- آپ کے آٹھ صاحب زادگان ہیں:

❶ علامہ مفتی محمد انور القادری، فاضل دار العلوم حنفیہ فریدیہ، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور، ❷ حافظ محمد اصغر نوری اشرفی، ناظم اعلیٰ جامعہ خلیل اکبر دیپال پور ❸ محمد اظہر الیکٹریشن ❹ مولانا محمد مظہر قادری ❺ (مولانا) محمد منور نورانی، ناظم تعلیمات ادارہ مصباح القرآن ساہیوال ❻ مولانا قاری محمد عبد اللہ اشرفی، خطیب نہراں والا دیپال پور ❼ حافظ محمد شفیق، محکمہ صحت میں ملازم ہیں، جب کہ ❽ مولانا محمد ضیاء اللہ نورانی، امام وخطیب محکمہ اوقاف اور پی ایچ ڈی اسکالر ہیں ---

⑤ رسالہ قشیریہ عظیم فقیہ، محقق، متکلم، محدث، مفسر، مفتی اور علوم وفنون کے بحر زخار حضرت امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری نیشاپوری کی تصنیف ہے ---

آپ کی ولادت ربیع الاوّل ۳۷۶ھ میں اور وفات ربیع الآخر ۴۵۶ھ کو نیشا پور میں ہوئی ---
تفسیر قرآن سمیت متعدد کتب تصنیف کیں، جن میں تصوف کی شہرۂ آفاق کتاب
رسالہ قشیریہ کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی --- یہ کتاب ۵۴/ابواب اور متعدد فصلوں پر
مشتمل ہے، جس میں صوفیہ کے عقائد، اقوال، سیرت و اخلاق، اصطلاحات تصوف،
شریعت وطریقت کی اہمیت، تقویٰ، ورع، اخلاص، صدق وغیرہ کئی اہم موضوعات پر
بڑی مؤثر گفتگو کی گئی ہے ---

رسالہ قشیریہ کی متعدد شروح لکھی گئیں، جن میں شیخ الاسلام زکریا انصاری (م ۹۱۰ھ)
اور ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) کی شروح قابل ذکر ہیں --- امام قشیری کے مفصل احوال پر
احقر کا مستقل رسالہ ہے، جسے فقیہ اعظم پبلی کیشنز نے مئی ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ---

⑥ علم الفرائض (تقسیم وراثت کے مسائل) پر فقہ حنفی کی متداول ومعتبر کتاب، تصنیف
علامہ سراج الدین محمد بن عبدالرشید سجاوندی حنفی (م ۵۹۰ھ)

۱۳۸۶ھ کا سفر مقدس

اس سال کے سفر مقدس کے بارے میں تحریری طور پر تفصیلات معلوم نہیں ہوسکیں، تاہم آپ کی ذاتی ڈائری میں ۶ / مارچ ۱۹۶۷ء/ ۲۴/ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ کے صفحہ پر درج ہے:

''(آج) شام مولانا محمد شریف نوری، لاہور سے میرے بلاوے پر تشریف لائے اور پاسپورٹ لے گئے کہ سفر حجاز مقدس کے لیے لاہور اور کراچی کوشش کریں گے اور مبلغ پچاس روپے اخراجات کے لیے دیے ہیں اور ٹکٹ لاہور کے لیے ۵ روپے دیے ہیں'' ---

ابوالخیر النعیمی غفرلہ

مولانا ابوالفیض علی محمد نوری اور مولانا الحاج غلام حسین نوری کے نام مشترکہ خط میں حضرت سیدی فقیہ اعظم نے لکھا:

''دل مدینہ عالیہ کے لیے بے قرار ہے--- اور بے قراری بھی کیا اضطرار ہے--- ایک بدکردار، گناہ گار، نامہ سیاہ اور حال تباہ اگر اپنے مولا و مالک کی بارگاہ بے کس پناہ میں فریادی بن کر حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے؟ ---

مجھے امید ہے کہ ظاہری مایوسیوں کے باوجود کوئی صورت بن آئے گی:

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

صلی اللہ علیك یا سیدی و حبیبی و سلم ---

کل ''دابۃ الارض[ا]'' (مولانا محمد شریف) نوری قصوری میرے بلاوے پر آئے اور پاسپورٹ لے کر لاہور واپس چلے گئے کہ لاہور سے کوشش کر کے کراچی جائیں اور کام بننے پر تار کے ذریعہ مجھے بلالیں:

خدادن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

صلی اللہ تعالیٰ جل و علا علیه وسلم ---

اب کے رفیق سفر بظاہر نہیں، مگر کفٰی بِاللّٰہِ رَفِیْقًا وَ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن عَلَیْه تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ وَ هُوَ حَبِیْبِیْ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حِبِیْبِهِ الْاَنْوَرِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمْ ---والسلام

الفقیر منتظر المدینة المنورۃ ابوالخیر النعیمی غفرله

۷/مارچ ۱۹۶۷ء

درج بالا تحریر اور مکتوب گرامی سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے حج و زیارت کے لیے کوشش کی اور گمان غالب ہے کہ گزشتہ سالوں کی طرح اس بار بھی کامیابی نصیب ہوئی ہوگی اور آپ حج و زیارت سے نوازے گئے ہوں گے---

واضح رہے کہ علامہ محمد شریف نوری قصوری اس وقت بہت بڑے خطیب اور عوامی و حکومتی حلقوں میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے---

حواشی

① خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ پیار سے ''دابۃ الارض'' کہتے تھے---

دابۃ الارض ایک عجیب شکل کا جانور ہے، جو قرب قیامت میں کوہ صفا سے ظاہر ہو کر تمام شہروں میں نہایت جلد پھرے گا، فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا، ہر شخص پر ایک نشانی لگائے گا، ایمان داروں کی پیشانی پر عصائے موسیٰ علیہ السلام سے ایک نورانی خط کھینچے گا اور کافر کی پیشانی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے کالی مہر لگائے گا---

[کتاب العقائد، حضرت صدر الافاضل،
صفحہ ۱۸، فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور]

چوں کہ نوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ تبلیغی دوروں پر رہتے تھے، اس لیے انھیں دابۃ الارض کا لقب دیا---

7

۱۳۸۸ھ کا سفر مقدس

۱۹ر ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ/ ۷رفروری ۱۹۶۹ء، بعد از نماز جمعہ حج وزیارت مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، اہلیہ محترمہ بھی ساتھ تھیں، یہ غالباً ان کی پہلی حاضری تھی--- ریاض احمد خاں صاحب[۱]، مولانا منیر احمد نوری فرید پوری[۲] اور مولوی محمد سعید پھلروان[۳] اپنی کاروں میں ساہیوال لے گئے---عوامی ایکسپریس پر سوار ہو کر اگلے دن کراچی پہنچے، پھر بحری جہاز کے ذریعے جدہ روانہ ہوئے---فرسٹ کلاس میں نشستیں ملیں---

مناسک حج و قیام منیٰ

۹ر ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ/ ۲۶ر فروری ۱۹۶۹ء کو وقوف عرفات ہوا--- حج کی سعادت کے بعد مزدلفہ میں رات گزار کر منیٰ پہنچے، مستحب پر عمل کرتے ہوئے تیرہ ذی الحجہ کی رمی کے بعد مکۃ المکرّمہ واپسی ہوئی---جیسا کہ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

"(بارہ ذی الحجہ کی رمی کے لیے) ڈیرہ سے چل پڑے، قطرات باراں قلیل قلیل گر رہے تھے اور راستہ میں اچھی بارش شروع ہو گئی، ہوا بھی

قدرے تھی، چھتریاں لگائے جا رہے تھے، محبّ اللہ کی والدہ پر بھی چھتری اپنی ہی کر رہا تھا اور مدنی صاحب بھی سایہ کر رہے تھے--- میرا دایاں ہاتھ اور دائیں آستین بھیگ گئی--- مولانا ابوالفیض صاحب نے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیں، تو میں نے کہا، کہاں ٹھہریں، بس کام کر کے واپس چلیں اور ڈیرہ پر بھی خیمے ہی تھے، جو ٹپک رہے تھے--- اب بارش ذرا ہلکی ہو گئی اور ہم رواں دواں ہی ہیں، جمرات ثلاثہ کی رمی سے فارغ ہوئے تو بارش تھم گئی--- مسجد خیف کا خیال آیا کہ وہاں سر چھپائیں، مگر میں نے کہا، اور لوگ پہنچ چکے ہوں گے--- پھر ایک اور سرکاری عمارت کا تذکرہ ہوا تو میں نے اجازت دے دی کہ پتا کر لو--- مولانا ابوالفیض اور مدنی صاحب پتہ کرنے چلے گئے اور ہم ڈیرہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ بفضلہٖ تعالیٰ سامان، بستر وغیرہ بھیگنے سے بچ گئے ہیں اور صوفی محمد اسحاق صاحب[۴] اور محمد دین صاحب بڑے سرگرم کھڑے ہیں، خیموں کے نیچے لکڑیاں دے کر بارش کے پانی سے تحفظ کر رہے ہیں--- بہرحال بستر علی التوکل وہیں لگا دیے اور بادل بھی چھٹنے لگا--- ابوالفیض اور مدنی صاحب مسجد خیف اور دوسری سرکاری جگہ دیکھ آئے ہیں کہ دونوں میں جگہ ہے، کیوں کہ آج ہفتہ ۱۲/ذی الحجہ کی شام کو اکثر حجاج واپس جا چکے ہیں، مگر میں نے کہا کہ یہی جگہ اچھی ہے، چناں چہ رات آرام سے بسر کی، آسمان صاف ہو گیا، البتہ رات کو زور کی آندھی آ گئی تو ابوالفیض صاحب نے خطرہ ظاہر کیا کہ خیموں کی لکڑیاں ہم پر گریں گی، مگر میرے اور بعض احباب کے اطمینان دلانے سے مطمئن ہو گئے---

آندھی تھم گئی اور بڑے سکون میں نوافل تہجد ادا کیے--- ہاں سوتے وقت مدنی صاحب نے کہا کہ آج چوں کہ اکثر (حجاج) جا چکے ہیں اور معلم کے ملازم

یمانی کام کے بہانے آ جا رہے ہیں، تو چوری کا سخت خطرہ ہے، لہٰذا
سب محتاط ہو گئے --- اتوار، ۱۳/ ذی الحجہ کی صبح ہی رمی کر کے مکہ مکرمہ
واپس آ گئے ہیں، کیوں کہ قدوائی صاحب حج آفیسر کو مل کر مدینہ منورہ
جلدی حاضر ہونے کا انتظام کرنا ہے --- لاری والے نے ذرا حرم شریف
سے پہلے ہی اتار دیا..................'' ---

ابوالخیر النعیمی غفرلہ
۱۳/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۸ھ/ ۲/ مارچ ۱۹۶۹ء

حاضری مدینہ عالیہ

مناسک حج سے فراغت کے بعد ۲۵/ ذی الحجہ/ ۴/ مارچ کی صبح مکہ مکرمہ سے
مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے ---

[ذاتی ڈائری، سنہ ۱۹۶۹ء]

اس سفر کے حوالے سے اپنے تلمیذ رشید اور داماد مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن کوثر رحمۃ اللہ علیہ [۵]
(انتالی شریف) کے نام تحریر فرمایا:

''ابھی ابھی حاضریٔ شہنشاہِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے کر آئے ہیں اور
تمہاری والدہ اب قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہے --- رات
آپ کا ملفوف اور تیرہ اور لفافے ملے اور اب وقت الضحیٰ دو اور آ گئے ہیں،
لہٰذا مختصر جواب پر خوش ہو جائیں --- آپ کے لیے دعائیں دل سے نکلتی ہیں،
تمہارے دل بھی گواہ ہیں ---
الحمد للہ جہاز کا بحری سفر بڑے سکون و اطمینان اور چین سے ہوا ---

ہر جگہ باپردہ الگ جگہ ملتی گئی، منیٰ میں ایک رات بارش میں رمی کی، چھتریاں تھیں، بڑا لطف آیا---عرفات میں بھی واپسی کے وقت جب ہم لاری میں سوار تھے، بارش ہوگئی، اب مدینہ منورہ میں آٹھواں روز ہے، یہاں بھی محبوب اعظم ﷺ کا صدقہ ہر طرح آرام ہی آرام ہے، مکان بھی ہوادار باپردہ الگ مل گیا ہے، جس میں غسل خانہ بھی ہے---مکہ مکرمہ میں بھی الگ ہی ملا تھا، مگر یہ اس سے زیادہ آرام والا ہے اور ہے بھی مفت''---

[مکتوب محررہ ۲۳/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۸ھ]

مدنی مکتوب

مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری کے نام تحریر فرمایا:

الولد الاحب الاعز ابوالفضل سلمہ ربہ ذوالفضل

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ---بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ ہم بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ صحت وسکون واطمینان سے مدینہ مبارکہ میں دس دن سے حاضر ہیں، ہمیں کراچی سے واپسی از جدہ شریفہ کی ۲۷/ مارچ ملی تھی، مگر ہمیں مدینہ منورہ جلدی پہنچنا تھا اور سعودی حکومت بڑی سختی سے............[٦] افسران پاکستان نے ۲۷/ مارچ کاٹ کر واپسی ۱۰/ مارچ والے جہاز سے بنادی تو میں نے بڑی وضاحت سے مکرر کہا کہ ۲۷/ مارچ والے جہاز میں ہی ان شاء اللہ تعالیٰ جائیں گے اور یہ بہانہ بہانہ تک محدود رہے گا تو افسر (قدوائی صاحب) نے کہا کہ مدینہ منورہ سے حج آفیسر کے نام درخواست بھیجیں کہ ہم دس مارچ والے جہاز سے نہیں جاتے، ۲۷/ کو بھیجا جائے اور پختہ وعدہ بھی

قدوائی صاحب نے ۲۷/ کی واپسی کا کیا--- بہر حال ہمیں تنازل مل گیا اور ۵/ مارچ کی رات ہی مدینہ منورہ خصوصی فضل وکرم سے پہنچ گئے---- مکان باپردہ، ہوادار، بڑا اچھا مفت مل گیا ہے، مولانا ابوالفیض، مدنی صاحب وغیرہ کے لیے الگ کمرہ مل گیا ہے، مکہ مکرمہ میں بھی یوں ہی کمرے ملے اور ہر جگہ پردہ کا بڑا تسلی بخش انتظام رہا---محمد محبّ اللہ کے نام ذرا تفصیلی خط، جس میں بعض انعامات خصوصیہ کا ذکر بھی ہے، بھیجا ہوا ہے--- وہاڑی تک دستی اور پھر سلطان کو لکھا ہے کہ لفافہ میں بند کر کے بصیر پور بھیجے--- وعدہ کے لحاظ سے وہ خط کل وہاڑی پہنچ جائے گا---تمہارے مختلف حضرات کے خطوط مکہ شریف ملے اور یہاں مدینہ عالیہ کافی خطوط پرسوں رات ملے ہیں---

اس سال ڈاک بڑی دیر سے آ جا رہی ہے، ہم نے مکہ شریف پہنچتے ہی دوسرے روز ۷/ ذی الحجة المبارکة، یوم الاثنین المبارك تفصیلی خط بھیجا تھا، بعدازاں یہاں مدینہ منورہ سے ۵/ مارچ کو تفصیلی خط لکھا اور بعدازاں مولوی محمد محبّ اللہ کے نام لکھا ہوا ہے--- اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم ہے کہ کہیں بھی تکلیف یا پریشانی نہیں ہوئی، بحری جہاز میں تو برائے نام ذرا بھی کوئی تکلیف قطعاً نہیں ہوئی--- یہ چیز میری طاقت اور حول وقوۃ سے قطعاً نہیں، بلکہ خصوصی لطف وکرم ہے---منیٰ سے واپسی ۱۳/ کی صبح کو ہوئی، اس روز تمہاری والدہ کو برائے نام ذرا تکلیف ہوگئی تھی، رات کلیجی منیٰ میں کھائی تھی، شاید اس کا اثر ہو گیا، بہر حال بعد میں مکمل آرام ہو گیا---

گھر سے یہاں بڑے آرام سے ہے---کل اس کی چالیس نمازیں حرم شریف مدینہ منورہ پوری ہو گئیں اور اب مکان میں نماز پڑھنے کا ثواب کل سے لے رہی ہے، ویسے باقاعدہ روزانہ مواجہہ عالیہ میں بھی

حاضری ہو رہی ہے، جو بڑے ہی خصوصی لطف و کرم سے ہوا کرتی ہے---
کل اُحد شریف اور باقی زیارات کرائی ہیں، ہمارے ساتھ بلاسستی
چل رہی ہے اور خلاف توقع بڑی سمجھ سے رفاقت کر رہی ہے---
تمہارے تفصیلی خطوط کا انتظار ہے، ویسے ہم بالکل بے فکر ہیں، سب کچھ
اللہ تعالیٰ کے سپرد کر آئے ہیں، تو کیا پروا--- امید کہ مولوی محمد محبّ اللہ
بالکل اداس نہ ہوا ہوگا، اس کی والدہ تو بالکل اداس نہیں--- ہم سب کے لیے
دعائیں کر رہے ہیں، جو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوں گی---تمہارے لیے
حج مبرور و حاضری کی خصوصی دعائیں اور درخواستیں پیش کر رہا ہوں وَ لَا
یَرُدُّ الْکَرِیْمُ الرَّحِیْمُ سَائِلِیْہِ وَ لَا یَنْہَرُھُمْ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
اوّلاً و آخِرًا وَ ظَاہِرًا وَ بَاطِنًا---

پرسوں رات چودہ خط بلکہ چودہ لفافے اور صبح مکہ شریف سے ہوتے ہوئے
دو لفافے اور آ گئے، تو چند خطوط حاجی رشید احمد کے لفافہ میں بھیجے ہیں کہ
آگے بھیج دیں--- سب خورد و کلاں سے درجہ بدرجہ بالتفصیل سلام و دعا
کہہ دیں--- والسلام، دعا گو

ابوالخیر النعیمی غفرلہ بیدہ

۲۵/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۸ھ

مدینہ منورہ سے ایک اور والا نامہ

ایک اور مکتوب گرامی میں رقم فرمایا:

الاعزۃ الاحبۃ مولانا ابو الضیاء، ابو الاسد، ابو العطاء، ابو الفضل،

محمد محب اللہ، مولانا محمد احمد، محقق و محقق زادہ،

مولوی محمد اجمل سلمھم اللہ ربھم

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات وافیات عافیات دارین آنکہ آج شب بعد از نماز عشاء آپ حضرات کے کافی خطوط کافی انتظار کے بعد ملے اور باعث سرور بنے--- فرداً فرداً جواب لکھنے کی ہمت اور وقت نہیں، اکٹھا ہی جواب سب احباب واعزہ تصور کریں---

دعائیں کر دی ہیں اور سلام نیاز پیش کر دیے ہیں' آپ حضرات کے تو نام لے کر التجائیں دعائیں کر رہا ہوں، بھلا آپ لوگ کیسے بھول سکتے ہیں، روحانی وجسمانی تعلقات اعلیٰ درجہ کے ہیں--- مجھے صوفی ....صاحب کے مضمون سے کوفت ہوئی، جو معاف کر دی ہے، میں تو ان کا نام اور بچوں کا نام لے کر دعائیں کرتا ہوں--- خط میں نام رہ گئے تو اتنا ناراض نہیں ہونا چاہیے تھا--- پتہ ہے خط کن کوائف میں لکھا، اپنے طوافِ عمرہ وقدوم اور دونوں مرتبہ سعی کی اور پھر تمہاری والدہ کو طواف اور ایک سعی کرائے، جو میری نظر میں پہاڑ سے بھی زیادہ دشوار کام ہے، بفضلہٖ وکرمہ تعالیٰ آسانی سے ہو گئے، مگر تھکاوٹ کافی ہو گئی اور پھر منیٰ کے لیے تیار تھے---عموماً خواتین بے پردہ ہوتی ہیں اور ہمیں پردہ کی ضرورت تھی، جو بفضلہٖ تعالیٰ آسانی سے ہوتا گیا، بہر حال یہ بھی ایک کام تھا اور پھر تمہاری طرف بھی لکھنا چاہتا تھا، تمہیں تو صرف ہماری خیریت کی خبر سے خوش ہو جانا چاہیے تھا اور ہمارے اوپر اعتماد چاہیے تھا کہ دعا ضرور کرتے ہوں گے--- خط جلدی جلدی لکھا اور بہت سے نام لکھے، تو یوں غلطی لگ جاتی ہے کہ خیال آئے کہ لکھا جا چکا ہے، ورنہ تم ایک ایک

یاد ہو--- بہر حال آپ لوگ مطمئن رہیں، سب کے لیے دعائیں کر رہے ہیں---

ہماری تاریخ واپسی مکہ مکرمہ میں حج کے پاکستانی اعلیٰ افسر نے ۱۰/مارچ ۱۹۶۹ء بنا دی تھی کہ جلدی مدینہ منورہ پہنچ جائیں اور ہم نے کہہ دیا تھا کہ ۲۷/مارچ ۱۹۶۹ء والے جہاز سے ہی ان شاء اللہ جائیں گے، مگر پھر بھی ضرورت تھی کہ ذمہ دار افسر دس تاریخ کاٹ کر ستائیس بنائیں، تو ایک دن حاضری میں پیارے محبوب اعظم ﷺ سے عرض کی اور فوراً مسجد مبارک میں ہی اطلاع مل گئی کہ وہی افسر اعلیٰ قدوائی صاحب مدینہ منورہ حاضر ہیں اور پانچ دن اور رہیں گے تو بعد از عصر پاسپورٹ لے کر ملے، نہایت عزت اور احترام سے ملے، خیریت اچھی طرح دریافت کی، پاسپورٹوں پر فوراً دس تاریخ کاٹ کر پھر ستائیس بنا دی، و الحمد للہ تعالیٰ---امید کہ ہم ۲۵/مارچ ۱۹۶۹ء، منگل کی صبح مدینہ عالیہ سے رخصت ہوں گے اور ۱۵/ اپریل ۱۹۶۹ء کو بصیر پور پہنچ جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ---

محقق صاحب نے یہ افواہ لکھی کہ آخری جہاز والے حج سے ہی رہ گئے، واقعی ظاہری حالات کچھ ایسے تھے--- بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ ہم بڑے آرام سے سوار ہوئے اور جہاز خوب تیز گیا، حتیٰ کہ وقت مقرر سے ایک روز قبل جدہ پہنچ گیا، حالانکہ مشرقی پاکستان کے جہاز شمس اور ہندوستانی جہاز پہلے پہنچ چکے تھے تو ان کی وجہ سے گودی (جہاز کا پلیٹ فارم) فارغ نہ تھی، لہٰذا ایک دن، رات جہاز میں گزارنا پڑا اور پھر وقت سے پہلے ہی پہنچ گئے--- سب بچوں، بچیوں و عزیزوں اور طلباء کرام اور دوستوں کو درجہ بدرجہ دعا و سلام---

مدینہ منورہ کا موسم بڑا میٹھا اور سہانا ہے، پچھلی رات گرم چادر کی ضرورت ہوتی ہے، دھوپ بڑی میٹھی اور پیاری ہے، گرمی ہرگز نہیں،

حالانکہ مکہ مکرمہ میں درمیانی گرمی تھی---

و السلام و صلی اللّٰہ تعالٰی علَی الحبیب الاکرم---

دعا گو، ابوالخیر النعیمی غفرلہ

مقیم المدینۃ المنورۃ

۱۹/مارچ ۱۹۶۹ء، یوم الاربعاء

غالبًا ۳۰/ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۸ھ

واپسی کا پروگرام

مدینہ منورہ سے ایک مکتوب میں اپنی خیریت اور واپسی کا پروگرام تحریر کیا:

''یہاں بفضلہٖ تعالٰی سب خیریت اور خیریت سے خیریت و عافیت کے گھر ہم سب حاضر و مقیم ہیں اور آپ سب کی عافیت دارین مطلوب--- مدت کے بعد آج رات بعد از نماز عشاء، یہاں کے تین بجے [۷] آپ حضرات کے کافی خطوط ملے، جو باعث مسرت بنے--- جیسے تمہارے خطوط دیر سے آئے، ایسے ہی میرے خطوط بھی پوسٹ کرنے کے باوجود سست رفتاری سے جاتے ہوں گے---کوئی بات نہیں، مجھے تمہارا کوئی فکر نہیں کہ ودیعۃ اللّٰہ تعالٰی ہو---تمہیں ہمارا فکر نہیں کرنا چاہیے کہ دارالشفاء بلکہ دارالسلام کے مقیم ہیں---

قبل ازیں ۵/مارچ ۱۹۶۹ء کو مدینہ منورہ حاضری کے بعد پہلے ہی دن اور بعدازاں دو اور خط بھی بھیج چکا ہوں--- ہم ان شاءاللہ تعالٰی ۵/اپریل ۱۹۶۹ء، بصیرپور دارالعلوم پہنچ جائیں گے، مگر ظاہری حالات ملکیہ کے لحاظ سے

ذرا لیٹ بھی ہو سکتے ہیں---سن رہے ہیں کہ مزدوروں اور کسٹم والوں نے ہڑتال کی تھی یا کیے ہوئے ہیں، تو بدیں وجہ جہاز لیٹ بھی ہوسکتا ہے، لہٰذا صدر صاحب (مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری) کا کراچی آنا قبل از وقت بھی ہوسکتا ہے، تو طلبہ کرام کا نقصان ہوگا--- ہاں فون کا انتظار کریں--- اوکاڑا حافظ محمد عبدالجبار کے پاس (سید ریاض حسین) شاہ صاحب[۸] یا چودھری (محمد شفیع نوری) صاحب[۹] چلے جائیں، جب کہ ریڈیو پر غالباً ۳/اپریل کو جہاز کراچی آنے کی اطلاع ہے، تو ان شاء اللہ کوشش کریں گے کہ فون ہو سکے--- ویسے لائن ملنے میں دیر بھی ہو جاتی ہے--- (ان دنوں بصیر پور میں فون کی سہولت نہ تھی، اوکاڑا میں فون کیا جا سکتا تھا---[محبّ])

مولانا ابوالفیض کے سلام محبت--- مولانا کی صحت بفضلہٖ تعالیٰ خلاف معمول بہت اچھی ہے---

سب خورد و کلاں کو درجہ بدرجہ دعا و سلام---تمہاری والدہ یا ہمشیر بھی سب سے سلام کہتی ہیں--- (چوں کہ یہ اعزہ خورد و کلاں سب کے نام مشترکہ خط تھا، اس لیے 'والدہ یا ہمشیر'' لکھا[محبّ])---والسلام

ابوالخیر النعیمی غفرلہ

مقیم المدینۃ المنورۃ

۳۰/ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۸ھ/ غالباً ۱۹/ مارچ ۱۹۶۹ء

مدنی نوازش نامہ

مدینہ منورہ ہی سے اعزہ کے نام یہ والا نامہ تحریر فرمایا:

''بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ یہاں بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ ہر طرح خیریت و عافیت عامہ وتامہ ہے اور آپ حضرات کی عافیت مطلوب اور خطوط عافیت سے سرور در سرور ہوا--- مدینہ عالیہ کی مبارک فضاؤں، ہواؤں اور انوارِ در و دیوار و بازار اور باغاتِ رمان وعنب ونخیل کی بہار اور جبالِ عالیہ کی قطار کا کیا کہنا--- اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے تو دیکھنے سے یہ کوائفِ محبوبیہ متعلق ہیں---تمہارے سب کے لیے نام لے کر کئی مرتبہ دعائیں ہوئی ہیں اور ہوں گی بھی، ان شاء اللہ تعالیٰ--- آج بھی غار سجدہ کی زیارت کے لیے نماز فجر پڑھتے ہی ام الحب کے ساتھ حاضری دی اور دعائیں کیں---ام الحب بڑی خوش وخرم ہے، پہاڑ پر آسانی سے چڑھ گئی اور وہاں (کی جڑی بوٹیوں میں سے) زخم حیات بوٹی بھی دیکھ (کر پہچان) لی--- ہماری ۲۷/ مارچ کی سابقہ تاریخ آسانی سے بحال ہوگئی ہے، ان شاء اللہ پرسوں نماز فجر کے بعد مدینہ عالیہ سے رخصت ہوں گے اور ۵/اپریل، بروز ہفتہ بصیر پور پہنچنا ہے--- البتہ پاکستان کے متزلزل احوال کے لحاظ سے جہاز ذرا لیٹ ہو جائے یا گاڑی وغیرہ تو یہ الگ بات ہے--- مولانا ابوالفیض صاحب نے وہاڑی سلطان[۱۰] کو لکھ دیا ہے کہ کراچی سے فون کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ---تو وہ صوفی جسے مولانا (ابوالفیض) بصیر پور بھیجا کرتے ہیں، سلطان اسے فوراً بصیر پور بھیج دے، تو وہ ۴/اپریل کی صبح ہی خبر لے کر پہنچ سکتا ہے--- میرے خیال میں یہ آسان صورت ہے، اوکاڑا ریاض شاہ صاحب یا چودھری صاحب کو جیسے لکھا تھا، نہ بھیجیں--- صدر صاحب یا کوئی صاحب کراچی نہ آئیں، اتنے مصارف اور وقت بھی، شاید کتنا خرچ ہو؟ ---عوامی گاڑی کا ہی ارادہ ہے--- کافی خطوط آئے ہیں،

سب حضرات یہی مشترکہ جواب تصور فرمالیں---سب سے درجہ بدرجہ دعا سلام، اب نام نہیں لکھتا کہ کوئی رہ جائے تو کیوں ناراض ہو--- ہر طرح شریعت کی پیروی اور حق کا خیال ضروری ہے---

نوٹ

شاید ۲۶ یا ۲۷/مارچ جہاز کی روانگی سے پہلے جدہ شریفہ سے ہی ایک خط لکھوں---محمد محبّ اللہ اداس ہرگز نہ ہو، اس کی والدہ کسی سے اداس نہیں ہوئی، تو وہ کیوں اداس ہو--- بڑی عمدہ گھڑی اور ایک تولیہ اس کے لیے لیے ہیں اور دعائیں تو بہت ہی کر رہے ہیں'' ---

والسلام، دعاگو

ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۵/محرم الحرام ۱۳۸۹ھ/۲۳/مارچ ۱۹۶۹ء

اس سفر میں علامہ ابوالفیض علی محمد نوری بھی ہمراہ تھے--- جہاز اور مسجد نبوی شریف میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالفیض کے دروس و مواعظ حسنہ کا سلسلہ جاری رہا---

حواشی

① موضع فرید پور کے رئیس اعظم خان عثمان خان صاحب (جن کی دعوت پر حضرت سیدی فقیہ اعظم نے وہاں ادارہ قائم کیا تھا) کے بیٹے تھے---

② حضرت فقیہ اعظم کے مرید وتلمیذ رشید ہیں، کریوالا جاگیر (تحصیل دیپال پور) میں ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے، ان کے والد مولوی محمد یوسف صالح عالم تھے، فارسی شعر اور تاریخ گوئی کا ملکہ تھا، انھوں نے بچپن میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ (جو ان دنوں فرید پور میں قائم تھا) میں داخل کروایا، حضرت سیدی فقیہ اعظم ان پر خصوصی توجہ اور شفقت فرماتے--- والد کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد حضرت کی شفقتوں میں اضافہ ہو گیا--- مولانا منیر احمد محنتی اور لائق طالب علم تھے، دورہ حدیث شریف کی کتب کی عبارت بھی پڑھا کرتے---مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ اور حضرت مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری کے ہم جماعت ہیں---فراغت کے بعد فرید پور جاگیر کے رئیس اعظم عثمان خان مرحوم کے بیٹے ریاض احمد خان کے پاس منشی اور کارمختار کی حیثیت سے سال ہا سال کام کیا، بعد ازاں علیحدہ زمیندارہ کرتے رہے---آج کل جوہر ٹاؤن لاہور میں مقیم ہیں---

③ موضع رکن پور (نزد بصیر پور) کے بہت بڑے زمیندار اور ممتاز عالم دین مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے--- موقوف علیہ تک کتابیں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں پڑھیں، دینی تعلیم مکمل نہ کر سکے، زمیندارہ کی طرف میلان تھا--- (ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد اکرم نے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں تکمیل کی، وہ مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری کے ہم جماعت تھے)---

④ صوفی حاجی محمد اسحاق زرگر، نئی آبادی بصیر پور میں قیام پذیر تھے، پنجابی میں شعر وشاعری کرتے اور اپنی کہی ہوئی نعتیں مخصوص سادہ انداز میں سناتے ---

⑤ آپ ایک علمی وروحانی خاندان کے چشم و چراغ تھے، والد ماجد حضرت خواجہ محمد کرم الدین اور جد امجد قطب عالم حضرت خواجہ جان محمد رحمۃ اللہ علیہما اپنے عہد کے ممتاز عالم دین، ولی کامل اور شیخ طریقت تھے --- ۸؍ربیع الاوّل ۱۳۵۴ھ/ ۱۰؍جون ۱۹۳۵ء کو چک ۳۹ شریف میں ولادت باسعادت ہوئی --- نام فیض المصطفیٰ محمد فیض الرحمٰن تجویز ہوا، بعد میں ابو محمد کنیت اور کوثر لقب سے ملقب ہوئے --- ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کرنے کے بعد صوفیٔ باصفا حافظ صالح محمد (چاہ چھیناں والی) سے قرآن کریم حفظ کیا، پھر اپنے والد گرامی سے ابتدائی دینی تعلیم اور روحانی تربیت پائی --- شوال المکرّم ۱۳۷۰ھ/ جولائی ۱۹۵۱ء کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں داخلہ لیا، حضرت سیدی فقیہ اعظم کی زیر سرپرستی نامور اساتذہ سے درس نظامی کی تکمیل کی، ۲۲؍ذی القعدہ ۱۳۷۸ھ/ مئی ۱۹۵۹ء کو سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے --- دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ کو وزیر آباد روانہ ہوئے اور شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی کے ہاں دورۃ القرآن میں شمولیت کر کے سند حاصل کی --- بعدۂ آپ کے والد گرامی نے روحانی منازل طے کرائیں اور اپنا خلیفہ مجاز و ولی عہد سجادہ نشین مقرر فرمایا اور مدارج علیا کے حصول کے لیے گنج کرم حضرت سید محمد اسماعیل شاہ کرمانوالہ شریف سے بیعت کرایا --- حضرت گنج کرم رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی توجہ فرما کر اپنے انوار و برکات سے مستفیض فرمایا ---

حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت اور حسن سیرت سے نوازا تھا، وہ خوش وضع، خوش نوا، خوش ادا، خوش خصال، سراپا جمال، پیکر شرم و حیا، صاحب جود و عطا، سراسر شفقت و محبت اور مجسمہ تقویٰ و طہارت تھے --- ہر سال باقاعدگی سے تراویح میں مکمل قرآن کریم سناتے، فرائض وسنن کی پابندی، اوراد و وظائف اور تہجد پر مواظبت،

مخلوق خدا سے ہمدردی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاس داری آپ کا شیوہ تھا---

تبلیغ و خدمت دین کا بہت جذبہ تھا، چنانچہ مدرسہ رحمانیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی تھی اور درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کی--- بہت رقیق القلب تھے، خشیت الٰہی کا غلبہ تھا، قرآن کریم کی تلاوت اور رسالت مآب ﷺ کے ذکر سے اشک بار ہو جاتے--- حضور ﷺ کی محبت تو اپنے آباء واجداد اور اساتذہ و مشائخ سے ورثہ میں ملی تھی---

شوال ۱۳۹۲ھ/ نومبر ۱۹۷۲ء کو سفینہ عرب کے ذریعے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے--- مدینہ منورہ میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف کا درس لیا اور آپ کی معیت میں مناسک حج ادا کیے--- چنانچہ اس سال کے سفر حج میں حضرت سیدی فقیہ اعظم کے مکاتیب میں آپ کا تذکرہ بھی کئی بار آیا ہے---

اکتوبر ۱۹۵۹ء میں آپ کی شادی ہوئی، جنوری ۱۹۶۵ء میں اہلیہ وفات پا گئیں، ان سے صاحبزادہ مولانا محمد فیض المجتبیٰ نوری متولد ہوئے--- اگست ۱۹۶۵ء میں حضرت فقیہ اعظم کی صاحبزادی سے عقد ہوا، جن سے صاحبزادہ مولانا محمد فیض المصطفیٰ نوری، صاحبزادہ مولانا محمد فیض الحبیب اشرفی، صاحبزادہ مولانا محمد فیض الکریم اشرفی، صاحبزادہ مولانا محمد فیض الحسیب اشرفی اور صاحبزادہ مولانا محمد فیض النعیم اشرفی پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی صاحبہ یادگار ہیں--- تمام صاحبزادے دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل ہیں--- دس محرم الحرام ۱۴۰۰ھ کو نماز فجر کی جماعت کروائی، بعدہ شہید کربلا کے حوالے سے درس دیا، وعظ ختم ہوا تو اچانک تکلیف محسوس ہوئی اور پھر علاج کے باوجود مرض نے شدت اختیار کی، ۸/صفر، بروز جمعہ علاج کے لیے بصیر پور لائے گئے، مگر اگلی رات ہفتہ کی شب ۹/صفر ۱۴۰۰ھ/ ۲۸/دسمبر ۱۹۷۹ء، نماز عشاء ادا کرنے کے بعد دس بج کر چالیس منٹ پر جان جان آفریں کے سپرد کر دی---

حضرت حافظ صاحب بہت مؤدب، بہت مخلص اور بہت وفادار تھے--- حضرت سیدی

فقیہ اعظم ان سے بڑی شفقت فرماتے، اپنے تلامذہ واعزہ میں سب سے زیادہ مکتوبات انہی کے نام تحریر فرمائے، جو دستیاب ہو سکے ان کی تعداد ساڑھے تین سو سے زیادہ ہے---

⑥ الفاظ مٹے ہوئے ہیں، پڑھے نہیں جاتے--- غالباً اس مفہوم کی عبارت ہوگی:
''سعودی حکومت بڑی سختی سے جلدی مدینہ منورہ جانے سے منع کرتی ہے''---

⑦ سعودی عرب میں دو طرح کے اوقات مروّج ہیں، ایک زوالی جو مروّجہ سٹینڈر ٹائم کے مطابق ہے، دوسرا مقامی وقت جسے غروبی کہا جاتا ہے--- یعنی غروب آفتاب کے وقت بارہ بجتے ہیں اور ہر دوسرے دن بعد گھڑی کو درست کرنا پڑتا ہے--- مسجد نبوی کے باب الرحمہ اور باب الصدیق کے درمیان نماز کا ٹائم ٹیبل ان دونوں اوقات کے مطابق آویزاں کیا گیا ہے---

⑧ بصیر پور کے مضافات موضع محبوب شاہ کے رہائشی تھے، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل اور بخاری سید تھے، اسی وجہ سے حضرت فقیہ اعظم ان پر بہت شفقت فرماتے اور ان کی کفالت کا اہتمام کرتے--- دار العلوم میں کتابوں کی جلد سازی، لاؤڈ اسپیکر اور شعبہ برقیات کے انچارج تھے، پیکر جلال و جمال تھے--- ۵ر محرم الحرام ۱۴۱۹ھ/ ۲ر مئی ۱۹۹۸ء کو وفات پائی---

⑨ ابوالرفیع چودھری محمد شفیع نوری ۱۱ر جنوری ۱۹۴۳ء کو بصیر پور میں پیدا ہوئے، تمام تر تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے، دارالعلوم میں لنگر خانہ کے منتظم تھے اور آب وطعام کے جملہ معاملات ان کے سپرد تھے--- ''چودھری'' کے لقب سے مشہور تھے، ۳۱ر جنوری ۲۰۱۰ء کو وفات پائی---

⑩ مولانا محمد سلطان نوری، مولانا ابوالفیض علی محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کے بھائی اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل ہیں، آج کل اوکاڑا میں مقیم ہیں--- مولانا ابوالفیض حج کے لیے جاتے ہوئے انھیں وہاڑی میں اپنی جگہ نائب مقرر کر گئے تھے---

۱۳۹۰ھ کا سفر حج

حج ۱۳۹۰ھ کے لیے آپ نے اپنے صاحبزادہ استاذ العلماء حضرت علامہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کو درخواست حج جمع کرانے کی اجازت مرحمت فرمائی --- ان کی منظوری آ گئی تو شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ/ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں انہیں الوداع کہنے کراچی تک ان کے ساتھ گئے --- راقم الحروف بھی ہمراہ تھا --- تب پہلی بار قریب سے ''سفینۃ الحجاج'' دیکھنے کا موقع ملا --- یہ خاصا بڑا جہاز تھا، کئی منزلوں کے اس جہاز کا تفصیلی معائنہ کیا --- جہاز کیا تھا، ایک پر رونق بستی تھی --- وہ منظر بڑا رقت آمیز تھا، جب جہاز روانہ ہونے سے کچھ ہی دیر پہلے مسافران حجاز مقدس کو مل کر ہم نیچے اترے --- ان مناظر کے بعد حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حاضریٔ مدینہ منورہ کے لیے بے قراری مزید بڑھ گئی --- خود حضرت مولانا ابوالفضل کی بھی یہی خواہش تھی کہ ایسا سبب بن جائے کہ اپنے مشفق والد گرامی اور مرشد و مربی کی زیر سرپرستی مناسک حج ادا کیے جائیں --- چنانچہ کوشش شروع کر دی، آخری جہاز سفینہ عرفات پر جگہ ملنے کی امید تھی، مگر روانگی سے

چندروز پہلے اس کا انجن جل جانے کی وجہ سے صورت حال پیچیدہ ہوگئی---بعدازاں لاہور سے بذریعہ ہوائی جہاز روانگی کا ارادہ بنا مگر آپ کو استخارہ میں اجازت نہ ہوئی--- انہی ایام میں آپ نے حضرت مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط میں لکھا:

''میں سرتاپا انتظار بنا بیٹھا ہوں کہ کراچی سے بلاوا آئے (ان دنوں حج کے جملہ انتظامی دفاتر کراچی ہی میں تھے [محبّ]) تو روانہ ہوں، مگر سفینہ عرفات کے انجن جلنے سے اشکال پیدا ہوگیا ہے، لہٰذا کراچی والے حضرات وثوق سے امیدیں تو دلا رہے ہیں مگر بلاوا کے بغیر (بصیر پور سے) روانگی کی اجازت نہیں دے رہے، ورنہ میں تو توکلاً علی اللہ ویسے ہی روانہ ہو جاتا--- پرسوں لکھا ہے کہ ہوائی جہاز کا ٹکٹ لاہور سے خریدنے کا ارادہ کیا ہے مگر کل رات پوری تیاری کے باوجود استخارہ میں ممانعت سے ارادہ بدل گیا اور ارادہ مکمل مشروط بالاستخارہ ہی تھا---

استخارہ کی حکمت

اور ہمیشہ ہونا بھی یوں ہی چاہیے کہ وسائل و اوقات استخارہ سے متعین کیے جائیں، ورنہ مدینہ منورہ کی حاضری تو خیر ہی خیر ہے--- استخارہ وہاں ہوتا ہے جہاں شر کا پہلو بھی ہو، تو اصل حاضری کے لیے استخارہ نہیں، ہاں وسائل واوقات ورفقاء میں دونوں پہلو ہیں، ارشاد ہوا:

عَسٰی أَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ---[البقرۃ:۲۱۶]

(''ہوسکتا ہے کہ کوئی بات تمہیں بھلی لگے لیکن وہ دراصل تمہارے حق میں بہت بری ہو'')--- وَ اللّٰهُ حَسْبُنَا وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ---

سرِ تسلیم خم ہے

بہر حال اب کراچی، نہیں نہیں مدینہ عالیہ کی طرف نظر ہے، بڑی امید ہے
کہ بلاوا آ رہا ہے--- ان شاء اللہ تعالیٰ حاضری ہوگی اور اگر میرے
محبوبِ دلی (ﷺ) ذرا دیر سے میری حاضری پسند فرما رہے ہیں تو:

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ پاک میں آئے

اَلْحُبُّ تَرْکُ الْاِخْتِیَار---

(''محبت اپنی مرضی چھوڑ دینے اور مکمل فنائیت کا نام ہے''---)

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و بارک و سلم

اب آپ کے سفر مدینہ عالیہ میں یہ آخری خط آپ کے نام ہے---
اب وقت ہی تنگ ہے (یعنی ایام حج بالکل قریب ہیں) اللہ تعالیٰ تنگی دور فرمائے
اور جلدی بلائے کہ حاضری ہو جائے''---

[محررہ ۱۳/جنوری ۱۹۷۱ء]

روانگی حجاز مقدس

بالآخر تنگی دور ہوگئی، سرکار ابد قرار ﷺ کا کرم ہوگیا اور آپ یکم ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۰ھ/ ۲۹/جنوری ۱۹۷۱ء کو بعد نماز جمعہ بصیر پور سے روانہ ہوئے اور اگلے دن کراچی پہنچے---

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تقریباً پونے ایک بجے کراچی پہنچے، گاڑی دس منٹ پہلے آ گئی، ہوائی جہاز کی سیٹوں کا تعین نہیں ہو سکا تھا، حافظ رحمت علی صاحب مدنی خوب تگ و دو کر رہے تھے، عشاء کے وقت سیٹیں مل گئیں--- حضرت (مولانا شاہ احمد) نورانی میاں[۱] کو فون پر اطلاع دی تو وہ مبارک باد کے لیے تشریف لے آئے اور پھر مولانا محمد شفیع اوکاڑوی تشریف لائے''---

[ذاتی ڈائری، مورخہ ۳۰/جنوری ۱۹۷۱ء]

اگلے دن کراچی سے جدہ کے لیے روانگی تھی، اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی:

''دارالعلوم حامدیہ[۲] سے ہوائی جہاز کے لیے صبح چھ بجے سے پہلے ہی روانہ ہو گئے--- آٹھ بج کر چھتیس منٹ پر (جہاز نے) پرواز کے لیے حرکت کی--- فضا میں بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ آٹھ پارے تلاوت کیے اور ناشتہ بھی کیا--- ہوائی جہاز ریاض کے راستہ جدہ شریف چار گھنٹے سینتیس منٹ میں پہنچا--- مطار پر کثرت سے مختلف ملکوں کے طیارے اتر رہے تھے، بڑی دیر کے بعد کسٹم ہو سکا--- گرمی نہایت شدید تھی، تناول بنوایا، نماز ظہر ادا کی اور خصوصی (ٹیکسی) سے مکہ مکرمہ پہنچے، و الحمد للہ تعالیٰ''---

[ذاتی ڈائری، مورخہ ۳۱/جنوری ۱۹۷۱ء]

''یہ حج اکبر تھا، حج سے فراغت کے بعد ۱۶/اور ۱۷/فروری کی درمیانی شب مدینہ منورہ پہنچے، حاضریٔ مواجہہ عالیہ کے بعد مسجد شریف میں اپنی جماعت کرا کے نماز عشاء ادا کی---و للہ الحمد و المنۃ''---

[ڈائری، مورخہ ۱۷/فروری ۱۹۷۱ء]

حرم نبوی میں نمازوں کے پانچ چلے

مدینہ منورہ کے مبارک سفر کا بنیادی مقصد تو سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ کی حاضری ہے، تاہم سرکار ﷺ کے طفیل دیگر بے حد وحساب انعامات نصیب ہوتے --- آپ ﷺ کی مسجد اقدس میں نماز ادا کرنا بڑے اجر اور مقدر کی بات ہے--- حدیث پاک ہے:

صَلَاۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ أَفْضَلُ مِنْ مِّائَۃِ أَلْفِ صَلَاۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، وَصَلَاۃٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِّائَۃِ أَلْفِ صَلَاۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ---[۳]

''میری مسجد میں نماز ادا کرنے کا اجر وثواب مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد کی نسبت ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے، یوں ہی مسجد حرام میں نماز دیگر مسجدوں کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے''---

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ خَرَجَ عَلٰی طُھْرٍ لَا یُرِیْدُ إِلَّا الصَّلَاۃَ فِی مَسْجِدِی حَتّٰی یُصَلِّیَ فِیْہِ کَانَ بِمَنْزِلَۃِ حَجَّۃٍ---[۴]

''باطہارت ہوکر میری مسجد میں نماز کی نیت سے حاضر ہوکر نماز ادا کرنا حج کے برابر ہے''---

خاص طور پر مسلسل چالیس نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرنے پر تو بہت ہی زیادہ اجر کی نوید ہے---حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِیْ أَرْبَعِیْنَ صَلَاۃً لَا یَفُوْتُہٗ صَلَاۃٌ، کَتَبَ

اللّٰہُ لَہٗ بَرَاءَۃً مِنَ النَّارِ، وَ نَجَاۃً مِّنَ الْعَذَابِ---[۵]

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِیْ أَرْبَعِیْنَ صَلاۃً لَّا تَفُوْتُہٗ صَلاۃٌ، کُتِبَتْ لَہٗ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ، وَ بَرَاءَۃٌ مِّنَ الْعَذَاب، وَ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النِّفَاق---[٦]

''جو شخص میری مسجد میں مسلسل چالیس نمازیں ادا کرے، کسی نماز کا ناغہ نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ، عذاب اور نفاق سے نجات کا حکم صادر فرما دیتا ہے''---

حافظ منذری نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے:

رُوَاتُہٗ رُوَاۃُ الصَّحِیْحِ---[۷]

''اس کے راوی صحیح (بخاری) کے راویوں کی طرح ثقہ اور معتبر ہیں''---

چنانچہ ۱۳۹۰ھ کی حاضریٔ مدینہ منورہ میں مسلسل چالیس چالیس نمازوں کے حرم نبوی میں پانچ چلے پورے کیے، جیسا کہ آپ کی ڈائری مورخہ ۲۹/ مارچ ۱۹۷۱ء کے صفحہ سے عیاں ہے--- گویا آپ کو مسلسل چالیس روز تک پانچوں نمازیں بلا ناغہ مسجد نبوی شریف میں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی---۳۱/ مارچ ۱۹۷۱ء کو جدہ سے کراچی واپسی ہوئی--- جب کہ حضرت مولانا ابو الفضل صاحب نے مناسک حج سے فراغت کے فوراً بعد جدہ سے ''سفینہ حجاج'' پر سوار ہو کر واپسی کا سفر اختیار کیا---

حواشی

① آپ کی ولادت ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ/ ۳۱/ مارچ ۱۹۲۶ء کو میرٹھ میں ہوئی، سلسلہ نسب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے---

مولانا نورانی ایک نامور علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ان کے دادا مولانا عبدالحکیم اور والد گرامی حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اپنے وقت کے جید عالم دین، مایہ ناز خطیب اور مبلغ اسلام تھے---ان کے تایا مولانا نذیر احمد صدیقی سے قائد اعظم دینی معاملات میں رہنمائی لیتے---قیام پاکستان کے بعد پہلی عید قائد اعظم نے مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی قیادت میں ادا کی تھی---مولانا نورانی کے والد بزرگوار نے نصف صدی قبل براعظم افریقہ کے مختلف ممالک میں انتہائی بارسوخ و باوسائل عیسائی مشنریوں کو شکست فاش دے کر وہاں اسلام کا بول بالا کیا اور ۴۵ ہزار سے زائد افراد کو مشرف بہ اسلام کیا--- ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ/ اگست ۱۹۵۴ء میں اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد مولانا نورانی نے دنیا بھر کے تبلیغی دورے کیے اور بے شمار غیر مسلموں کو مسلمان کیا---مولانا شاہ احمد نورانی نے ملکی وملی اور سیاسی و جماعتی مصروفیات کے باوجود زندگی بھر اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے تبلیغی مشن کو جاری وساری رکھا---۱۹۷۰ء کے انتخابات میں وہ قومی افق پر طلوع ہوئے اور تینتیس برس تک پوری آب وتاب سے جگمگاتے رہے، انہوں نے ۱۹۷۰ء کی آئین ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا---۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین کی تشکیل میں نمایاں حصہ لیا---

آپ نے آئین میں ۲۰۰ ترامیم پیش کیں --- آپ کی پیش کردہ قرارداد کے ذریعے ملک کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' تجویز ہوا، جس کے تحت ملک کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا گیا اور مسلمان کی تعریف اور حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا باضابطہ تحریر ہوا --- تحریک ختم نبوت میں انہوں نے مرکزی کردار ادا کیا --- پہلی بار رکن اسمبلی بننے کے بعد اپنے پہلے خطاب میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا، ازاں بعد اس سلسلے میں باقاعدہ ایک بل قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہوا، جو متفقہ طور پر منظور کیا گیا --- آپ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ کے قائدین میں سرفہرست رہے ---

مولانا نورانی گوناگوں صلاحیتوں کے حامل اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، وہ بیک وقت پختہ حافظ قرآن، خوش الحان قاری، ملکی و بین الاقوامی سطح پر متحرک عالم باعمل، عظیم روحانی شخصیت اور پیر طریقت، صف اوّل کے مبلغ، شعلہ نوا خطیب، صاحب بصیرت، حق و صداقت کی نشانی اور چوٹی کے سیاسی رہنما تھے --- وہ ایک خوش مزاج انسان تھے، حافظہ بلا کا تھا، جسے ایک بار مل لیتے تو اس کا نام تک یاد رکھتے --- وہ بڑے حاضر جواب تھے، پریس کانفرنسوں میں ان کی یہ خوبی دیدنی ہوتی --- وہ دوستوں کے دوست، بزرگ رہنما، شفیق، وضع دار، غیرت منداور نستعلیق انسان تھے ---

مولانا نورانی، حضرت فقیہ اعظم کا بے حد احترام کرتے، جب بھی ملاقات ہوتی جھک کر ملتے اور دست بوسی کرتے --- وہ اپنے سسر حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قطب مدینہ حضرت شیخ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ شفقتوں اور محبتوں سے واقف تھے --- نورانی میاں نے کئی بار گفتگو اور تقریر میں بیان کیا کہ حضرت فقیہ اعظم کی حاضریٔ مدینہ کے دوران قطب مدینہ کے ہاں سے اس وقت تک کھانا نہ ملتا اور دسترخوان نہ بچھتا جب تک کہ حضرت فقیہ اعظم جلوہ افروز نہ ہوجاتے --- نورانی میاں کو حضرت فقیہ اعظم کی کراچی آمد کا پتا چلتا تو بڑے اصرار سے

اپنے ہاں لے جاتے اور انواع واقسام کے کھانوں سے پر تکلف ضیافت کرتے---
ایسی ہی بعض دعوتوں میں احقر کو بھی شمولیت کا موقع میسر آیا---

نورانی میاں کئی مرتبہ بصیر پور تشریف لائے، پہلی بار ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کی سنی کانفرنس سے فراغت کے بعد مولانا فضل الرحمٰن مدنی کے ساتھ آئے، نماز ظہر کے بعد جامع مسجد نور دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر خالص مبلغانہ انداز میں خطاب کیا--- بعد ازاں دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے اجلاس میں شمولیت اور خطابات کا سلسلہ جاری رہا---

قائد ملت اسلامیہ سینیٹر مولانا شاہ احمد نورانی نے ۱۱/دسمبر ۲۰۰۳ء کو وصال فرمایا--- قبرستان دربار حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) میں مدفون ہیں---

(۲) دار العلوم حامدیہ رضویہ، مرزا آدم خان روڈ، بکرا پیڑی، کراچی میں مولانا ابو المعانی غلام نبی صاحب کا قائم کردہ ادارہ ہے، مولانا موصوف کا تعلق ضلع بہاول نگر سے ہے، کچھ عرصہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے، آج کل کراچی میں ہیں---

(۳) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب التطوع، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ و المدینۃ / تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ، علامہ زین الدین ابوبکر بن حسین المراغی (م ۸۱۶ھ)، مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، صفحہ ۲۶

(۴) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ / تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ، صفحہ ۲۶-۲۷

(۵) المعجم الاوسط للطبرانی، جلد ۶، صفحہ ۲۱۱، حدیث: ۵۴۴۰

(۶) تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ، صفحہ ۲۶

(۷) تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ، صفحہ ۲۶

۱۳۹۱ھ کا سفر مقدس

اس سال آپ نے درخواست حج جمع کروائی تھی، اگرچہ قرعہ اندازی میں نام نہ آیا مگر قرائن سے پتا چلتا ہے کہ آپ کو سعادت حج نصیب ہوگئی--- چنانچہ مولانا زید احمد نوری کے نام خط میں تحریر فرمایا:

"(قرعہ اندازی میں) آپ کا نام آ گیا ہے، دعا کریں ہمیں بھی منظوری مل جائے--- بظاہر ہمارے نام قرعہ اندازی میں نہیں آئے، مگر یہ چیز مجھے مایوس نہیں کرسکتی کہ چار بار ایسے ہو چکا ہے کہ قرعہ میں نام نہیں آیا اور منظوری آ گئی---اب بھی دعا کریں"---

مولانا موصوف ہی کے نام ایک اور مکتوب میں رقم طراز ہیں:

عزیز القدر عظیم القدر حضرت مولانا الحاج زید له حبه و لبه

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---صدہا مبارک باد، تیاری کدھر کی ہے---

اپنی دعاؤں میں مجھے بھی شریک رکھنا---ع

میرا سلام لے جا، طابہ [۱] کے جانے والے

کل ان شاء اللہ تعالیٰ نماز فجر کراچی چھاؤنی اسٹیشن کی متصل مسجد میں ادا کرو گے اور اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر بعد از ظہر مولانا غلام نبی صاحب[۲]، دارالعلوم حامدیہ رضویہ، مرزا اکرم خاں روڈ، بکرا پیڑی اور محمد یار گوہر[۳] سے مل کر حضرت مولانا نورانی میاں صاحب کو میرے لیے ملیں، میں نے جو ان کے نام دستی خط بھیجا تھا، اس کے جواب میں یہ پیغام آیا ہے کہ یقیناً ان شاء اللہ تعالیٰ کام ہو جائے گا، یعنی ہماری دو درخواستوں کی منظوری اسی دوسرے جہاز میں کرالیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ --- مولانا نورانی میاں صاحب نے ہماری بنک کی رسیدوں کی نقلیں طلب فرمائی ہیں، وہ مع عریضہ دوسرے لفافے میں بند ہیں، وہ لفافہ ان کے پیش کرتے ہوئے مزید استفسار کر کے مجھے مفصل لکھیں اور یہ بھی دریافت کریں کہ آیا ہم دونوں یعنی میں اور میرا رفیق ٹیکے لگوالیں؟ --- آپ کے خط آنے پر ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ٹیکے لگوالیں گے اور پھر مدینہ طیبہ ان شاء اللہ ملیں گے --- نیز یہ ایک بوتل خالص اصلی شہد کی ہے، یہ حضرت عمدۃ العارفین مولانا محمد ضیاء الدین احمد صاحب قادری مدنی کی خدمت میں بطور نذرانہ مع سلام نیاز پیش کریں اور جلد از جلد حاضری کی دعا کرائیں ---

بابو رشید احمد صاحب نوری[۴] سے تاکید کریں مکہ مکرمہ میں مکان کا بندوبست رکھیں اور یہ بھی ان سے پتا کریں کہ ان کو مدینہ منورہ میں کب حاضر ہونا ہے اور پھر مدینہ منورہ مکان کا کہاں انتظام ہوگا؟ ---

جب آپ کی مدینہ منورہ حاضری ہو اور قسمت عروج پر ہو اور مواجہہ عالیہ میں دست بستہ صلاۃ وسلام عرض کرنے کا زرّیں وقت آئے تو نیاز بھرے صلوٰۃ وسلام میری طرف سے بھی حسب الوعدہ عرض کرتے رہیں ---

سب عزیزوں سے سلام شفقت --- والسلام

منتظر حضورِ مدینہ

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۲۵/ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

انہیں کے نام ایک اور گرامی نامہ میں ''فرزند عزیز نزید علمہ و حبہ و لبہ و حجہ و عمرتہ و عمرہ'' کے سرنامہ سے تحریر فرمایا:

''............اب بظاہر امید نہیں رہی مگر کرم کریم ہے کہ مایوس نہیں ہونے دیتا، اگر نظر عنایت ہوگئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور حاضری ہوگی --- مایوس ہونا مومن کا کام نہیں، کسی وقت بھی مایوس نہ ہونا --- حکم ہے کہ پورے عزم سے دعا کی جائے، ہاں میرے لیے اب بھی ملتزم سے لپٹ لپٹ کر رو رو کر دعائیں جاری رکھیں، ویسے میرے لیے اپنا وقت بھی ضائع نہ کریں، بلکہ ضائع نہ سمجھیں ---

دعا جو و دعا گو

فقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

بوقت آٹھ بجے صبح

آہ! مدینہ سکینہ حاضری ہو جائے

۲۱/ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۱ھ

اس سفر کے بارے میں مزید تفصیل نہیں ملی مگر مجھے یقین کی حد تک یاد ہے کہ پہلے سالوں کی طرح اس بار بھی بالآخر حاضری نصیب ہوگئی اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے ---

حواشی

① طابہ، مدینہ طیبہ کا نام ہے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سَمَّی الْمَدِیْنَةَ طَابَةَ---[صحیح مسلم، کتاب الحج، باب المدینة تنفی شرارها، حدیث ۱۳۸۵]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا، یعنی پاکیزہ، عمدہ''---

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَمَّی الْمَدِیْنَةَ یَثْرِبَ، فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ، هِیَ طَابَةُ هِیَ طَابَةُ---[مسند امام احمد، جلد ۴، صفحہ ۲۸۵]

''جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے، اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، اس کا نام تو (طابہ) طیبہ ہے، اس کا نام تو طابہ ہے''---

② مولانا غلام نبی صاحب موضع نگڑیال (بہاول نگر) میں پیدا ہوئے، ان کے والد گرامی میاں قطب الدین نگڑیال علاقہ کے معزز زمیندار تھے--- ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر حضرت محدث بہاول نگری مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں داخلہ لیا، بعد ازاں دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں داخلہ لیا، علامہ احمد علی قصوری ان کے ہم جماعت تھے--- تقریباً دو سال یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ نظامیہ لاہور چلے گئے، ان دنوں استاذ العلماء مولانا اللہ بخش صاحب وہاں مدرس تھے، پھر

ان کے ساتھ واں بھچراں چلے گئے، وہاں دارالعلوم شمس العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ میں موقوف علیہ تک کتب معقول ومنقول پڑھیں--- دورہ حدیث جامعہ امجدیہ کراچی میں شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری سے پڑھا---۱۹۶۴ء میں بکرا پیڑی، مرزا آدم جی روڈ پر جامعہ حامدیہ رضویہ قائم کیا، جس کا سنگ تاسیس سفیر عراق سید عبدالقادر نے رکھا--- ۱۹۸۸ء میں ادارہ کی توسیع کے پیش نظر سپارکو روڈ پر جامعہ حامدیہ کے جدید بلاک کا افتتاح کیا---مولانا بہت محنتی، قابل، خلیق اور ملن سار ہیں، حضرت فقیہ اعظم سے بہت عقیدت رکھتے اور آپ بھی ان پر بہت شفقت فرماتے---حرمین شریفین جاتے ہوئے ان کے ہاں بھی تشریف لے جاتے---حضرت کی دعا اور تعویذ کی برکت سے مولانا کے بفضلہٖ تعالیٰ سات صاحبزادے ہیں، موصوف کراچی میں خدمات دینیہ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں--- حفظہ اللہ

③ مولانا محمد یار گوہر ولد مولوی محمد اکبر بصیر پور کے مضافات موضع بکا جھجھ کے رہنے والے تھے---اوّل تا آخر درس نظامی کی تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کی، ۱۹۵۹ء میں سند فراغت و دستار بندی کے بعد کراچی میں مقیم ہو گئے--- خندہ رو، ملن سار اور بہت اچھے خطیب تھے---

④ پاکستان گارڈن کراچی کے علاقہ میں ان کا بنگلہ تھا، ان کے والد سیٹھ محمد حبیب نے اپنے بھائیوں سے مل کر یہاں الحبیب بلیچنگ مل لگائی تھی، ان کے تیار کیے ہوئے رومال اور جائے نماز ایکسپورٹ ہو کر حرمین شریفین میں فروخت ہوتے تھے--- بعد ازاں کاروبار محدود ہو گیا--- حاجی بابو رشید احمد نوری، حضرت فقیہ اعظم کے بہت مخلص مرید ہیں، آپ حرمین شریفین جاتے ہوئے ان کے ہاں قیام پذیر ہوتے---تب ان کے گھر علماء ومشائخ کا مجمع لگا رہتا--- بابو جی بہت اچھے میزبان، بہت مخلص، اور خلیق انسان ہیں، آج کل علیل ہیں، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت سے نوازے---

۱۳۹۲ھ کا سفر مقدس

یکم شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ/ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۲ء، بروز اتوار بصیر پور سے روانہ ہو کر اگلے دن کراچی پہنچے، حاجی کیمپ میں کاغذات کی تکمیل ہوئی --- اب چونکہ ۱۹ ستمبر تک کوئی دفتری کام نہیں تھا، لہٰذا کراچی میں فارغ رہنے کی بجائے بصیر پور شریف واپس تشریف لے آئے --- پانچ روز تک بصیر پور میں دارالعلوم کے تدریسی وانتظامی امور نبٹانے کے بعد دوبارہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۲ء/ ۹ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ کو بصیر پور شریف سے روانہ ہوئے --- ۱۹ ستمبر کو کراچی پہنچے اور پیر طریقت حضرت سید احمد اشرف اشرفی صاحب[۱] سے مسجد نبوی کے قریب ترین باب مجیدی کے سامنے اصطفاء منزل میں رہائش کے لیے جناب مظہر خاں صاحب کے نام سفارشی خط لیا، اب اس عمارت والی جگہ کو مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا ہے --- ۲۱ ستمبر کو سفینہ عرب پر سوار ہوئے --- کم وبیش آٹھ دن کے بعد جدہ اور اگلی صبح مکۃ المکرّمہ پہنچے --- عمرہ، زیارات مکہ وطائف سے فراغت کے بعد ۹ اکتوبر/ ۲ رمضان المبارک کی شام کو مدینہ منورہ حاضر ہو گئے ---

11

مکتوب مدینہ منورہ

مدینہ منورہ سے مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری کے نام والا نامہ رقم فرمایا:

فرزند عزیز سلمہ ربہ العزیز

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- للّٰہ الحمد و المنة کہ مدینہ منورہ میں لطف اندوز ہوں بمع رفقاء خیریت و عافیت ہے--- آج یوم السبت ہے، بعد از صلوٰۃ الفجر، قباء شریف مل کر حاضری دی، آج مدینہ منورہ میں تیرہواں روز ہے مگر صرف ۱۶/ اکتوبر کو ہی تمہارا ایک خط ملا، جو ۳/ اکتوبر ۱۹۷۲ء کا لکھا ہوا تھا، جس میں حجاز شریف سے میرے خط نہ پہنچنے کا ذکر تھا--- ہاں! مجھے تو تجربہ ہے کہ خطوط یوں ہی لیٹ ہو جاتے ہیں، کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ خیریت سے رکھے--- تمہاری ذمہ داریاں بہت ہی زیادہ ہیں، گھر اور دارالعلوم کا ہمہ وقتی تقیظ و تدبر سے خیال بڑا ضروری ہے--- اب موسم سرما آ رہا ہے، اندر سونا شروع کریں تو تم، صدر صاحب اور محقق صاحب سے ایک لازمی ہے کہ محبّ اللہ وغیرہ کے ساتھ ایک مکان میں شب باشی کریں، اس میں سستی ہرگز نہ ہو--- نوافلِ تہجد پر پابندی رہے، دفتر میں پڑھا کریں اور محمد محبّ اللہ کا خیال بھی رکھیں کہ تعطیلات میں معطل نہ ہو جائے اور حافظ محمد مسعود کو بھی تاکید کریں کہ منزل کا پورا خیال رکھے، بلکہ بہتر ہے کہ محمد اسد اللہ اور وہ دونوں یا کوئی اور نابالغ بھی ایک دوسرے کو نوافل میں سنایا کریں--- عید کے دن صدقۃ الفطر ادا کریں، محبّ اللہ اور امناء[۲] یا ان کی والدہ کو کپڑے وغیرہ کی ضرورت عید ہو تو خرید دیں، کھانے پینے کا

معاملہ بھی کھلا رکھیں--- امانت حجام کو مبلغ پانچ روپے دے دیں اور صوفی نذر محمد نوری میرے کپڑے سیا کرتے ہیں ان کو پانچ روپے انعام عید دے دیں---

اور یہ نہایت ضروری اور اسی لیے آج خط لکھ رہا ہوں کہ معلم سامی برزنجی صاحب کے متعلق حافظ محمد فیض الرحمٰن، حاجی رحم کوٹ والے اور چودھری صالح محمد [۳]، مستری غلام نبی [۴] اور دوسرے تمام احباب جن کو معلم کے متعلق لکھا ہے، کہیں، واضح طور پر کہیں کہ اپنی مرضی کا معلم مدینہ منورہ بنالیں--- سامی صاحب کا ذاتی مکان مدینہ طیبہ سے دو کیلومیٹر کے فاصلہ پر احد شریف کی طرف ہے اور ابھی تک ان کا دفتر بند ہے اور کوئی ترجمان نہیں--- خود اردو جانتے نہیں اور مولانا فضل الرحمٰن بھی ہوائی آدمی ہیں (بقول مولانا ضیاء الدین مدنی) اور بات ہوئی تو مجھے صاف صاف بتا دیا کہ میں نے کسی کو نہیں کہا، برزنجی کو معلم بناؤ، یہ ترکستان کے معلم ہیں، سید حیدر حسین شاہ اور برزنجی نے پاکستان کے حاجیوں کا منصوبہ بنایا ہے، اس سال تجربہ ہو جائے گا کہ کیسے کام چلتا ہے، بعد رمضان المبارک دفتر کھلے گا اور ترجمان بھی تلاش کر رہے ہیں--- یہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کہا ہے--- تو اندریں حالات نو وارد حاجی مدینہ طیبہ میں ان کے نام آکر سخت پریشان ہو گا، لہٰذا بڑے خیال سے، بڑی تاکید سے سب کو اطلاع دے دیں--- ہاں اگر حافظ فیض الرحمٰن صاحب قبل از حج مدینہ منورہ آسکیں تو وہ سامی صاحب کے نام سے آسکتے ہیں--- باب المجید کے سامنے شمالی جانب دو کانات اور ڈاکخانہ (البرید) کے پاس سامان اتاریں اور آگے گلی میں بالکل نزدیک ہی اصطفاء منزل کا دروازہ ہے، اس میں

دوسری منزل کے کمرہ نمبر۲ کے دروازہ کے آگے باہر سے ہی آواز دے دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم مل جائیں گے--- ہاں اصطفاء منزل میں تو ان کے لیے جگہ نہیں، البتہ اور انتظام کرلیا ہے--- تو یہ ان کے لیے ہی ہے، ورنہ بعد از حج یا کوئی اور قبل از حج بھی آئے تو مشکل ہے، بلکہ مولانا فضل الرحمٰن کا ملنا بھی مشکل ہے، ہمیں اتفاقاً پہلے دن مل گئے، بعد ازاں کوشش کے باوجود ہمیں نہیں مل سکے، صرف کل رات نصف شب کے قریب ملاقات ہوئی، سامی صاحب بھی رضوان کی معرفت کئی دن کے بعد ملے اور ہمارے مکان پر چار مرتبہ ملے ہیں، جب اصرار کیا کہ دفتر دکھائیں تو کہا کہ دفتر بند ہے، بعد از رمضان کھلے گا اور وہ خود سرکاری ملازم بھی ہیں--- ہاں حاجی رشید احمد نوری، اوورسیئر سٹورز تونسہ بیراج کالونی، ضلع مظفر گڑھ کو بھی ابھی ہی لکھ دیں، ان کی والدہ صاحبہ اور کئی اور حاجی عازم حج ہیں، تاکید ہے--- یہ رمضان المبارک ہے، حیدری صاحب کے حاجی بھی کہتے ہیں کہ وہ خود نہیں ملے، مگر ان کا دفتر کھلا ہوتا ہے اور ترجمان منشی موجود رہتا ہے اور مشہور بھی بڑے ہیں--- ہاں مکہ مکرمہ کا معلم عبدالسبحان کام چلاتا ہے، اس کا لڑکا عاصم بھی کام کرتا ہے، تو جو ایام الحج میں میری ہدایات کا خواہاں ہو، ان کو معلم مکہ مکرمہ کرسکتا ہے، لازم وہ بھی نہیں، ذمہ داری بہت سخت چیز ہے، اپنی مرضی سے معلم بنائیں--- جدہ معلم دریافت کرتے ہیں تو مدینہ منورہ کے معلم کا نام بھی وضاحت سے بتادینا چاہیے، اگر نہ بتایا تو وہ خود ہی عبدالسبحان کے حاجیوں کا معلمِ مدینہ منورہ حامد مرجان لکھ دیتے ہیں--- میں ان سے ابھی تک ملا نہیں مگر مولانا صاحب زید احمد نوری غالباً ان کی تعریف کرتے تھے--- بہرحال وضاحت سے سامی کے متعلق بتادیں---

میں یہ پہلے لکھتا، مگر مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے پورا پتہ کرنا چاہتا تھا، پھر آپ لوگوں کے خطوں کا انتظار بھی تھا، بہر حال اب لکھ دیا کہ یہ چیز عید تک ضرور واضح ہو جانی چاہیے--- اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے یہ خط جلدی پہنچا دیں--- گو مدینہ منورہ میں معلم کا کوئی کام نہیں، مگر نو وارد ضرور پریشان ہوسکتا ہے اور ہمیں تو احساس تک نہیں ہوا---

حافظ منظور حسین صاحب [۵] سب کو اور سب صاحبزادگان دارالعلوم کو سلام دعا کہتے ہیں، یہ ان کے الفاظ ہیں اور حاجی خورشید احمد نوری بھی--- حافظ صاحب حرم میں ہی ہمیں نماز تراویح میں قرآن کریم سنا رہے ہیں، ان کے والد صاحب کو بھی سلام و دعا کہیں---

اپنی والدہ کا احترام ملحوظ رکھیں، وہ میرے نزدیک خدا یاد، خدا ترس، ذاکرہ اور محبہ محبوب اعظم اور امینہ وعفیفہ ہے اور میری وفادار ہے اور انہیں چیزوں کی بنا پر وہ مجھے پسند ہے، خصوصی خیال رکھیں--- وصلی اللہ تبارك و تعالیٰ علیٰ حبیبه الاکرم و آله و صحبه و بارك وسلم ---

سب خورد و کلاں سے درجہ بدرجہ دعا وسلام، اب خط بند کرتا ہوں، عمرہ (یعنی مسجد قبا میں نوافل [محبّ]) کے بعد رسالہ قشیریہ شریف کا سبق دو ورق پڑھا کر لکھنا شروع کیا، تو اب سوا چار بج رہے ہیں، قیلولہ کا وقت ہے، سب رفقاء محو خواب ہیں--- اللہ تعالیٰ سب کو خیریت سے رکھے--- والسلام

نوٹ: عرب میں (۹۲) بانوے نہیں، بلکہ ترانوے ہے اور بانوے یوں **۹۲** لکھتے ہیں یا انگریزی میں 92 لکھیں تو بہتر ہے یا حضرت مولانا کا نام ہو فقط، یا معرفت معلم السید السامی البرزنجی، جیسے حاجی رشید احمد نوری کا خط آیا ہے---مگر تمہارا سولہ تاریخ کے آمدہ خط پر ۹۲ لکھا ہے اور مل گیا ہے،

11

یہ بھی معما سا ہی ہے---

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ

۱۴/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/۲۲/اکتوبر۲ ۱۹۷ء

ایک اور مکتوب گرامی

عزیزان گرامی قدر سلمہم رب القوی و القدیر

وعلیکم السلام و رحمتہ و برکاتہ--- بفضلہٖ و کرمہ تعالیٰ ہم سب رفقاء خیریت سے آپ حضرات کے لیے دعا کر رہے ہیں اور آپ کے خطوط کے انتظار کے بعد کل خط روانہ کر دیا تو بعد از نماز مغرب آپ کے کئی خطوط ملے---

آپ کے چار لفافوں میں کافی خطوط ہیں، فرداً فرداً جواب مشکل، مگر سلام نیاز عرض اور دعائیں کر دی ہیں--- ابو الفضل کا وہ پہلا خط ابھی تک نہیں ملا، بس ڈاک یوں ہی آتی ہے، ۹۲ کا خیال آیا تھا کہ یہاں کے لحاظ سے ترانوے بنتا ہے، مگر وہ بھی مانع نہیں ہے، کل شام کے تین لفافوں پر ۹۲ لکھا تھا اور پہنچ گئے---

حاجی محمد شریف، عبدالحق، خوشی محمد اچھے خادم ہیں، کھانا سب کا پکاتے ہیں اور میرے کپڑے وغیرہ صاف کرتے ہیں اور خدمات سرانجام دیتے ہیں، حافظ صاحب کو مصروفیات سے آزاد کیا ہوا ہے اور حاجی خورشید صاحب کے ذمہ برتنوں کا صاف کرنا ہے، وقت اچھا پاس ہو رہا ہے---

ہاں کل بھی لکھا ہے مکہ مکرمہ کے عبدالسبحان الکوفیہ اچھا کام چلا رہے ہیں، فقیر سے ہیں، جو صاحب حج کے خصوصی ایام میں میری ہدایت چاہیں، وہ

اپنی مرضی سے ان کو معلم بنا سکتے ہیں، مگر السامی برزنجی مدینہ منورہ کے معلم، اصل میں سعودیہ حکومت کے خصوصی ملازم ہیں، غیر ملکی صدر وغیرہ امراء کا استقبال کرنے والوں میں ہیں اور ترکستان کے معلم ہیں، پاکستانی تو ہم ہی پہلے ہیں، جو ان کے نام آئے ہیں--- ابھی تک ان کا دفتر بند ہے، کوئی ترجمان نہیں اور خود ہماری زبان سے ناواقف ہیں، مولانا فضل الرحمٰن بھی کوئی دل چسپی نہیں لے رہے، بلکہ ان کا ملنا مشکل ہوتا ہے، کوئی ناواقف حاجی ان کے نام آیا، تو سخت پریشان ہوسکتا ہے---

ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی کہ بفضلہٖ تعالیٰ پوری واقفیت ہے، ویسے ہمیں تو سامی صاحب ہماری رہائش گاہ پر بھی چار مرتبہ مل چکے ہیں اور کہتے ہیں بعد از رمضان دفتر کھلے گا اور ترجمان بھی رکھیں گے، بہر حال احتیاط ضروری ہے---

حافظ محمد فیض الرحمٰن صاحب سے کہیں ان کی درخواست کئی مرتبہ پیش کی ہے اور دعائیں بھی کر رہا ہوں--- کوفیہ کے ایجنٹ شاید ہی کچھ کر سکیں، بس یہ درخواست اور دعائیں بہترین وسیلہ ہیں، ان شاءاللہ تعالیٰ کامیابی کی امید ہے--- میرا خیال ہے کہ راشن لائیں تو گندم کی بجائے آٹا لائیں، یہاں گندم تقریباً چالیس ریال فی من ہے، جو ہمارے سوا سو روپے سے زائد ہے اور سنا ہے چھ ریال پسوائی ہے--- موسم اچھا ہے اور سمندر کی آب و ہوا سے بھی آٹا خراب نہیں ہوتا--- ہم دو من لائے ہیں، جو بالکل صحیح حالت میں استعمال ہو رہا ہے--- میرے خیال میں ان چار افراد کے لیے تین من کافی ہے، مگر تین بوریوں میں ہو، فی بوری من ہو تو آسانی ہوتی ہے اور من یا بیس سیر چاول لائیں، اگر استعمال کرتے ہیں تو--- زیادہ بوجھ خراب کرتا ہے--- مال گاڑی پر مولانا غلام نبی صاحب کے نام بلٹی کر دیں

اور تاکید لکھ دیں---سب خورد و کلاں سے سلام و دعا---

[محررہ ۱۵/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/۲۳/اکتوبر ۱۹۷۲ء، یوم الاحد]

درس و تدریس اور رمضان کی بہاریں

جہاز میں بھی باقاعدگی سے قرآن کریم اور مسائل حج کا درس جاری رہا، نعت خوانی کی محافل بھی ہوتی رہیں، مکہ مکرمہ میں دس روزہ قیام کے دوران میں بھی درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا---اور مدینہ طیبہ میں تو صبح درس قرآن کریم اور بعد ازاں درمیانی برآمدے میں گنبد خضراء کے سامنے درس بخاری شریف کی تدریس کا مستقل معمول رہا---آپ چوں کہ رمضان المبارک کے بالکل آغاز ہی میں مدینہ منورہ حاضر ہو گئے تھے، اس لیے اس ماہ یمن و سعادت کی مدنی بہاروں سے خوب لطف اندوز ہوتے رہے، نیز آخری عشرۂ رمضان المبارک میں اعتکاف بھی کیا، جیسا کہ مولانا ابوالضیاء اور مولانا ابوالفضل کے نام ایک خط رقم فرمایا:

الاخ الاعز و الولد ذوالعز سلمکما ربنا العزیز

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- للہ المنۃ کہ ہم مدینہ عالیہ میں مقیم ہیں---
رسالہ قشیریہ اور سراجیہ زیر تعلیم ہیں--- میرا اور حافظ (منظور حسین نوری)
صاحب کا ارادہ پختہ ہے کہ کل قبیل الغروب اعتکاف شروع کر دیں---
مولوی عبد الحق (گگو) اور محمد شریف[٦] (شرق پوری) میں سے ایک
ہمارے ساتھ رہا کریں گے---ان شاء اللہ تعالیٰ

کل بعد از عصر صدر صاحب، ابوالفضل اور محمد محبّ اللہ کے ملفوف ملے،
خبرِ خیریت سے سرور در سرور ہوا، اللہ تعالیٰ سب کو عافیت دارین اور علم و عمل

کی دولت سے نوازے--- شاید میرا وہ خط بھی ملا ہو جس میں طائف شریف کی زیارت کا ذکر تھا---

اللہ تبارک وتعالیٰ پاکستان کو سلامت رکھے اور خصوصی عزت وقار سے بحال فرمائے اور اسلامی ہی بنائے---[۷]

والسلام دعا گو ودعا جو

فقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ

۱۹؍شہر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

۲۵؍اکتوبر ۱۹۷۲ء، یوم الخمیس

اعتکاف کی تکمیل اور عید

اعتکاف سے فراغت کے بعد اپنے برادر عزیز کے نام ''عزیز القدر مولانا ابو البقاء محمد حبیب اللہ سلمہ ربہ تعالیٰ'' کے سرنامہ سے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''ہم سب بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ خیریت سے ہیں، کل عید مبارک ہوگئی ہے، پیر کے دن مدینہ منورہ میں چاند نظر نہیں آیا، نماز عشاء اور تراویح کے بعد اعلان ہوا، توپوں کے فائر ہوئے اور ہم سب معتکفین رخصت ہو کر مکانات پر آ گئے--- مدینہ کی عید کا کیا کہنا؟--- اللہ تعالیٰ تمہیں بھی نصیب فرمائے اور یہ زرّیں مناظر دکھائے---

سب سے درجہ بدرجہ سلام''---

والسلام عید مبارک

محررہ ۲؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ، یوم الثلاثاء، ۷؍نومبر ۱۹۷۲ء

11

درج بالا خط کے ساتھ ہی اسی ورق پر راقم الحروف اور بھائی جان کے نام گرامی نامہ تحریر فرمایا:

فرزند عزیز مولانا الحاج ابوالفضل ومحمد محبّ اللہ سلمہما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---

ہاں! میاں نور محمد صاحب، جو لاہور جامعہ نعیمیہ کے نائب صدر ہیں اور ''محمد حسین، ڈیزل انجن'' کارخانہ لاہور کے مالک ہیں، اعتکاف میں میرے ساتھ اکٹھے تھے اور کافی مانوس ہو گئے، وہ ہوائی جہاز سے واپس جا کر پھر وقت پر آئیں گے--- وہ چوں کہ خود مدرسہ والے بھی ہیں، لہٰذا دارالعلوم حنفیہ فریدیہ دیکھنے کا شوق ظاہر کرتے ہیں، امید کہ وہ جلدی ہی بصیر پور جائیں گے--- کہتے تھے کہ جاؤں گا اور آپ کے لڑکے کو ملوں گا--- پیر عمر ہیں، باریش اور بالکل سادہ لباس اور بظاہر خود بھی سادہ ہیں، وہ تشریف لائیں تو بڑے اخلاق و احترام سے ملیں اور خود سب دارالعلوم ملاحظہ کرائیں، وہ بڑے ذاکر اور نیک معلوم ہوتے ہیں اور بڑے پیارے ہیں، ہر سال حاضری دیتے ہیں''---

واپسی کا ارادہ اور مدینہ منورہ میں قیام کا اشارہ

عیدالفطر سے حج تک کافی عرصہ تھا اور نئے سال کے اسباق بھی شروع ہونے والے تھے، اس لیے دارالعلوم کی خدمات کے لیے واپسی کا خیال ہوا اور بعض حضرات نے مشورہ بھی دیا، چناں چہ استخارہ کیا، مگر استخارہ میں وضاحت نہ ہوئی--- سرکار کریم ﷺ

کی بارگاہ میں معاملہ پیش کر دیا، چناں مدینہ منورہ ہی میں قیام کی اجازت مل گئی---
اس سلسلے میں آپ نے لکھا:

''پرسوں مرزا محمد ایوب صاحب [۸] اور ایک صاحب کراچی کے ملے ہیں اور وثوق سے کہتے ہیں کہ آپ ہوائی جہاز کا واپسی ٹکٹ لے کر جا سکتے ہیں اور پھر وقت پر آ سکتے ہیں اور ٹکٹ کی خریداری میں عملاً پورا حصہ لینے کا وعدہ بھی کیا ہے---

قسمت سے یہ مبارک اوقات ملے ہیں، ہاں دل ڈرتا بھی ہے کہ دارالعلوم کی خدمات بھی ضروری ہیں اور استخارہ میں واضح اجازت بھی نہیں ہوئی تھی، لہٰذا بارگاہِ بے کس پناہ میں ہی عرض کر دیا ہے کہ جو صورت پسند ہے، وہ بن جائے--- کوئی بات نہیں دلیری سے کام کرتے رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ وقت پاس ہو جائے گا، یہاں حاضری پسندیدۂ بارگاہ ہے تو نعمت عظمیٰ ہے اور اب تو دن بدن بظاہر مشکلات پیدا ہو رہی ہیں، حاضری غنیمت ہے''---

(چناں چہ سرکار کریم ﷺ کی طرف سے حج تک مدینہ منورہ میں حاضر رہنے کا اذن مل گیا، تو خط پوسٹ کرنے سے پہلے حاشیہ لگا کر لکھا [محبّ])

''بحمدہٖ تعالیٰ اب یہی صورت ہے (کہ حج تک مدینہ منورہ میں حاضری رہے [محبّ])، ان شاء اللہ تعالیٰ، کَمَا اَشَارَ لِیْ ذُوْ سِرٍّ وَّ لَہٗ تَعَالَی الْحَمْدُ وَ الْمِنَّۃُ---

آئندہ سال ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بھی ہوائی جہاز کی تجویز ہوگی---
سب خورد وکلاں سے درجہ بدرجہ دعوات وتسلیمات---

ہاں اب حج اکبر کی امید بن رہی ہے---محبّ اللہ کو لکھا تھا کہ خوب تقریر کیا کرے، وہ خط ملا کہ نہیں؟--- بہرحال خوب تقریر کیا کرے، وَاللّٰہُ الْھَادِی الْحَافِظ وَ مِنْہُ الْاَیَادِیْ---اعتکاف میں خوب درس دیتا ہوں، وَلِلّٰہِ تَعَالٰی الْحَمْدُ وَ الْمِنَّۃ---

ہاں تمہاری رضائی یہاں مدینہ منورہ میں کسی کے پاس امانت رکھ دوں کہ (آئندہ سال کی حاضری میں تمہیں) ضرورت تو صرف مدینہ منورہ میں ہی ہوسکتی ہے--- حافظ رحمت علی (مدنی) کی کئی سال سے یہاں رکھی ہوئی ہے یا یہ بھی خیال آتا ہے کہ صدقہ کردوں، جو پسند ہو، لکھیں---

والسلام دعاگو

ابو الخیر النعیمی غفرلہ

۲؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ، یوم الثلاثاء/ ۷؍نومبر ۱۹۷۲ء

یہ خط لکھتے ہوئے ایک جگہ پانی کا دھبہ پڑ گیا تھا، اس پر حاشیہ لگایا:

''شوال کے پہلے روزے کی افطاری کا وقت لکھنے میں ہو گیا اور شرق پوری صاحب نے سکنجبین کا گلاس دیا اور ایک دو قطرے خط پر گر گئے اور یہ بعد از نماز مغرب وعشاء لکھ رہا ہوں''---

مدینہ طیبہ سے ایک اور گرامی نامہ

مدینہ طیبہ سے ایک اور نوازش نامہ میں تحریر فرمایا:

عزیزی المحب سلمہ ربہ الاحب الاقرب

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ ہم سب خیریت وعافیت سے ہیں، ہم بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے شہر محبت اور محبوب شہر میں آرام وسکون سے نہایت خوش وخرم ہیں اور تمہارے سب کے لیے دعائیں کر رہے ہیں--- چونکہ خطوط کافی آتے ہیں، لہٰذا فرداً فرداً لکھنا سخت دشوار ہے اور اصل مقصود سب کا دعا ہے، جو ہو جاتی ہے---

ہاں، محبّ! پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ تقریر خوب کیا کرو، کیا اب کرنے لگے ہو؟--- بعد از عید الفطر واپسی کی بظاہر صورت بن گئی تھی، مگر دل نہیں مانا اور بالکل خیال تک نہیں رہا---قسمت سے یہ سنہری گھڑیاں ملی ہیں، اللہ رب العالمین جل مجدہ تمہارا حافظ وناصر ومددگار ہے، اسی پر سچا توکل کرو، کافی ہے---خوب دل لگا کر محنت سے پڑھا کرو، اب نئے سال کے نئے اسباق شروع ہونے والے ہیں، نئے ولولہ سے خوب محنت کرو:

زمانِ خوش دلی دریاب دریاب
کہ دائم در صدف گوہر نہ باشد

اللہ تعالیٰ تمہیں کما حقہ کامیابی بخشے---تمہارے بڑے بھائی[۹] کا کیا حال ہے؟ اس کا غالبًا صرف ایک ہی مختصر سا خط آیا ہے، کیا تندرست ہے اور دار العلوم میں حاضری دیتا ہے؟--- اپنی والدہ کی خدمت کیا کرو، حکم مانا کرو--- سب خورد وکلاں سے سلام و دعا اور سب نمازیوں، حال پرسوں سے بھی سلام ودعا---والسلام

[محررہ لیلۃ الاربعاء، ثلاثۃ شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۸ر نومبر ۱۹۷۲ء]

11

مدینہ منورہ سے نوازش نامہ

من المدینۃ المنورۃ

الولد الاعزّ مولانا الحاج ابو الفضل فضّله ربه

علیٰ کثیر من عبادہ تفضیلا

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ آج عصر کے وقت ۱۸؍نومبر۱۹۷۲ء کا لکھا ہوا مناظرے والا [۱۰] لفافہ آیا، بڑی خوشی ہوئی، اللھم زد فزد آمین ثم آمین--- جو دوسرے احباب کے نام میرے خطوط ہوتے ہیں، وہ بھی پڑھ کر فوراً بھیج دیا کریں---

آج کل مدینہ منورہ میں سردی کی گرمی حاضری دے رہی ہے، اب کمرہ میں لکھ رہا ہوں، مگر پسینہ آرہا ہے--- بڑی میٹھی بہار ہے، موسم خوش گوار ہے، تمہارے لیے کافی دعا کرتا رہتا ہوں---

یہ آج رات لکھا، اب صبح درس اور حاضری سے فارغ ہو کر دوبارہ شروع کیا--- آج خواب میں دارالعلوم گیا اور کھانا تقسیم ہوا، مگر ابوالرفیع (چودھری محمد شفیع لانگری) غائب ہے اور طلب پر نہیں ملا اور یہ واضح ہوا کہ سستی کیا کرتا ہے--- بلکہ یوں بھی ظاہر ہوا کہ ابوالفضل اس پر مسامحت کرتے ہیں، جس کی قطعاً امید نہیں--- بہرحال تنبیہ تو ضروری سمجھتا ہوں---

ہاں ابھی تک تابش وغیرہ یہاں حاضر نہیں ہوئے، بلکہ رات یہ خبر ملی کہ سفینہ سولہ تاریخ کو روانہ ہو کر پچاس میل سفر کے بعد خراب ہو کر واپس ہو گیا اور چھبیس کو دوبارہ روانگی ہے--- یہ خبر ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہاں تک صحیح ہے--- باقی حافظ (محمد فیض الرحمٰن) صاحب کا ووچر (voucher) آئے

تو اطلاع دیں---

ہاں اب یہاں سنا ہے پاکستانی یک صد کے چونتیس (ریال) مل رہے ہیں بہر حال سابق سے زائد ضرور ملتے ہیں---سب سے سلام و دعا---

الفقیر مقیم المدینۃ السکینۃ

۲۲؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/۲۶؍نومبر ۱۹۷۲ء، لیلۃ الاثنین

مدینہ منورہ سے ایک اور والا نامہ

من المدینۃ المعطرۃ

ابو الخیر النعیمی غفرلہ

۵؍ ذی القعدۃ الحرام ۱۹۷۲ء، یوم الاحد

الولد الاعز ابو الفضل سلّمہ ربّ الکرم و الفضل

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ--- تازہ مرسلہ بغیر تاریخ، جس کے دوسرے ساتھی خطوط پر ۳۰؍نومبر ۱۹۷۲ء لکھی ہوئی ہے، کل ملا--- کوائف مندرجہ سے آگاہی باعث مسرت بنی---پرسوں مولانا صاحبزادہ محمد فیض الرحمٰن مع رفقاء تشریف لائے، جب کہ میں نماز جمعہ کے لیے دروازہ سے نکلا، تو ملے---یہ حسن اتفاق ہوا کہ کسی سے دریافت بھی نہ کرنا پڑا---

حاجی محمد امین [۱۱]، حافظ نذیر احمد [۱۲]، میاں روشن دین [۱۳]، غلام محمد [۱۴]، خدا بخش نوری [۱۵] وغیرہ تیس حجاج کرام تشریف لائے اور مدینہ منورہ براہ راست حاضر ہوئے، مگر حافظ محمد شفیق، مولوی سعید کمھاری والا وغیرہ کئی حضرات مکہ مکرمہ چلے گئے، سب خیریت سے ہیں---

حافظ صاحب بڑے آرام سے آئے ہیں اور جہاز میں بھی اچھی جگہ ملی ہے اور ہر طرح کامیاب آئے، تبلیغیوں کا مقابلہ خوب کیا، شیخ حافظ نذیر احمد صاحب کو امام مقرر کرالیا---

ابھی تک سردی بہت کم ہے، گزشتہ رات لَا حَـرٌّ وَ لَا قَـرٌّ[١٦] کا پورا نمونہ تھی---عزیزی محمد فیض المصطفیٰ کو ان کی اور میری طرف سے تاکید کریں کہ خوب محنت سے پڑھا کرے، جب پڑھ گیا تو ان شاءاللہ تعالیٰ حج کرائیں گے---حافظ صاحب کو باپردہ مگر سادہ سا مکان لے دیا ہے مگر پردہ مکمل ہے---

کیا حکومت پاکستان نے ایک روپے کا نوٹ بند کر دیا ہے؟---- یہاں یہ بات مشہور ہوگئی اور بدلی والے نہیں لیتے---میرے سارے ساتھی راضی خوش ہیں، سلام محبت کہتے ہیں---آج رات حاجی عبدالحق کے بھائی مکہ مکرمہ سے آئے ہیں، کچھ ان کا راشن گم ہو گیا ہے---

آج مستری دوست محمد[١٧]، نور حسن صاحبان مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے ہیں، جانا نہیں چاہتے تھے مگر ساتھیوں کی مجبوری سے گئے ہیں---مستری صاحب بڑی خوشی اور پابندی سے رہے ہیں، میں ان پر بہت زیادہ خوش ہوں--- سب خورد و کلاں اور طلبائے کرام اور نمازیوں، دوستوں، احوال پرسوں سے سلام محبت و شفقت کہیں---

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہمہ وقت یادِ محبوب اور یادِ دیارِ محبوب میں مگن رہتے، ان کی

زبان یا نوک قلم پر ذکر مدینہ آتا تو بے خود ہو جاتے --- وہ اپنے مکاتیب میں جابجا مدینہ منورہ کی بہاروں اور عظمتوں کا ذکر کرتے نظر آتے ہیں---

احقر کے نام ایک مکتوب ملاحظہ ہو:

الولد المحب احبه الله الاحب

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ ہم سب بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ خیریت سے عافیت خواہ اعزہ واحبہ ہیں--- مدینہ کا کیا کہنا: ع:

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ

اس سال اور زیادہ ہجوم ہے، رنگ رنگ کے لوگ مختلفہ مذاہب، مختلفہ عقائد، مختلفہ عادات، مختلفہ قد وقامت، عجیب انداز ہیں اور موسم بھی عجیب، کل رات اور دن اور آج رات اور صبح خوب سرد ہوائیں جوق در جوق زیارت کے لیے آئیں اور بادل بھی رہے، مگر اب خوب دھوپ اور ہوا بہت کم ہوگئی ہے--- بس یوں ہی بہاریں ہیں، سرد ہوائیں بھی بڑے مزے دیتی ہیں''---

[محررہ ۲۸؍ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۲ھ/ ۲؍جنوری ۱۹۷۳ء]

اعزہ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''ہم سب بڑے خوش وخرم ہیں، دن رات الطاف وکرم سے مشمول ہیں، کوئی پروانہیں''---

[محررہ ۱۱؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۱۵؍نومبر ۱۹۷۲ء، یوم الخمیس، بعد العصر]

''دل خوب لگا ہوا ہے، قسمت سے یہ چند سُب گھڑیاں (سعید ساعتیں) ملی ہیں، جو غنیمت ہیں''---

[محررہ ۱۸؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ]

مدینہ منورہ سے ایک اور مکتوب گرامی:

"............ان دنوں میں بہت ہی زیادہ ہجومِ حاضرین وحاضرات ہے، حرم شریف، منبر شریف اور اس سے شرقی وغربی محراب شریف اور کئی دیواریں تازہ رنگ وروغن ہوئی ہیں، سنا ہے یہ امیر مدینہ کے جذبات ہیں--- مواجہہ شریفہ، جالیوں سے اوپر خوش نما سبز تختے سے بنا دیے ہیں، اب کثرت ازدحام کے باعث مواجہہ شریفہ عالیہ کی حاضری نہایت متعذر و متعسر ہوگئی ہے، ہم نے اب صرف بعد العشاء اور بعد الدرس دووقت بنائے تھے، اب تو وہ بھی رہ گئے، بلکہ صرف سامنے ہی غربی طرف یا درمیانی حصہ سے حاضری ہورہی ہے---عورتوں کا کافی غلبہ ہوگیا ہے اور نمازیوں کے آگے، پیچھے تمام مسجد شریف میں پھیل جاتی ہیں، کانھن الجراد المنتشر [۱۸] ایرانی بہت زیادہ ہیں، پھر جہلاء نے اور بھی ظلم کیا ہے، کبوتروں کا دانہ ساری مسجد کے قالینوں پر پھیلا دیا ہے اور مسجد سابق میں تو اور زیادہ--- دلی کوفت ہوتی ہے، لوگ شور وغوغا بھی کرتے ہیں--- شرطی حضرات کافی پریشان ہوتے ہیں، مگر اس کے باوجود بھی بہار مدینہ وہی ہے اور وہی ولولے اور جذبات ہیں--- ع:

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

اسباق خوب ہورہے ہیں، حنفیہ فرید یہ مدینہ منورہ میں قائم ہے---

[بنام اعزہ محررہ ۲۶/ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۲ھ، یوم الاحد، ۳۱/دسمبر ۱۹۷۲ء]

مدینہ منورہ کا سہانا موسم

مدینہ منورہ کے موسم کے حوالے سے چند اقتباساتِ مکاتیب ملاحظہ ہوں:

''پیارے مدینہ منورہ کے پیارے موسم نیارے ہوتے ہیں، اب بڑا معتدل موسم ہے''---

[محررہ ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۲ء، یوم الجمعۃ المبارکۃ، بنام مولانا ابوالفضل]

''یہاں دارالشفاء اور دارالسلام ہے، موسم بڑا معتدل ہے، ابھی تک رات ایک چادر میں ہی سوتا ہوں، (رات کے) پہلے حصہ میں احرام والی روئی (لٹھا) کی چادر میں اور پچھلے حصہ میں گرم چادر، حالاں کہ بصیر پور ان دنوں رضائی استعمال کرتا ہوں---عید سے پہلے اچھی خاصی بارش ہوگئی اور عید کے بعد ہلکی پھلکی بارش مدینہ منورہ میں ہوئی''---

[بنام اعزہ، محررہ ۱۸ر شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ]

''اعتکاف میں موسم خاصا سرد ہوگیا تھا، بعد میں ذرا گرم، پھر سرد، پھر گرم ہوا، حتی کہ ۱۵ر منگھر کی رات تو کُرتا اور فتوحی (ململ کی بنیان نما قمیص) اتار کر بلا چادر اوڑھے تمام رات آرام سے گزری--- بوقت تہجد ہوا سلامی کے لیے حاضر ہوئی، تو دن سرد ہوگیا--- ۱۶ر کی رات تو گرم چادریں اوڑھیں اور پھر دن کو رضائی نکالی--- پھر سردی ذرا کم ہوگئی اور رات رضائی نہیں لی--- بہر حال، عجب بہار مدینہ ہے، کیا کہنا''---

[بنام مولانا ابوالفضل، ۵ر ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۲ھ/ ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۲ء]

''ابھی تک سردی بہت کم ہے، گزشتہ رات تو لَا حَــرٌّ وَ لَا قَــرٌّ کا پورا نمونہ تھی''---

[بنام مولانا ابوالفضل، ۵ر ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۲ھ/ ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۲ء]

''مدینہ عالیہ میں گاہے گاہے مگر بہت تھوڑی مدت کے لیے سرد ہوا اور سردی حاضری دیا کرتی ہے--- مگر بالکل مختصر--- اب دو راتیں کافی سرد تھیں، مگر آج رات کافی حد تک سردی رخصت ہو چکی تھی، حتی کہ مجھے بھی جرسی اور موزے اتارنے پڑے--- بہرحال مدینہ مبارکہ کے موسم بھی نیارے ہیں''---

[بنام اعزہ وطلباء، محررہ ۲۴ر ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۲ھ/ ۲۹ر دسمبر ۱۹۷۲ء]

''گرمی کی آتشِ شوقِ مدینہ ابھی کم نہیں ہوئی، البتہ آج صبح حرم شریف، پرانی مسجد اور نئی سعودیہ کی، مسجد کے اکثر حصص سے یوں بھینی بھینی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی کہ شاید سردی کی سلامی کی نوبت آ رہی ہے، مجھے تو گرمی بھی بڑی پیاری لگتی ہے، دھوپ کی کرنیں جب بدن سے ملتی ہیں، تو خوب لطف آتا ہے، چھتری کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی''---

[بنام مولانا ابوالضیاء ومولانا ابوالفضل، محررہ ۲۶ر شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ/ ۱۳ر ستمبر ۱۹۷۴ء]

مکتوب مدینہ

ایک اور مکتوب گرامی میں مدینہ منورہ کے موسم، حسن، اپنے رفقاء اور علاقہ کے دیگر حجاج کی خیریت کی خبر اور مدینہ منورہ سے رخصت کے ایام قریب آنے کا تذکرہ کرتے ہیں:

نور الابصار مولانا الحاج ابوالفضل سلمہ ربہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ

کل تمہارا ۱۲؍دسمبر ۱۹۷۲ء کا لکھا ہوا خط آیا، حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی اور دلی مسرت ہوئی --- ہم سب بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ صحت وسرور وحبور سے سرشار ہیں اور مدینہ مبارکہ کی بہاریں لوٹ رہے ہیں --- موسم بڑا ہی پیارا اور اعتدال پر ہے، صرف دو دن کے لیے سردی سلامی کے لیے حاضر ہوئی اور اب وہی پیارا موسم ہے --- سرد پانی سے وضو بڑا سرور بخشتا ہے کہ موسم تقریباً ماہ چیت جیسا ہے --- صاحبزادہ حافظ محمد فیض الرحمٰن صاحب اور ان کی ہم شیر صاحبہ بھی خیریت و عافیت سے سلام کہتے ہیں اور بڑے ہی مسرور اور خوش وخرم ہیں ---

حاجی خورشید احمد صاحب بالکل چست وچالاک اور خوب مدینہ کی بہاریں لوٹ رہے ہیں، البتہ ریش مبارک کو مہندی بڑی لگاتے ہیں --- پہلے حج میں بیماری کی وجہ سے حاضری اور زیارات کم ہوئی تھیں، ان کی بھی خوب قضائی دے رہے ہیں --- میاں روشن دین صاحب اور غلام محمد صاحب بھی بالکل تندرست اور چست و چالاک ہیں، البتہ میاں روشن دین صاحب خوب ناز و ادا سے رہتا ہے اور میں حکمت عملی سے دونوں کو باہم محبت سے رکھے ہوئے ہوں --- اب بھی میاں روشن دین میرے پاس بیٹھا ہوا خوب خوش ہو رہا ہے اور حاضری بھی میرے ساتھ زیادہ دیا کرتا ہے --- مدنی صاحب اور حافظ نذیر احمد نوری بہاول داسی ابھی تک آئے نہیں، البتہ ان دونوں کے متعلق خبریں آ رہی ہیں کہ جلدی آنے والے ہیں --- طلباء کرام کو بعد از سلام کہیں کہ سب کے لیے دعا کر رہا ہوں اور چودھری کی طرح میاں روشن دین صاحب کو بھی حلوے کی سزا لگائی ہے [۱۹]، واپسی پر وہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کھلائیں گے اور اگر طلباء کرام چاہیں تو پلاؤ کھلانے کو بھی

تیار ہیں، جس میں کٹے کی بجائے بکرے کا گوشت ہوگا--- میاں روشن دین صاحب یہ سن کر خوب خوش ہو رہا ہے اور ہنستے ہنستے لیٹنے لگا ہے اور خوشی کی بے خبری میں قبلہ شریف اور روضہ شریف کو پاؤں کر کے لیٹ گیا ہے، تنبیہ پر فوراً اٹھا مگر اس کی ہنسی نہیں رک رہی---

محمد فیض المصطفیٰ کو تاکید کریں کہ خوب پڑھا کرے تاکہ جلدی مدینہ شریف پہنچے---

باقی طلباء کرام کے بھی خطوط آرہے ہیں، سب سے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ دیں اور کہیں کہ تمہارا مطلوب صلوٰۃ وسلام عرض کرنا اور دعا ہے، یہ دونوں کام بفضلہٖ تعالیٰ کر دیتا ہوں، مگر تحریری جوابات کا وقت اور فرصت نہیں، بس اسی پر اکتفاء کریں--- چودھری حاجی محمد اسحاق صاحب نوری لاہوری کو اپنی طرف سے لکھ دیں کہ جلو دِ اضاحی کا خیال رکھیں اور مولوی احمد علی قصوری [۲۰] کو بھی لکھ دیں اور وقت پر سمجھدار طلبا بھیج دیں---

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ہماری سب کی حاضری---اب مدینہ شریف میں ہمارے کافی حاجی جمع ہو چکے ہیں اور دوسرے ملکوں کے بھی کافی ہیں، اب حرم شریف کے ہر دروازے پر شرطی انتظامات کے لیے متعین ہو چکے ہیں، بڑی گھما گھمی ہے، جو مزید مسرات کا باعث ہے---حضور محبوب اکرم ﷺ کے عشاق اپنی اپنی بولیوں میں اور مختلفہ اداؤں اور اندازوں سے اپنی اپنی نیازمندیاں پیش کر رہے ہیں، پروانوں کی رنگا رنگی پروازیں، کبوتروں کی اڑاریاں ماند کر رہی ہیں---ان ایام میں مدینہ عالیہ کا دلُربا حسن اور بھی زیادہ جوبن پر ہوتا ہے--- ع:

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

اور دوسرا مصرع کتنا پیارا ہے:

ضاعف اللّٰہ بہ کل زمان عطشی [۲۱]

اب اس خط کے پہنچنے کے بعد شاید وہاں کا لکھا ہوا خط ہمیں نہ مل سکے، بہر حال اندازہ لگالیں، اگر دسمبر ہی میں پہنچ جائے تو جنوری کی ایک دو تاریخ تک مختصر خیریت نامے مدینہ طیبہ بھیج سکتے ہیں، ورنہ مکہ مکرمہ کے پتہ پر لکھیں، بلکہ وہاں تو ضرور لکھیں--- یہ دن بڑی تیزی سے گزر رہے ہیں، اب صرف اٹھارہ یا انیس دن بمشکل باقی ہیں، پانچ ذوالحجہ کی صبح رخصت کا خیال ہے، رہا تمہارا کراچی آنا، تو اس کی ضرورت نہیں؟--- اگر اجر مطلوب ہے تو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ مدینہ طیبہ کی حاضری کا بھی تمہیں حاصل ہے، لہٰذا دارالعلوم کی خدمات میں ہی دلی جذبات سے مصروف رہیں، البتہ اگر وقت پر پتہ چل جائے تو اوکاڑہ یا ساہیوال یا پاک پتن شریف استقبال کی اجازت دی جاسکتی ہے--- سب خورد و کلاں اور سب نمازی حضرات سے سلام محبت کہیں--- والسلام

الفقیر ابو الخیر النعیمی غفرلہ مقیم المدینۃ المنورۃ

لیلۃ ۱۶/ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۲ھ/۲۰/دسمبر ۱۹۷۲ء

رویائے صادقہ

اسی سفر کے دوران خواب میں متعدد مرتبہ ایسے واقعات دیکھے جو بعد میں سچ ثابت ہوئے، چناں چہ آپ دارالعلوم سے متعلقہ امور کے بارے میں حضرت مولانا ابوالفضل صاحب کو لکھتے--- ایسے ہی ایک بار دارالعلوم کے لانگری چودھری محمد شفیع نوری

بعض حجاج کو کراچی چھوڑ نے بلا اجازت چلے گئے تھے (جس کی تفصیل حاشیہ نمبر ۱۶ میں ہے)، ادھر مدینہ منورہ میں حضرت سیدی فقیہ اعظم نے خواب دیکھا کہ مدرسہ سے غائب ہے--- چونکہ اس کے بلا اجازت کم و بیش ایک ہفتہ مدرسے سے غیر حاضر رہنے میں مدرسہ کا نقصان ہوا، اس لیے آپ نے اسے تنبیہ فرمائی--- چنانچہ حضرت مولانا ابوالفضل نائب مہتمم دارالعلوم کے نام تحریر فرمایا:

''مجھے اس رات (۲۲ رشوال، لیلۃ الاثنین) خواب آیا کہ دارالعلوم گیا ہوں، لنگر تقسیم ہو رہا ہے، مگر چودھری (شفیع لانگری) غیر حاضر ہے اور میری طلب پر نہیں آیا اور تمہیں اس کوتاہی پر نرمی کرتے ہوئے پایا''---

[محررہ ۲۹ رشول المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۳ رنومبر ۱۹۷۲ء]

کشف اور فراست ایمانی

حضرت فقیہ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے مومنانہ فراست سے نوازا تھا، مزید براں کشف اور رؤیائے صادقہ سے بھی مریدین و متعلقین کے احوال آپ پر منکشف ہو جاتے--- اس سفر میں اس کا بہت زیادہ اظہار ہوا، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ سے کسی بات کا استفسار کیا جاتا تھا مگر خط وہاں پہنچنے سے پہلے ہی آپ جواب دے چکے ہوتے، جیسا کہ تحدیث نعمت کے طور پر خود ہی تحریر فرماتے ہیں:

''عموماً یوں ہو رہا ہے کہ میں جواب لکھ دیتا ہوں اور اس کا سوال بعد میں آتا ہے--- طلباء کرام کے لیے قبل ازیں بھی لکھ چکا ہوں، یوں ہی چودھری کے متعلق اور کئی ایسے امور میں، یہ سب صدقہ ہے ہمارے آقا و مولا سراپا نور کا (ﷺ) کہ سب کچھ انھیں کا ہے، ما و شما کا تو نام ہی ہے، لہٰذا

میری کسی تنبیہ سے کسی کو ملال نہیں ہونا چاہیئے'' ---

[محررہ ۱۷؍ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۲ھ/۲۲؍دسمبر ۱۹۷۲ء،

یوم الجمعۃ المبارکہ، بعد الصلاۃ]

حقیقی عید، آقا ﷺ کی دید

یوں تو آپ نے یکم شوال کو عید مدینہ منورہ میں کی، لیکن ۱۲؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۱۷؍نومبر ۱۹۷۲ء، لیلۃ الجمعۃ المبارکۃ آپ کے لیے عید کے بعد حقیقی عید تھی، جب سرکار ابدقرار ﷺ نے آپ کو اپنے دیدار پرانوار سے نوازا اور خصوصی کرم فرمایا--- گویا زبان حال سے آپ عرض کر رہے تھے:

عید گاہِ ما غریباں کوئے تو

انبساطِ عید دیدن روئے تو

اس مبارک خواب کے بعض اشارات آپ نے مندرجہ تاریخ کے صفحہ پر ڈائری میں درج کیے--- حضرت مولانا محمد رمضان المحقق النوری کے نام مکتوب میں اسی خواب کی بعض جزئیات بیان کیں--- خواب کے ابتدائی حصہ میں کچھ اور لوگ بھی حاضر تھے، مگر بعد ازاں خلوت خاص میں خصوصی حضوری رہی--- سرکار کریم ﷺ نے آپ کے گھر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا--- آپ لکھتے ہیں:

مبارک باد صد مبارک

الاخ الاعز ابوالانعام المحقق النوری سلمہ ربہ الاعلیٰ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ آج رات ۱۲؍شوال المکرّم، لیلۃ الجمعۃ المبارکۃ، جب کہ صبح صادق ہونے میں

تقریباً پونے دو گھنٹے باقی تھے، سیدی حضور محبوب الکل ﷺ نے اپنے دیدار پرانوار سے اس اپنے ذرّہ ناچیز کو نوازا---ابتدائی کوائف میں آپ بھی مع اپنے عمامہ شریفہ اور اچھی ہیئت کے حاضر خدمت بابرکت باادب ہیں اور ساتھ ہی (چچازاد) برادر عزیزی مولوی عبدالقادر[۲۲] بھی اچھی ہیئت اور ادب سے حاضر ہیں---ارادہ بنا کہ تمہیں کہوں (اپنی ہمشیر، ام محبّ) نور خاتون کو بلاؤ، مگر خیال آیا کہ آپ جلال کو بھی بلائیں گے اور بچے (بھی ساتھ) آئیں گے، تو یہ جلالت شان کے شایاں نہیں، تو چپ رہا---

خلوتِ خاص

بعدازاں کیا کہوں، بڑے سے بڑا کرم ہوتا گیا، اس وقت آپ دونوں غائب تھے، میرے اور شہنشاہ کون و مکان ﷺ کے قریب ایک عورت حاضر ہوگئی، جو خیال ہے کہ وہ (نور خاتون) تھی اور گھر بھی گویا کہ اپنا ہے---
للّٰہ تعالٰی الحمد و المنۃ

اس گدائے بےنوا پر بڑا کرم ہوا اور آپ دونوں محمد رمضان، عبدالقادر بھی منعم ہوئے اور تماری ہمشیر بھی، تو شکر و حمد بجالائیں--- ان دونوں کو فرداً فرداً بشارت دیں اور کہیں کہ راز رہے اور ابوالفضل کو خلوت میں ہی پڑھادیں---

سب سے سلام ودعا اور یہ خط راز ہی رہے، کسی اور کو نہ دکھائیں---

والسلام

ابو الخیر النعیمی غفرلہ

یہ خط حضرت المحقق النوری کے وصال کے بعد ان کے خاص کاغذات سے دستیاب ہوا، جو ان کے پوتے مولانا طاہر نوری، مہتمم دارالعلوم قادریہ نعیمیہ حویلی لکھا نے عنایت کیا---

مولانا حاجی محمد اکبر[۲۳] کی حاضری کا حکم

یہ مبارک خواب خاصا طویل تھا، حضرت فقیہ اعظم نے بارگاہ سرکار ﷺ میں ملک عزیز پاکستان اور پاکستانیوں کی خصوصی سفارش کی اور پاکستانیوں کی آپ سے محبت وعقیدت کا تذکرہ کیا، بعض فقہی مسائل کے حوالے سے بھی معروضات پیش کیں--- اسی دوران سرکار ابد قرار ﷺ نے حکم فرمایا:

''اکبر نورالحق کو بھیجنا''---

عرض کی، وہ آجائیں گے؟---آپ ﷺ نے اثبات میں جواب ارشاد فرمایا--- حضرت فقیہ اعظم بیدار ہوئے تو ذہن میں یہ بات راسخ تھی کہ یہ وہی مولانا محمد اکبر ہیں جو فرید پور کے زمانہ قیام میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں زیر تعلیم رہے تھے---اب مسئلہ یہ تھا کہ سال ہا سال گزرنے کے بعد ان کا کوئی اتا پتا نہ تھا--- انھیں تلاش کرنے کی فکر ہوئی، چناں چہ مدینہ منورہ ہی سے آپ نے اپنے تلمیذ ارشد اور مولانا محمد اکبر کے رشتہ دار حضرت علامہ ابن الفیض خواجہ غلام حسین سدیدی رحمۃ اللہ علیہ[۲۴] (دیپال پور) کے نام خط تحریر فرمایا:

''مولوی محمد اکبر ولد مولوی نورالحق ولد مولانا غلام محمد جو آپ کے رشتہ دار اور دارالعلوم میں زیر تعلیم بھی رہے ہیں، آج کل کہاں ہیں؟--- کیا کرتے ہیں؟--- وہ خوش نصیب ہیں، مدینہ منورہ ان کی حاضری کی

خصوصی منظوری مجھے مل گئی ہے--- انھیں کہیں کہ تیاری شروع کر دیں اور
میری واپسی پر مجھے ملیں یا میں ان کو جا کر ملوں--- خواجہ صاحب! دیکھیں
کسی کا ستارۂ فیض یوں چمکتا ہے--- دیکھنے میں سیدھے سادے ہیں---
یہ راز ہے، کسی اور پر قطعاً ظاہر نہ کریں، امانت ہے--- فللّٰہ الحمد
و المنة والصلاۃ والسلام علیٰ من لایخفی علیه امته............"---

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرله

واپس آ کر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ان سے رابطہ کیا، پاسپورٹ بنوایا، ویزا اور ٹکٹ کا بندوبست کیا--- ویزا میں آپ کا نام اکبر نور الحق تحریر ہے، جیسے کہ سرکار کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا (واضح رہے کہ عرب میں نام اور ولدیت کے درمیان ابن لکھنے کا رواج نہیں)--- ان دنوں حجاز مقدس کے لیے صرف کراچی سے پروازیں جاتی تھیں، لہٰذا حضرت سیدی فقیہ اعظم نے اپنے مرید خاص چودھری محمد اسحاق نوری کو ان کی مشایعت کے لیے کراچی بھیجا اور خصوصی تاکید فرمائی کہ ان کا ادب ملحوظ رکھنا، ان کے کسی عمل پر کبیدہ خاطر نہ ہونا، انھیں نہایت عزت سے الوداع کہنا کہ انھیں خصوصی بلاوا آیا ہے اور یہ سرکار ابد قرار ﷺ کے مہمان خاص کی حیثیت سے جا رہے ہیں--- حاجی صاحب نے حسب الحکم انھیں روانہ کر کے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی، جس کا تذکرہ آپ نے اپنی ڈائری میں یوں کیا ہے:

"کراچی سے ۳۰ رمئی ۱۹۷۳ء کا لکھا ہوا حاجی محمد اسحاق صاحب نوری
کا خط آیا کہ آج ٹھیک پانچ بجے شام سعودی عرب ائر لائن کا بوئنگ طیارہ
حضرت قبلہ حاجی محمد اکبر صاحب کو لے کر مدینہ منورہ روانہ ہو گیا"---

ابوالخیر النعیمی غفرله

سعودی عرب میں ان کی میزبانی کے لیے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک اور

مرید خاص چودھری خوشی محمد نوری کی ڈیوٹی لگائی---اور یوں یہ سفر محبت مکمل ہوا---

اس واقعہ کا تذکرہ استاذ العلماء حضرت علامہ ابو الضیاء محمد باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''انوار حیات'' کے صفحہ ۲۱۴-۵ پر بھی کیا ہے اور ماہ نامہ نور الحبیب، شمارہ شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ/ اگست ۲۰۱۴ء میں بھی اس کا تذکرہ ہے---

مولانا محمد اکبر موصوف سادہ وضع قطع کے درویش منش انسان تھے--- وہ درود پاک کے عامل تھے، ان کے جد اعلیٰ حضرت مولانا ثابت علی رحمۃ اللہ علیہ علاقہ کے جید عالم دین تھے--- وَ کَانَ أَبُوْهُمَا صَالِحًا کا اثر تھا یا درود پاک کی کثرت یا کوئی اور ایسی ادا تھی جو کریم آقا رءوف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند آ گئی کہ انھیں اپنی بارگاہ میں بلانے کی سعادت اپنے خادم ''فقیہ اعظم''، کو عطا فرمائی---آپ نے اپنی ڈائری میں خواب کی بعض جزئیات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد تحریر فرمایا:

''یہ اشارات ہیں، و لا تسع التفصیل عبارات و لہ تعالٰی الحمد و المنة مرات و کرات سابقات و لاحقات''---

حج اور واپسی کا سفر

تین ماہ مدینہ منورہ میں حاضر رہنے کے بعد ۵ / ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۹۲ھ کو مکۃ المکرّمہ روانہ ہوئے، جیسا کہ مدینہ منورہ سے ایک گرامی نامہ میں رقم فرمایا:

''ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ۵ / ذی الحجۃ المبارکہ کو رخصت ہو رہے ہیں''---

[بنام راقم، محررہ ۲۸ / ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۲ھ/ ۲ / جنوری ۱۹۷۳ء]

۵ / ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے، مناسک حج سے فراغت کے بعد ۱۷ / ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ/ ۲۱ / جنوری ۱۹۷۳ء کو جدہ سے جہاز روانہ ہوا---

12

رودادِ سفرِ مقدس

اس سفر حج وزیارت کے حوالے سے انجمن حزب الرحمٰن کے پمفلٹ ''الفوائد'' سلسلہ تبلیغ نمبر ۱۰۳ (مطبوعہ صفر ۱۳۹۷ھ/ مارچ ۱۹۷۳ء، زیر نگرانی علامہ ابوالفضل محمد نصراللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ) میں استاذ العلماء مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری کے قلم سے حسب ذیل رپورٹ شائع ہوئی:

''حضرت فقیہ اعظم، مفتی و محدث عرب و عجم، حضرت مولانا الحاج ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب لازالت انوار فیوضاتھم العالیۃ اپنے روحانی وایمانی وطن یعنی حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے دیس کے مقدس شہر مکہ مکرمہ میں دس دن قیام کے بعد دو رمضان شریف کو رب العٰلمین و رحمۃ العٰلمین کے محبوب ترین شہر مدینہ منورہ حاضر ہو کر آپ کی رحمت وشفقت کے حصول اور گنبد خضراء کے سامنے درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا اور متعدد علماء کرام آپ سے رسالہ قشیریہ، سراجی اور صحیح بخاری پڑھتے رہے اور کافی تعداد میں استفتاء بھی آتے رہے اور آپ ان کے جوابات سے عوام اور خواص کو نوازتے رہے---

یہ ایک عجیب ہی پرلطف اور پرسرور سماں تھا کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے انوار وفیوضات کے جام بھر بھر کر تشنگانِ عشق ومحبت کی پیاس بجھاتے رہے، گویا کہ سرکار نے اپنے غلاموں اور مہمانوں کے لیے آپ کو ساقی مقرر فرما دیا--- تین ماہ سے زائد مدتِ مدیدہ تک نورِ منیر کے انوار وتجلیات اور فیوض وبرکات سے مستنیر و مستفیض ہوتے رہے---

پھر ۶؍ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے، بعداز ادائیگیٔ حج مبارک جدہ سے بذریعہ بحری جہاز ۲۸؍جنوری ۱۹۷۳ء کو کراچی پہنچے، وہاں نوریوں کے بہت بڑے ہجوم نے نعروں سے آپ کا استقبال کیا---ایک دن کراچی میں مریدین اور معتقدین کے پاس قیام فرما کر ۲۹؍جنوری ۱۹۷۳ء کو بذریعہ تیز رو ۳۰؍جنوری ۱۹۷۳ء کو چھ بجے اوکاڑا تشریف لائے--- وہاں اسٹیشن پر دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کرام اور مریدین و معتقدین نے جو کثیر تعداد میں تھے، پر جوش استقبال کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے اور نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ فقیہ اعظم کے فلک شگاف نعروں سے اسٹیشن گونج اٹھا--- پلیٹ فارم پر آپ نے صبح کی جماعت کرائی اور تمام خدام نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی، پھر بذریعہ کار اور دوسرے تمام حضرات دو بسوں کے ذریعے تقریباً آٹھ بجے منڈی بصیر پور پہنچے، یہاں سیکڑوں معتقدین کا بے پناہ ہجوم ہو گیا اور پر جوش نعروں سے در و دیوار گونج اٹھے--- چنانچہ دارالعلوم پہنچ کر کار سے اتر کر نوافل پڑھنے سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے اور زائرین، زیارت کے لیے اللہ کے نور پر پروانوں کی طرح جمع ہو گئے--- یہ بھی عجیب پر لطف سماں تھا، جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا---نوافل سے فارغ ہو کر خدام و معتقدین کے جھرمٹ میں اپنے والد ماجد خواجہ ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی--- رات کو آپ کی آمد کی خوشی میں جلسہ منعقد ہوا، جس میں تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد شاعروں نے اپنے اشعار میں عقیدت کا اظہار کیا اور واعظ خوش بیاں مولانا الحاج غلام حسین نوری، خطیب ساہیوال اور خطیب پاکستان مولانا علی محمد نوری صاحب اور قطب وقت، واقف رموز حقیقت، فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے مخصوص انداز سے

لوگوں کو مسرور کیا اور قیام وسلام ودعا پر جلسہ کا اختتام بخیر وخوبی ہوا---

و الحمد للّٰہ و المنۃ و الصلاۃ و السلام علٰی سید الامۃ---

اس موقع پر علامہ ابو الفیض علی محمد نوری، بانی و مہتمم جامعہ نوریہ فیض العلوم (وہاڑی) نے اپنے مخصوص انداز اور پرسوز آواز میں جو کلام پیش کیا، اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مدینے جانا بھی ہو مبارک، فقیہ اعظم، فقیہ اعظم
تمہارا آنا بھی ہو مبارک، فقیہ اعظم، فقیہ اعظم
طواف کعبہ وسعیٔ مروہ، حجر کے بوسے نبی کے صدقے
وہ شرب زم زم بھی ہو مبارک، فقیہ اعظم، فقیہ اعظم
یہ تین ماہہ قیامِ طیبہ، دلیل قرب محمدی ہے
یہ شان عالی بھی ہو مبارک، فقیہ اعظم، فقیہ اعظم
نبی کی مسجد میں ﷲ ﷲ صحیح بخاری کا درس دینا
یہ شان وشوکت بھی ہو مبارک، فقیہ اعظم، فقیہ اعظم

اس سفر مقدس میں آپ نے تین ماہ سے زائد عرصہ مدینہ منورہ میں گزارا، جب کہ تقریباً ۲۲ دن سفر میں اور بقیہ تقریباً ۲۷ دن مکہ مکرمہ، جدہ، طائف، منٰی، عرفات، مزدلفہ میں گزارے--- الغرض تقریباً پونے پانچ ماہ کے بعد ۳۰ رجنوری ۱۹۷۳/ ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کو بصیر پور واپسی ہوئی‘‘---

اس سفر حج میں حضرت فقیہ اعظم کے بعض مکاتیب کے اقتباسات اسی کتاب میں ’’زیارات مدینہ‘‘ اور دیگر عنوانات میں شامل ہیں---

28

حواشی

① موصوف پاکستان میں سلسلہ اشرفیہ کی عظیم روحانی شخصیت، قطب ربانی ابومخدوم شاہ محمد طاہر اشرف جیلانی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے اور آپ کی درگاہ کے پہلے سجادہ نشین تھے---
۵؍جون ۱۹۳۱ء/ ۱۷؍محرم الحرام ۱۳۵۰ھ، جمعہ کو دہلی میں پیدا ہوئے، حفظ قرآن اور درس نظامی کی تعلیم مدرسہ عالیہ فتح پوری سے حاصل کی--- والد گرامی کی زیر تربیت روحانی منازل طے کیں--- ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے کراچی آ گئے--- سترہ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری دی، کئی کتب ورسائل کے مصنف تھے---

موصوف اسلاف کی یادگار اور تقویٰ وطہارت میں اعلیٰ معیار کے حامل تھے---
روحانیت وتصوف میں ان کا ایک خاص مقام تھا، وہ ماہر عامل اور حاذق طبیب تھے، انھیں عملیات میں بڑی مہارت تھی--- حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ سے بہت تعلق خاطر تھا، اسی نسبت سے احقر کو اپنی شفقتوں اور دعاؤں سے نوازتے---
وہ پاک پتن شریف حاضر ہوتے تو بصیر پور شریف بھی تشریف لاتے---

۱۴؍ذیقعد ۱۴۲۶ھ/ ۱۷؍دسمبر ۲۰۰۵ء کو ۷۴ سال کی عمر میں وصال ہوا، فردوس کالونی کراچی میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں تدفین ہوئی---
بڑے صاحبزادے ڈاکٹر ابوالمکرّم سید محمد اشرف جیلانی ان کے جانشین ہیں---

② راقم سے بڑی جب کہ دیگر بہن بھائیوں سے چھوٹی ہم شیر، بہت صالحہ، عابدہ اور

ذہین و فطین تھیں--- صرف ونحو اور ترجمہ وتفسیر اپنے بھائی مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری سے، جب کہ کریما اور پند نامہ کے اسباق مجھ سے پڑھے، تب میں فارسی پڑھ رہا تھا اور پڑھا ہوا سبق انھیں پڑھا دیتا تھا--- تقریباً چھ ماہ کی علالت کے بعد مورخہ ۲۴؍ جمادی الآخرہ ۱۳۹۵ھ/ ۵؍ جولائی ۱۹۷۵ء کو چار بجے سہ پہر وفات پا گئیں--- سلطان نگر (بصیر پور) کے قبرستان میں نانا جان مولانا محمد سلطان اور نانی جان کے قدموں میں ان کی تدفین ہوئی---

③ حضرت فقیہ اعظم کے عقیدت مند اور قلعہ بصیر پور میں رہائش پذیر تھے، قانون گو تھے، سر پر سفید دستار رکھتے---

④ راج گیری کا کام کرتے تھے، لکڑی کے کام کے بھی ماہر تھے، ڈیزل انجن کی مرمت کا کام بھی جانتے تھے--- بہت صالح، مخلص اور حضرت فقیہ اعظم کے مرید و عقیدت مند تھے--- بصیر پور کے شہیداں والے قبرستان کے قریب رہائش پذیر تھے، ان کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد دین نوری بھی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل اور بہت ماہر مستری ہیں---

⑤ مولانا حافظ منظور حسین نوری بن حافظ محمد حسین نوری نے میٹرک کے بعد دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۵ء میں سند فراغت حاصل کی--- فاضل فارسی کے بعد پنجاب یونی ورسٹی سے ایم اے فارسی کیا، سکول ٹیچنگ سے ملازمت کا آغاز کیا اور گورنمنٹ ڈگری کالج دیپال پور کے پرنسپل کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے--- وہ جید عالم دین، ادیب، خطیب، شاعر، مصنف اور حافظ بصیر پوری کے لقب سے مشہور ہیں، بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں، معدودے چند نعتیں بھی کہی ہیں--- بصیر پور میں منظور اسلامک اکیڈمی کے نام سے ادارہ چلا رہے ہیں، حضرت فقیہ اعظم کے مرید اور تلمیذ رشید ہیں---

⑥ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل اور حضرت فقیہ اعظم کے مرید ہیں---فراغت کے بعد کچھ عرصہ علامہ محمد شریف نوری قصوری کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہ نامہ ''الحبیب'' میں معاون رہے، پھر کئی سال تک جامعہ نوریہ فیض العلوم، وہاڑی میں درس نظامی کے مدرس رہے، کچھ عرصہ آرمی میں بطور امام نائب صوبیدار بھی رہے--- آج کل مدینہ منورہ میں ہیں، بہت ذی استعداد ہیں---

⑦ اس خط کے بعض اقتباسات ''طلباء سے محبت'' اور ''زیارات مدینہ'' کی سرخیوں میں درج ہیں، وہاں ملاحظہ کریں---

⑧ مرزا صاحب کے آباء و اجداد کا تعلق مغلیہ خاندان سے تھا، سنی کانفرنس بنارس (اپریل ۱۹۴۶ء) کی انتظامیہ میں ان کے والد گرامی بھی شامل تھے--- قیام پاکستان کے موقع پر کراچی مقیم ہو گئے---ایک عرصہ تک جدہ میں پاکستانی سفارت خانہ سے وابستہ رہنے کے بعد عین العزیزیہ میں ایک پرائیویٹ کمپنی کے مینجر رہے--- بہت خلیق اور ملن سار تھے، مارچ ۲۰۱۲ء کو کراچی میں وفات پائی--- ان کے صاحبزادہ عبدالمقصود مدنی صحافت کے شعبہ سے وابستہ ہیں اور جدہ میں مقیم ہیں---

⑨ مولانا ابوالعطاء محمد ظہور اللہ نوری (حالات حج سنہ ۱۹۶۰ء کے حواشی میں درج ہیں)

⑩ مسئلہ تراویح پر علامہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور اہل حدیث عالم مولوی محمد یوسف (راجووال) سے مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۷۲ء/شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ، موضع بونگی طاہر (تحصیل دیپال پور) میں مناظرہ ہوا تھا، جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح عطا فرمائی---اس مناظرہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''سترہ تقریریں'' شائع کردہ فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور ضلع اوکاڑا

⑪ بصیر پور کے چھچھر خاندان سے تعلق تھا، قلعہ والی مسجد مہاجرین کے قریب رہائش تھی، بعد ازاں باب فقیہ اعظم، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے متصل مکان بنا لیا---

حضرت فقیہ اعظم کی ترغیب پر حج وعمرہ کا شوق پیدا ہوا---

⑫ شیخ حافظ نذیر احمد، غلہ منڈی بصیر پور کے آڑھتی تھے، روہیلہ روڈ پران کی رائس فیکٹری تھی، حفظ القرآن دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے کیا تھا--- بہت نیک سیرت انسان تھے، سید محمد اسماعیل شاہ صاحب، کرمانوالا شریف سے بیعت اور حضرت فقیہ اعظم کے عقیدت مند تھے--- بلدیہ بصیر پور کے کونسلر بھی رہے---

⑬ حضرت فقیہ اعظم کے مرید تھے، بھومن شاہ (اوکاڑا) میں زمیندارہ کرتے تھے، مولانا محمد شعبان نوری فاضل دارالعلوم وریٹائرڈ ٹیچر ان کے صاحبزادہ ہیں---

⑭ حضرت فقیہ اعظم کے مرید تھے، چک نمبر 9/4.L اوکاڑا کے رہائشی تھے---

⑮ حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے مرید خاص اور بہت دھیمے مزاج کے نفاست پسند، مخلص انسان تھے--- ایک بار اپنے وارڈ (پرانا ڈاک خانہ اور دربار بابا حامد سچیار) سے بھاری اکثریت کے ساتھ کونسلر بھی منتخب ہوئے--- کاروباری حلقوں میں ''نوری صاحب'' کے نام سے پہچانے جاتے تھے--- عرس حضرت فقیہ اعظم کے موقع پر لنگر کی نگرانی کرتے اور پوری ذمہ داری سے ڈیوٹی نبھاتے---

⑯ تلمیح ہے، ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے ان الفاظ سے:

كَلَيْلِ تِهَامَةَ ، لَا حَرٌّ وَ لَا قَرٌّ ، وَ لَا مَخَافَةَ وَ لَا سَآمَةَ---

[صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب حسن المعاشرۃ مع الاھل، حدیث ۵۱۸۹]

''(سرزمین حجاز میں واقع) وادی تہامہ کی رات کی مانند، نہ گرم نہ بہت ٹھنڈی، (بلکہ معتدل) نہ ڈر اور نہ غم''---

⑰ مستری دوست محمد نوری بہت صالح انسان تھے، اٹاری سے نقل مکانی کر کے محلّہ درس بصیر پور میں مقیم ہوئے--- تعمیر مساجد کی خاص مہارت تھی، ان کے بیٹے مستری محمد امین بھی بہت اچھے کاری گر تھے، دارالعلوم اور دربار فقیہ اعظم کی تعمیر میں

انھوں نے کافی کام کیا ہے---

⑱ سورۃ القمر، آیت ۷

''گویا وہ پراگندہ ٹڈیاں ہیں''---

⑲ حضرت کے مرید میاں روشن دین حج کے لیے اپنے گاؤں بھومن شاہ سے روانہ ہوکر بصیر پور پہنچے، انھیں الوداع کہنے ان کے بیٹے مولانا محمد شعبان نوری بھی ساتھ تھے--- یہاں سے کراچی روانہ ہوئے تو دارالعلوم کے لانگری چودھری محمد شفیع نوری بھی مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری سے اوکاڑا تک جانے کی رخصت لے کر ان کے ساتھ گئے--- اوکاڑا پہنچ کر میاں روشن دین کی خواہش اور کراچی کی سیر کے شوق میں چودھری صاحب (بلا اجازت) کراچی چلے گئے اور جہاز کی روانگی کے بعد سیر و سیاحت کر کے واپس ہوئے--- ادھر خواب میں حضرت فقیہ اعظم کو پتہ چلا کہ چودھری غیر حاضر ہے--- میاں روشن دین وغیرہ حجاج سے تفصیلات معلوم ہوئیں تو آپ نے میاں روشن دین اور چودھری کو تنبیہ فرمائی --- چونکہ یہ مرید بھی تھے، اس لیے ان کی تربیت کے لیے انھیں طلبہ کو حلوہ کھلانے اور نفلی روزوں کا حکم دیا--- میاں روشن دین کی سزا کا ذکر اس خط میں ہے، جب کہ چودھری کے بارے حضرت مولانا ابوالفضل کے نام تحریر فرمایا:

''(چودھری کی غیر حاضری کے بارے خواب کی) تعبیر یہی معلوم ہوتی ہے اور یقین ہے کہ چودھری بہانہ بنا کر کراچی ضرور چلا گیا ہوگا--- اگر واقعی بہانہ بنا کر بلا اجازت چلا گیا ہے تو لحاظ ہرگز نہ کریں، کسی پر موقوف نہیں، چودھری کے مرنے پر جو انتظام ہوسکتا ہے وہ اب بھی ہوسکتا ہے--- ایسا لحاظ سخت مضر ہے، جس کی قطعاً اجازت نہیں--- اب مجھے اس پر سخت ناراض ہونا چاہیے مگر ضبط سے کام لے رہا ہوں کہ اس کا نقصان نہ ہوجائے، لہٰذا اس کو سزا ضرور دیتا ہوں--- اگر دارالعلوم سے متعلق رہنا پسند کرتا ہے تو دارالعلوم کے

تمام بیرونی طلبائے کرام کو چینی اور روا (سوجی) کی دعوت بصورت حلوا کھلائے،
جیسا حلوا دارالعلوم کھلایا کرتا ہے، البتہ اتنی رعایت کرتا ہوں کہ روٹی دارالعلوم کی ہو جائے---
اگر یہ سزا فوراً برداشت نہ کرے، یعنی نہ کھلائے تو رخصت دے دیں--- فقط

روشن دین اور غلام محمد کے ساتھ جب محمد شعبان نوری جیسا تعلیم یافتہ اور خیر خواہ تھا، تو اس کے بوجھ بلاوجہ کی کیا ضرورت؟--- بہرحال ہر کام احتیاط سے ہو، ایسے امور میں چشم پوشی سخت معیوب ہے''---

[مکتوب محررہ ۲۸ر شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/
۳ر دسمبر ۱۹۷۲ء، یوم الاحد]

ایک اور خط میں لکھا:

''روشن دین کو بھی مناسب سزا لگا دی ہے اور محمد شعبان کو یہ سزا ہے کہ پورے پندرہ روزے رکھے اور چودھری کی سزا لکھ چکا ہوں، مگر اس کی تازہ غلطی کی رپورٹ ملی کہ جہاز چلا کر کراچی ٹھہر گیا--- میرا خیال ہے کہ اگر میرے اس خط پہنچنے سے قبل حلوا نہیں کھلا چکا، جیسا کہ قبل ازیں لکھ چکا ہوں، تو اسے میری واپسی تک الگ کر دیں---

الا ان یعطی المواثیق و ضمانة ابیه فالٰی اتیانی استعملوه---
اور اگر حلوا کھلا چکا ہے تو پندرہ روزوں کی اور سزا دیتا ہوں''---

[مکتوب محررہ ۵ر ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۲ھ/ ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۲ء]

⑳ علامہ احمد علی قصوری بن میاں محمد علی قصور میں پیدا ہوئے، ارائیں (سلیمی) خاندان سے تعلق ہے--- ان کے چچا صوفی رحمت علی نوری حضرت فقیہ اعظم کے مرید اور فرنیچر کے بہترین کاری گر تھے، وہ انھیں حضرت کی خدمت میں لائے اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخلہ دلوایا--- ۱۹۶۲ء تک بصیر پور میں رہے، بعد میں لاہور آئے

اور وہیں مقیم ہو گئے--- لاہور میں مزید دینی تعلیم کے علاوہ کاروبار شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا--- پنجاب یونی ورسٹی سے ایم اے اسلامیات کیا، اس زمانہ میں ''انجمن طلباء اسلام'' کی سر پرستی کی اور یونی ورسٹی میں اسے نمایاں اہمیت دلائی--- جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ تھے، پہلے علامہ عبدالغفور ہزاروی اور علامہ عبدالنبی کوکب کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے، پھر جمعیت کی نشأۃ ثانیہ کے بعد قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی صدارت میں جمعیت علماء پاکستان لاہور کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور جمعیت کو لاہور میں فعال کیا--- ان دنوں علامہ قصوری کی کوشش سے متعدد لائرز، تاجر حضرات، ڈاکٹرز اور دیگر شعبہ حیات سے متعلق افراد کی ایک کثیر تعداد جمعیت کے سرگرم کارکنوں میں شامل تھی--- علامہ قصوری نے بنگلہ دیش نامنظور تحریک میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں ملک بھر میں بڑے بڑے جلسوں سے خطابات کیے--- بھٹو دور میں کئی بار جیل گئے--- ۱۹۷۷ء کے انتخابات اور پھر تحریک نظام مصطفیٰ میں جلسوں اور جلوسوں کی قیادت کر کے انتہائی بھرپور کردار ادا کیا--- بعد ازاں علامہ قصوری کو ''حق گوئی'' کے جرم میں جمعیت سے علیحدہ کر دیا گیا--- موقع پرست لوگوں کو ترجیح دیے جانے پر کارکنوں میں بددلی پھیلی اور رفتہ رفتہ جمعیت کی مقبولیت برائے نام رہ گئی--- علامہ قصوری قرآن بورڈ پنجاب کے چیئرمین رہے، علماء بورڈ، امن کمیٹی پنجاب اور دیگر متعدد سرکاری و غیر سرکاری کمیٹیوں کے اہم رکن رہے، آج کل مرکز اہل سنت پاکستان کے صدر ہیں--- دوستوں کے دوست، بہت زندہ دل اور مخلص انسان ہیں--- خوش لباس، خوش خوراک، خوش وضع، خوش اطوار، انتہائی نفیس اور خوش مزاج ہیں--- تحریک ناموس رسالت میں ہمیشہ فعال کردار ادا کیا، اس سلسلے میں آپ پر متعدد سنگین مقدمات بنائے گئے مگر ہر بار سرخ رو نکلے--- افسوس کہ اہل سنت اس روشن دماغ مفکر

اور اعلیٰ صلاحیتوں کے رہنما سے استفادہ نہ کر سکے--- اہل سنت کی مرکزیت اور ملک وقوم کی ترقی کے لیے جو فارمولا ان کے ذہن میں ہے، جس کے کچھ اشارے ان کے مرتبہ مرکز اہل سنت کے دستور میں ملتے ہیں، ان پر اخلاص سے عمل کی کوئی صورت بن سکے تو انقلاب کی راہ آسان ہو--- اللہ تعالیٰ علامہ قصوری کو صحت وعافیت سے بیش از پیش خدمات دینیہ ملیہ کی توفیق مرحمت فرمائے---

(۲۱) یہ مصرعے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نعت کے ہیں:

لِیْ حَبِیْبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قَرشِی
کہ بود درد و غمش مایۂ شادی و خوشی
گرچہ صد مرحلہ دور است زِ پیشِ نظرم
وجهُهُ فی نظری کل غداة و عشی
صفت بادۂ عشقش زمنِ مست مپرس
ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی
مصلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات
ضاعف اللّٰه به کل زمان عطشی
جامی ارباب وفا جز رہِ عشقش نروند
سر مبادت گر ازیں راہ قدم باز کشی

[کلیات جامی، مطبع نول کشور لاہور، صفحہ ا-۳۹۰]

(۲۲) مولانا محمد صادق کے منجھلے صاحبزادے اور مولانا عبدالعزیز نوری مہتمم صاحب کے چھوٹے بھائی، ۹ راگست ۱۹۸۰ء/ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ کو ایکسیڈنٹ کی وجہ سے شہادت نصیب ہوئی---

(۲۳) عاشق رسول مولانا صوفی محمد اکبر صاحب نے درس نظامی کی ابتدائی تعلیم

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کی، تب دارالعلوم فرید پور جاگیر میں تھا---

وہ درویش طبع، نمود و نمائش سے مبرا اور عجز و انکسار کا مرقع تھے، حصول رزق حلال کے لیے تجارت کرتے اور اپنے گاؤں چک نمبر 74-A/5.L (ساہیوال) میں گھر کے سامنے مسجد میں امامت کرواتے--- موصوف ۱۵؍شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ/ ۱۴؍جون ۲۰۱۴ء، بروز ہفتہ، تقریباً نوے سال کی عمر میں وصال فرما گئے--- اپنی مسجد سے ملحقہ صحن میں مدفون ہوئے--- وہ جب بھی ملتے، جنازہ پڑھانے کی تاکید کرتے، ۱۵؍جون کو میری مدینہ منورہ روانگی تھی، مصروفیات کے باوجود ۱۴؍ جون کی شام ساڑھے آٹھ بجے نماز جنازہ پڑھا کر مرحوم کی وصیت پر عمل کیا---

(۴۴) آپ کی ولادت تحصیل دیپال پور کے ایک گاؤں کری والا جاگیر میں ۱۹۲۴ء میں ہوئی، آپ کے والد گرامی خواجہ حافظ عبدالخالق اور جد امجد حافظ خواجہ فیض بخش، خلیفہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی (رحمۃ اللہ علیہم) اپنے علاقہ کی نامور روحانی شخصیات تھیں--- ۱۹۳۸ء میں مڈل پاس کیا، پھر دینی تعلیم کے لیے حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخلہ لیا، تب یہ ادارہ فرید پور میں تھا--- ۱۹۴۵ء میں ادارہ بصیر پور منتقل ہوا تو اس کے ابتدائی تعمیری مراحل میں خدمت انجام دی--- آپ کا شمار حضرت سیدی فقیہ اعظم کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے---

۱۹۴۶ء میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد آبائی گاؤں کری والا میں مدرسہ سلیمانیہ فیضیہ کی بنیاد رکھی، بعد ازاں مدرسہ حنفیہ کوٹ رادھا کشن، جامعہ فریدیہ ساہیوال اور جامعہ اشرف المدارس اوکاڑا میں تدریسی فرائض انجام دیے--- گاہے گاہے حسب ضرورت اپنی مادر علمی دارالعلوم بصیر پور میں بھی ہدایہ، جلالین، سنن ابوداؤد وغیرہ اسباق پڑھاتے رہے---

۱۹۵۸ء میں دیپال پور کی جامع مسجد گیلانیہ کے خطیب مقرر ہوئے، پھر تادم زیست

(۳۸ سال) یہاں خدمات انجام دیتے رہے، مزید براں آپ نے خلیل آباد کالونی دیپال پور میں مدرسہ سلیمانیہ غوثیہ قائم کیا---

موصوف شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے، تقویٰ وطہارت، سادگی و بے نفسی اور فقر و درویشی میں اسلاف کے نمائندے تھے--- وہ عالم باعمل، شب زندہ دار، بلند پایہ مدرس، معتدل مزاج خطیب، خلوص ومروّت اور مہر ومودّت کا پیکر اور ہر دل عزیز شخصیت تھے---اپنے اساتذہ اور مشائخ (پیرانِ تونسہ شریف) کا بے حد احترام کرتے--- ہفتہ عشرہ میں کم از کم ایک بار بصیر پور حاضر ہوتے---حضرت فقیہ اعظم کے وصال کے بعد اسی نسبت سے راقم کے ساتھ بھی انتہائی شفقت بلکہ ادب واحترام سے پیش آتے اور ہر دکھ سکھ میں شریک ہوتے---

۱۹/ربیع الاوّل ۱۴۱۶ھ/ ۱۷/اگست ۱۹۹۵ء، جمعرات کی شام کو مختصر علالت کے بعد راہیٔ ملک بقا ہو گئے---خواجہ صاحب کے بڑے صاحبزادے مولانا خواجہ حافظ محمد فیض الرسول دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل، جید عالم دین ہیں، لاہور میں مقیم ہیں، جب کہ چھوٹے صاحبزادے حافظ خواجہ عبد الخالق دیپال پور میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں---

۱۳۹۴ھ کا سفرِ حجاز

۱۶ رشعبان المعظم ۱۳۹۴ھ / ۴ رستمبر ۱۹۷۴ء، بروز بدھ، سوا چھ بجے صبح والی ٹرین پر سوار ہو کر براستہ لاہور، کراچی پہنچے اور وہاں سے ۹ رستمبر، بروز پیر حاضری مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے --- جیسا کہ اپنی ڈائری میں تحریر فرمایا:

''بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ آج رات مدینہ منورہ میں سعودیہ طیارہ سے حاضری ہوئی --- مدینہ منورہ ۲۳ رشعبان المعظم (جب کہ پاکستان میں ۲۲ رشعبان المعظم) ہے، یعنی ایک دن کا فرق ہے'' ---

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۹ رستمبر ۱۹۷۴ء

مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اصطفاء منزل میں قیام کیا --- وہاں سے خیریت نامہ لکھا:

الاخ العزیز ابو الضیاء والولد العزیز ابو الفضل

سلمہ ربہ تعالیٰ و خالہ و مالہ و مآلہ و مالہ

وعلیکما السلام و رحمتہ و برکاتہ، ثم السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ، آپ کا مرسلہ خط موصول ہوا، کوائف سے اطلاع باعثِ سرور بنی--- یہاں بفضلہٖ تعالیٰ بڑے سرور وسکون سے ہوں، حاجی محمد اسحاق نوری کافی خدمت کر رہے ہیں---

مکان صرف دس دن کے لیے ملا، کیونکہ حضرت اشرفی صاحب نے زیادہ کے لیے کوشش نہ کی تھی، فون پر کہنے سے کہا تھا کہ میں مظہر خاں سے ۵رشوال لکھا دوں گا--- بابو رشید احمد کے ذمہ لگایا تھا، آ گیا تو یہیں رہیں گے ورنہ اور مکان میں، ان شاء اللہ تعالیٰ--- مکان کافی مہنگے ہیں، ایک مختصر کمرہ پونے دوصد ریال تک ملتا ہے، ۵رشوال تک--- سردار محمد نے کہا تھا کہ میرے پاس کمرے ہیں، خصوصاً ایک (رہائش) گاہ ہے، دھوکر، دریاں بچھا کر آپ کو دکھاؤں گا، پسند آئے تو حاضر ہے مگر وہ خود ہی غیر حاضر ہے--- کل صبح حرم شریف میں شیخ عطاء اللہ صاحب لاہوری، حاجی لال الدین صاحب کے بہنوئی ملے، جو سعودیہ میں ملازم ہیں اور دو ماہ سے پھر مدینہ طیبہ میں ہی بدل کر آ گئے ہیں، کہا کہ خدمت کے لیے حاضر ہوں، تو مکان کے متعلق کہا، وہ ہمیں ساتھ لے گئے، بڑا عمدہ کمرہ دکھایا، بیت الخلاء وغیرہ کا انتظام بھی ہے اور بالکل مفت کہا، ہمارے کہنے پر کہا، میں نے حلف اٹھایا ہوا ہے، کرایہ نہیں لینا اور وہ مکان ہے بھی نزدیک حرم شریف سے، (معلم مدینہ) حیدری کے دفتر سے اتنا ہی آگے ہے--- ہاں مدینہ منورہ میں بھی نسبتاً گرانی ہے، گوشت ۱۴ یا ۱۵ ریال کا کلو ہے---

سب سے قبل قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی---
حافظ مسعود احمد کی دوائی استعمال ہو چکی ہو گی؟---تو ابوالحامد صاحب خود ساہیوال ابوالنصر کو مل کر حکیم صاحب سے ملتے کہ علاج مسلسل رہتا---
ان شاء اللہ تعالیٰ واپسی پر اپنی گرہ سے رقم ادا کروں گا---

جلسہ کے لیے استخارہ کر لیں، محقق صاحب کب آ رہے ہیں؟---میں تو ان شاء اللہ تعالیٰ بعد از عید ہی عمرہ کروں گا، وہ جلدی مدینہ منورہ آ جائیں---
مکہ مکرمہ میں رمضان المبارک میں حکومت سعودیہ اور رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے الگ الگ کتابیں مفت دی جاتی ہیں، جن میں فتاویٰ ابن تیمیہ بھی ہے، جو سنا ہے ۳۷ جلدوں میں ہے--- میں نے تو رمضان شریف یہیں گزارنے کا تہیہ کیا ہوا ہے، اگر محقق صاحب کوشش کر سکیں تو بہتر ہے، بلکہ نذر محمد بھی لے سکے تو دارالعلوم کے لیے ہو جائے---محقق صاحب گدّانہ لائیں، میرا لے لیں کہ مجھے سامان ہلکا کرنا ہے اور کتاب الحج للقاری بھی میرے پاس ہے، وہ بھی رکھ سکتے ہیں---

مولانا عبدالقادر صاحب نعیمی[۱] پہلے ہی روز بعد از عشاء ملے، جوتے کے بغیر تھے، غالباً مدینہ منورہ میں مطلقاً یا حوالیٔ حرم اقدس میں حافی (ننگے پاؤں) رہتے ہیں، خادم کے متعلق کہا کہ ایک نیک آدمی ہے، چالیس سال سے زیادہ عمر کا ہے، بزرگوں کی خدمت کا عادی ہے، کل ملاؤں گا---کل ملے تو وہ صاحب بھی ساتھ تھے، مولوی غلام فرید ریاستی کے مشابہہ تھے اور کہا کہ مزدوری کر رہے ہیں، جو یومیہ پندرہ ریال تک ملتے ہیں تو میں نے کہا، ہم بھی کم از کم پندرہ ریال یومیہ دیں تو کام ہو سکتا ہے؟---
اس پر قال یا حال سے تقریر کی، تو میں نے معذرت کر دی اور ویسے ان کی

طبیعت بھی غیر مانوس سی معلوم ہوئی، اب حاجی محمد اسحاق نوری بھی ساتھ ہیں، جو کافی خدمت کر رہے ہیں---

ہم اصطفاء منزل کی تیسری منزل پر ہیں، ۳۰ سیڑھیاں ہیں، لہٰذا خیال ہے کہ مرزا محمد ایوب صاحب کے لڑکے مدنی کو بلالیں، وہ ہمارے ساتھ رہیں کہ ان کے سکول کی اب رخصتیں ہیں، ویسے کام خوب چل رہا ہے--- کل بعد از عصر حاجی محمد اسحاق نوری جدہ شریف مال چھوڑنے گئے ہیں اور امید کہ پرسوں تک ضرور آجائیں گے--- آج بعد از نماز فجر وہی مولانا عبدالقادر صاحب کے آدمی ملے اور کہا، میں نے اب مزدوری چھوڑ دی ہے، جو مناسب جانیں دیں اور کافی خواہش کا اظہار کیا اور پھر بھی ملیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، مگر اب ارادہ نہیں---

آتے ہوئے (لیٹر) پیڈ بھول آیا ہوں، چاقو، گلاس، کندورہ، جو امناء نے سامان میں رکھے تھے، کافی کام دے رہے ہیں، سب کے لیے دعائیں کر رہا ہوں--- سب مدرسین حضرات، ان کے بچوں، طلباء کرام، حضار اور سب نمازیوں سے سلام و دعا کہیں--- والسلام

الفقیر ابو الخیر النعیمی

محررہ ۲۶ / شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ / ۱۳ / ستمبر ۱۹۷۴ء

اس بار آپ اکیلے گئے تھے، حاجی محمد اسحاق نوری جو ان دنوں مدینہ منورہ میں موجود تھے، انھیں اور مرزا محمد ایوب صاحب کے صاحبزادہ مدنی کو خدمت کی سعادت نصیب ہوئی، جیسا کہ اس گرامی نامہ میں ہے:

الاعزۃ ذوالاخلاص سلمھم اللہ رب الاخلاص

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از حمد وصلوٰۃ آنکہ آپ حضرات کے

دو خط اکٹھے، پہلا یکم رمضان المبارک، بروز منگل مدینہ منورہ آیا اور دوسرا ۱۴ر ستمبر ۱۹۷۴ء کا لکھا ہوا، ۲ر ماہ مبارک، بروز بدھ آیا اور تیسرا چودھری محمد حیات نوری کا ۱۳ر ستمبر ۱۹۷۴ء کا لکھا ہوا کل بعد العصر اکٹھے ملے، کوائف مندرجہ سے سرور ہوا---اپنے اشغال میں مست رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ وہی حافظ و ناصر ہے--- دعائیں برابر پہنچتی رہیں گی، رات خواب میں گھر گیا، حالات درست پائے، تمہاری والدہ نے تمہارے سب کے متعلق کہا کہ کام درست کر رہے ہیں--- یہاں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے، گرمی بھی رخصت نہیں ہو رہی، یہ بھی ایک خاص لطف ہے جو وہاں (پاکستان) نہیں---

محقق صاحب جلدی آجاتے تو اچھا تھا، ان کے لیے دو تین افراد کا مکان مفت مقرر کر لیا ہے اور تعارف وغیرہ بھی خوب ہو سکتا ہے، میرے ہوتے آئیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ---اب تو سیدھے مدینہ عالیہ ہی حاضر ہو جائیں--- میرے پاس ریال کافی ہیں، وہ آجاتے تو کتابیں ان کو خرید دیتا، میرا لانا تو مشکل ہے--- کتاب کون کون سی چاہیے؟---

حاجی محمد اسحاق صاحب نوری عین العزیزیہ سے مرزا صاحب کا لڑکا مدنی لائے ہیں، وہ اچھا کام دے رہا ہے اور خود بھی کافی خدمت کر رہے ہیں--- برف والی بڑی عمدہ بوتل حاجی صاحب نے پیش کی ہے، مدینہ شریف سے خرید کر--- شیخ محمد بشیر [۲] سے سلام و دعا کہیں، اللہ تعالیٰ ان کا صدقہ قبول فرمائے اور قبر و حشر میں روشنی کا باعث بنائے اور ان کے والد صاحب کو بھی شفا عطا فرمائے اور حرمین شریفین کی حاضری سے بہرہ ور بنائے--- چودھری محمد حیات بھی نہیں بھولے، ان کے لیے دعا کا ارادہ ہے، نمبروار کام ہو رہا ہے--- سب نمازیوں سے سلام و دعا اور سب ابناء و بنات اور

اخوات واخوہ وغیرہم سب سے سلام ودعا---

حاجی محمد اسحاق صاحب نے خود سالن بنانا شروع کر دیا ہے، گائے کا بڑا اچھا گھی یہاں ملتا ہے، خور ونوش کے سب اخراجات اصرار سے حاجی صاحب نے اپنے ذمہ لیے ہیں---والسلام

ابو الخیر النعیمی غفرلہ

۳رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/ ۱۹ستمبر ۱۹۷۴ء

اس حاضری میں رمضان المبارک مدینہ منورہ میں گزرا---

ایک ولی سے ملاقات

اس دوران ایک مردِ ولی سے ملاقات ہوئی، جو بطور خاص آپ سے مخاطب ہوئے--- آپ اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:

''۷رمضان پاک کو مواجہہ عالیہ میں ایک ایسے صاحب کا (میرے ساتھ) خصوصی خطاب (کلام)، جو بظاہر بدوی ہیئت میں تھے، مگر مجھے ان کے حاضر ہوتے ہی خیال ہوا کہ یہ کوئی ولی اللہ ہیں، باریش معمر تھے، دومرتبہ تین تین بار کلام فرمایا--- وللہ الحمد و المنۃ''---

[بعد از نماز ظہر، ۷رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ]

واپسی کے پروگرام کی اطلاع

اس مبارک سفر میں آپ کو مسجد نبوی میں اعتکاف نصیب ہوا اور ۲۷اکتوبر

۱۹۷۴ء کو واپسی ہوئی --- مدینہ منورہ سے حاجی رشید احمد نوری بھٹی کے نام خط میں لکھا:

''آپ کا محبت نامہ ملا، دعائیں کر دیتا ہوں اور صلوٰۃ وسلام معروض---

بڑی خیریت وسکون سے شاہی مہمان ہوں، میری قسمت کس اوج پر آج ہے؟---

ولله الحمد و المنة اوّلا و آخرا ظاهراً و باطنا و لا حول و لا قوة الّا بالله وحده لا شريك له---

ان شاء اللہ تعالیٰ دارالعلوم کی ضروریات کے پیش نظر ۴ رشوال المکرّم ۱۳۹۴ھ، مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۴ء مدینہ عالیہ سے رخصت اور پرواز برائے مکہ مکرمہ براستہ جدہ ہے اور پھر ۱۰ رشوال المکرّم، بروز جمعہ، ۲۵/اکتوبر جدہ سے کراچی کی پرواز، جو رات کی ہے اور پھر ارادہ بذریعہ تیز گام ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۴ء کو کراچی سے روانہ ہو کر ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۴ء دارالعلوم میں پہنچ جاؤں اور ۲۸/اکتوبر ۱۹۷۴ء، بروز پیر شریف دارالعلوم کے تعلیمی سالِ نو کا افتتاح کرا سکوں---

شاہی لنگر خانہ سے شاہانہ کھانے اس کثرت سے مل رہے ہیں کہ حساب ہی نہیں--- دعا کریں کہ باطنی لنگر بھی یوں ہی ملیں''---

[محررہ ۱۵/رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/ یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء]

مدینہ منورہ سے ایک اور گرامی نامہ

اسی لفافہ میں راقم کے نام ارقام فرمایا:

فرزند عزیز مولوی محمد محبّ اللہ سلمہ ربہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ بالکل خیریت وسکون سے مدینہ عالیہ میں تمہارے لیے کافی دعائیں کر رہا ہوں---

خوب محنت سے پڑھا کرو، قشیریہ نہایت ہی عالی شان کتاب نہیں، بلکہ کتب ہیں، اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشادات عالیہ ہیں، جو خیر و برکت سے پُر ہیں---

ہاں، تمہاری سستی ہے یا البرید (ڈاک خانہ) والوں کی، کہ تمہارا کسی کا کوئی خط ۲؍رمضان ہی کے لکھے ہوئے خط کے بعد کا نہیں ملا، حالاں کہ ابوالفضل النوری نے ابوالانعام (محمد رمضان نوری) کے مفصل پروگرام کے خط لکھنے کا وعدہ لکھا تھا--- اب ان کا جہاز تو ان شاء اللہ تعالیٰ رواں دواں آ رہا ہوگا--- ہاں جہاز بہت اچھا ملا، حاجی لال دین صاحب اور انوار توکلی [۳] کراچی والے بھی کل آ گئے ہیں اور حافظ محمد شفیع اوکاڑوی بھی---

اور بھی کافی خطوط آئے ہیں، مگر دارالعلوم کے متعلق بصیر پوری بھی کچھ نہیں لکھتے، بس اپنی ہی بات کرتے ہیں، صرف مولانا محمد نواز نوری [۴] نے اجمالاً لکھا---

سب بڑوں کا ادب، خصوصاً والدہ کا ضروری ہے--- سب سے درجہ بدرجہ دعا و سلام---

محمد الی اللہ [۵] سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام لفافہ میں کئی خطوط بھیجے ہوئے ہیں اور قبل ازیں محمد اسد اللہ نوری کے نام بھی--- (حاجی رشید احمد بھٹی کے نام) خط کی نقل بھیجیں اور لکھ دیں کہ خط مشترکہ تھا، لہٰذا تمہارے حصہ کی نقل حاضر ہے---

والسلام، دعا گو

ابو الخیر النعیمی غفرلہ

من المدینۃ المنورۃ، یوم الثلاثاء

۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/ یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء

ایک اور خط میں لکھا:

''فقیر نے بنک میں بلکہ کہیں بھی کسی کی کوئی رقم بطور امانت نہیں رکھی---
دعا ہے کہ فتاویٰ (نوریہ) کا کام جلدی مکمل ہو---کور(COVER)
اب تک کیوں نہیں آئے؟---

ہاشمی صاحب[٦] کیا کہتے ہیں؟---شاید وہ کسی الجھاؤ میں ہیں،
ان کے الجھاؤ ایسے سخت ہی ہوتے ہیں---[٧]

اور خطوط خواجہ غلام حسین صاحب، حافظ محمد یوسف نوری، محمد یوسف بھڑالوی، عبدالغفور پاک پتنی، مولوی محمد احسن، قاری جان محمد مدرس، حافظ محمد سلیمان گھڑی ساز، اختر علی نوری رکن پورہ، پردیسی صاحب ہیرا سنگھ، خدا بخش نوری، حاجی نورالحق، حافظ منظور حسین، صوفی نذر محمد نوری[٨] اور شیخ محمد عاشق کے خطوط (ملے) ہیں، سب کے جوابات مشکل ہیں، ان کو حتی الامکان عام آنے جانے والوں کے ذریعہ سلام پہنچا دیں---اصل مطلب دعا ہوتی ہے یا عرض صلوٰۃ وسلام، وہ ہو جاتے ہیں، مطمئن رہیں---باقی ہر ایک کو جواب بہت مشکل ہے، یہاں بھی کچھ کام میں ہوں---تعجب ہے کہ خود تو لفافہ کے لیے بھی دوسروں کے دست نگر بن کر لکھتے ہیں اور مجھ سے مطالبات کہ یہ دعا اور عرض اور زیارات کے حالات، اور کیا کیا لکھوں---

صوفی نذر محمد نوری سے کہیں کہ جب خود حج کرو گے تو آنکھوں سے دیکھ لینا اور کتابوں میں بھی لکھا ہے، اردو کتاب منگا کر پڑھ لو، جو پیسہ کتاب پر خرچ آئے گا، اسراف نہیں ہے---

مولانا محمد عبدالرحمٰن نوری سے کہیں کہ کافی دعائیں کی ہیں اور ہو رہی ہیں، عزیزہ کو کہیں کہ صلوٰۃ تنجینا پڑھا کرے، جتنا آسانی سے ہو سکے---

سب خطوط والے حضرات کو جوابات سلام ہیں اور باقی بھی سب خورد وکلاں کو سلام---

اچھا ہوا کہ محقق صاحب (مولانا ابو الانعام محمد رمضان نوری) کو الوداع کہنے صدر صاحب (مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری) کراچی گئے--- ویسے کوئی فکر والی بات نہیں، اکیلے کو ایک اللہ کافی ہوتا ہے اور پھر وہ ضیف اللّٰہ و ضیف رسول اللّٰہ (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور بہت رفقاء ملتے ہیں--- اور حافظ عبدالرشید نوری[۹] وغیرہ کا بھی تو یہی جہاز ہے---

مکہ مکرمہ میں سنا ہے بہت زیادہ گرمی ہے، حافظ محمد شفیع خطیب الاوکاروی وغیرہ نے کہا ہے--- تنازل سنا ہے حکومت نے بند کر دیا ہے، ویسے حاجی لال دین تو جدہ ہی سے (مدینہ منورہ) آ گئے ہیں، مگر زیادہ کرایہ دے کر--- دیکھیے محقق صاحب کیسے تحقیق کرتے ہیں، ان کو یہاں سیدھا آنا چاہیے تھا، اچھا اللہ تعالیٰ کوئی صورت بنائے گا---ان شاء اللہ تعالیٰ

حکومت نے غار سجدہ[۱۰] کا قبہ شہید کر دیا ہے اور زیارت بند کر دی ہے اور یوں ہی احناف کی الگ جماعت وتر بھی بند کر دی ہے---

(طلبہ کے لیے سٹور) گندم کا بھی خیال کریں، اب موسم کافی بدل چکا ہے---

(نوٹ) آج رات عینک کا فریم بائیں طرف سے ٹوٹ گیا ہے، مگر ابھی احتیاط سے کام دے رہی ہے--- ہاں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ عینک کے بغیر بھی آسانی سے پڑھ سکتا ہوں، بلکہ آج تلاوت یوں ہی کی ہے اور اب کمرہ میں آ کر لکھ رہا ہوں، فالحمد للّٰہ تعالیٰ''---

[محررہ ۱۶/ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/۲/اکتوبر ۱۹۷۴ء]

38

مولانا فضل الرحمٰن کی مہربانی، اعتکاف اور مدنی بہاریں

من المدینة المنورۃ الٰی بصیرفور نورٌ علٰی نور

نور العینین عزیزی ابو الفضل النوری

سلمہ ربہ و نصرہ بخاص الفضل

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ تمہارا ۲۸ رستمبر ۱۹۷۴ء کا مرسلہ غالباً ۳ را کتوبر ۱۹۷۴ء کو ملا اور چونکہ جلدی ہی لکھ چکا تھا، لہٰذا فوراً نہ لکھا اور تازہ راحت نامہ کی انتظار تھی، مگر ابھی انتظار ہی ہے، چونکہ آج قبیل المغرب اعتکاف کا ارادہ ہے اور رات بعد از عشاء ہی احباب نے جگہ مقرر کر لی ہے اور کپڑے بچھا رکھے ہیں تو لکھ رہا ہوں کہ تمہیں بہت زیادہ انتظار ہوتی ہے--- پہلے خط میں عینک کے فریم ٹوٹنے کا ذکر تھا، وہ حضرت مولانا الشیخ محمد ضیاء الدین صاحب اور حضرت مولانا محمد فضل الرحمٰن کی خصوصی دعوتِ حسب سابق سے فراغت کے بعد ان کے دروازہ میں ٹوٹا تھا، مگر اس وقت مولانا محمد فضل الرحمٰن جا چکے تھے، تو دوسرے روز اصطفاء منزل میں میرے خط لکھنے کے بعد آئے مگر ہم سو رہے تھے تو پیغام دے کر واپس ہو گئے اور بعد از عصر جب میں حرم شریف کی حاضری کے لیے نکلا تو صدر دروازہ پر ملے اور فرمایا کہ میں پہلے بھی آیا تھا، وہ عینک عشاء کے بعد مجھے پہنچا دیں، بنوا کر کل عصر تک پہنچا دوں گا، چنانچہ ان کو دی اور دوسرے روز خود بنوا کر اصطفاء منزل میں تشریف لائے، مگر ہم حرم شریف میں تھے تو دوبارہ کراچی والے انوار توکلی صاحب کو دے کر بھیجا

مگر ہم ابھی نہیں آئے تھے تو وہ انتظار میں حضرت کے مکان میں بیٹھ گئے اور ہم واپس آئے تو میں نے آدمی بھیجا تو عینک آئی --- نیا فریم پہلے سے عمدہ اور بڑا اچھا فریم کیا ہوا آیا، وللّٰہ الحمد والمنۃ کہ کوئی پریشانی نہ ہوئی، دوسرے روز ہی مغرب سے صحیح شدہ مل گئی، یہ کرم ہیں اس معزز میزبان کے، دارین میں کونین کے کریم میزبان ہیں، صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہ احسن صلوات اسنی تسلیمات ابداً ابدا---

للّٰہ الحمد والمنۃ کہ ہم بڑے آرام سے، صحت سے گنبد خضراء کے زیر سایہ سہانی گھڑیاں، سنہری گھڑیاں گزار رہے ہیں، اللہ تعالٰی تمہیں بھی ایسی مبارک گھڑیاں بار بار نصیب فرمائے--- آج تک خصوصی، گھر کا مکلّف کھانا حضرت حافظ غلام حسین صاحب سے کھاتے رہے ہیں مگر اب ڈاکٹر صاحب [۱۱] کی پرزور استدعاؤں کے پیش نظر چند روز ان کا کھانا منظور کیا ہے، اور، اور دعوتیں بھی ہو جاتی ہیں--- افطاری کے خصوصی نظارے الگ ہوتے ہیں، حضرت جناب سید جماعت علی شاہ صاحب کے پوتے جو حافظ بھی ہیں [۱۲]، ان کی محبت کی بناء پر عموماً افطاری ان کے ساتھ ہو رہی ہے، کیا کیا کرم اور لطف وعطا کا ذکر کروں--- زیارت کے مستانے کافی آچکے ہیں اور آ رہے ہیں---

پہلے بھی لکھا ہے کہ جدہ سے واپسی پرواز ۲۵/ اکتوبر ۱۹۷۴ء کی ہے، مگر کراچی پہنچنے کا کیا وقت ہے، یہ پورا معلوم نہیں ہو رہا ہے--- بابو رشید احمد نوری کراچی کے مطار سے بذریعہ فون پتہ کریں گے، ان شاء اللہ تعالٰی--- اگر بہ طیب خاطر اور دارالعلوم کی بآسانی رخصت سے چودھری صاحب آسکیں تو بہتر اور محمد محبّ اللہ کو صرف اس کی تفریح کے لیے اجازت دی تھی، اگر کوئی

حرج نہ ہوتو آ سکتا ہے---

نئے عمدہ قالین

لفظ ''چودھری'' سے قبل (خط) لکھ کر سوا تین بجے حرم شریف گیا تو معلوم ہوا کہ ہمارے لیے، صرف چند ہماری جماعت معتکفین کے لیے نئے عمدہ قالین ہماری چادروں کے اوپر بچھے ہوئے ہیں اور پیغام ملا کہ جب تک اعتکاف میں ہوتو تمہارے ملک ہیں--- یہ بھی ایک عجیب کرشمہ ہے انعامات کا--- میری یہاں کی حاضری میں تمہارا سب کا حصہ ہے، سب کے لیے دعائیں جاری ہیں اور دارالعلوم کے لیے بھی--- اور دارالعلوم کی وجہ سے جلدی واپسی ہے، میری کوشش ہے کہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۴ء بصیر پور پہنچ کر حسب قرارداد ۲۸/اکتوبر ۱۹۷۴ء کو اسباق شروع ہو جائیں، پوری تیاری کر لیں، تعین اسباق الطلبۃ والمدرسین، پھر تقسیم کتب وغیرہ لوازمات مناسبہ--- سب خورد و کلاں سے درجہ بدرجہ سلام و دعا--- اب خط لکھیں تو مرزا محمد ایوب، عین العزیزیہ، جدہ کے پتہ پر--- والسلام

دعا گو ابو الخیر النعیمی غفرلہ

۲۰/رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/ ۶/اکتوبر ۱۹۷۴ء

13

حواشی

① سر پر لمبی زلفیں، دراز قد، انتہائی درویش منش، مرقع جلال و جمال انسان تھے، حضرت فقیہ اعظم سے بڑی عقیدت و محبت تھی---سال ہا سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے، ایک بار محافل میلاد کے ''جرم'' میں ملک بدر کیے گئے، بعدازاں پھر مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے--- جنت البقیع شریف میں مدفون ہیں---

② شیخ حاجی محمد بشیر ولد شیخ حاجی شیر محمد پابند صوم وصلوٰۃ تھے، جمعہ اور روزانہ فجر کی نماز حضرت فقیہ اعظم کی اقتداء میں ادا کرتے--- بہت خوش ذوق تھے، ہر سال صوفی غلام حسین (گوجرہ منڈی) کو بلوا کر جلسہ کرواتے---حضرت فقیہ اعظم کے عقیدت مند اور غلہ منڈی بصیر پور کے آڑھتی تھے، جب بھی کوئی مشکل پیش آتی طلباء دارالعلوم کی دعوت کرتے، مسئلہ حل ہو جاتا---

③ کراچی میں مقیم تھے، ٹریولنگ ایجنسی چلاتے تھے، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے معتمدین میں سے تھے اور حضرت فقیہ اعظم کے بھی عقیدت مند تھے---

④ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل اور حضرت سیدی فقیہ اعظم کے مرید ہیں--- کوآپریٹو سوسائٹیز میں تھے، کچھ عرصہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں شعبہ فارسی کے معلم بھی رہے، آج کل ضیاء الدین کالونی دیپال پور میں مقیم ہیں---

⑤ مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری کے چھوٹے صاحبزادے ''الٰی''، بمعنی ''نعمت'' ہے، گویا محمد الی اللہ کا معنی ہے ''محمد نعمت اللہ''، آج کل مسجد محلّہ شیخو پورہ کے امام ہیں---

⑥ موصوف گوناگوں اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے، وہ بیک وقت جید عالم دین، نڈر سیاست دان، بے باک صحافی، شعلہ نوا خطیب، سحر آفرین ادیب اور بہترین مصنف تھے---ابتدائی تعلیم جامعہ فریدیہ ساہیوال میں حاصل کی، جب کہ موقوف علیہ اور دورہ حدیث شریف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں پڑھنے کے بعد سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی---

آپ کا شمار حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے، حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ان پر خاص شفقت تھی--- وہ شعلہ نوا مقرر تھے، اپنی تقریر کے جادو سے سامعین کو مسحور کر دیتے---تقریر میں جذبات کی شدت پیدا کر کے دلوں کو گرما دینا اور چٹکلوں اور لطیفوں سے محفل کو کشت زعفران بنا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا--- ردّ قادیانیت اور فقہ حنفی ان کا خاص موضوع تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں باغ و بہار طبیعت سے نوازا تھا--- دارالعلوم میں تشریف لاتے تو طلبہ گھل مل جاتے، وہ بڑے حاضر جواب، بذلہ سنج اور خوش کلام عالم تھے---سیاسی طور وہ جمعیت علمائے پاکستان سے وابستہ رہے--- قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد ساتھیوں میں سے تھے اور جمعیت کے مرکزی سینئر نائب صدر تھے--- جابر حکمرانوں کے طرزِ عمل پر تنقید اور کلمۂ حق ان کا مرغوب مشغلہ تھا--- ان پر بیسیوں مقدمے قائم ہوئے اور انہیں جیل جانا پڑا، مگر استقامت اور پامردی میں ذرّہ بھر فرق نہ آیا---۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا---

۲۹/اپریل ۲۰۱۰ء، بروز جمعرات (بہ عمر ۷۲/سال) جان جان آفرین کے سپرد کر دی---

سال ہا سال تک دارالعلوم کے سالانہ اجلاسوں میں نقابت کے فرائض انجام دیے---
حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے وصال پر ''حیاتِ فقیہ اعظم'' کے نام سے
کتاب تحریر کی، جو آپ کے چہلم کے موقع پر شائع ہوئی---

⑦ مولانا شبیر احمد ہاشمی نے فتاویٰ نوریہ کی پہلی بار طباعت اپنی زیرنگرانی کرانے کی ذمہ داری لی تھی، طے پایا تھا کہ سادہ جلدوں پر پلاسٹک کور چڑھائے جائیں گے--- جلد بندی ہوگئی مگر ہاشمی صاحب کور تیار نہ کرا سکے، اسی بارے میں آپ نے استفسار کیا--- ہاشمی صاحب وعدے کرتے رہے مگر بوجوہ کور تیار نہ ہو سکے تو اعلیٰ کاغذ کے کور تیار کرائے گئے---

⑧ حضرت فقیہ اعظم کے مرید اور دربار بابا حامد سچیار (محلّہ درس) کے قریب رہائش پذیر تھے، آئس کریم اور قلفیوں کا کاروبار کرتے تھے---

⑨ پروفیسر حافظ خلیل احمد نوری (لاہور) کے بڑے بھائی ہیں، چند سال دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے شعبہ حفظ القرآن میں مدرس رہے، آج کل چک ڈھڈیاں، پاک پتن شریف میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں---

⑩ غارِ سجدہ مدینہ منورہ کے جبلِ سلع پر واقع ہے، کہتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ اس غار میں عاصی امت کے لیے سجدہ ریز ہوکر زار و قطار روتے رہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تلاش میں سرگرداں تھے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر ایک چرواہے نے بتایا کہ مجھے اور تو کچھ پتا نہیں، لیکن ادھر ایک غار سے رونے کی اتنی پردرد آواز آتی ہے کہ میری بکریاں چرنا چھوڑ دیتی ہیں--- حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار تک پہنچے اور بصد اصرار تسلی و تشفی دیتے ہوئے سرکار کریم ﷺ کو اپنے ساتھ لے آئے--- مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو منظوم کیا ہے--- ترکوں نے اپنے دورِ حکومت میں

یہاں گنبد نما عمارت بنوائی تھی، جسے ۱۹۷۴ء میں سعودی حکومت نے شہید کر دیا---
فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون---

⑪ ڈاکٹر محمد اقبال مدنی لاہوری

⑫ یہ غالباً پیر منور حسین شاہ جماعتی ہیں، جو آج کل محدث علی پوری کے زیب سجادہ اور لندن میں مقیم ہیں---حضرت فقیہ اعظم نے بڑی حکمت سے انھیں داڑھی کی طرف توجہ دلوائی، چناں چہ انھوں نے یہ سنت پوری کر لی---اس واقعہ کا تذکرہ چودھری محمد اسحاق نوری نے اپنے انٹرویو (مطبوعہ فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور) میں کیا ہے---

14

صفر ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء کا سفرِ مقدس

اس سال آپ نے دو مرتبہ حجاز مقدس کا سفر کیا --- ایک عمرہ و زیارت مدینہ کا اور دوسرا حج کا --- عمرہ کے لیے روانگی کی تمہیدیوں بنی کہ سنہ ۱۹۷۵ء میں حج کا ارادہ تھا، کراچی روانہ ہوئے مگر ویزے بند ہو چکے تھے، لہٰذا واپس آ گئے، حج کے بعد عام ویزا کھلنے سے پہلے ہی خصوصی طور پر اسلام آباد سفارت خانہ سے ویزا لگنے کے بعد حجاز مقدس روانہ ہو گئے --- چودھری محمد اسحاق نوری اور چودھری خوشی محمد نوری آپ کے رفیق سفر تھے --- چناں چہ مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> ''بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ ویزا اسلام آباد سے مل گیا ہے اور پانچ فروری ۱۹۷۶ء (۴/صفر الخیر ۱۳۹۶ھ)، دس بجے صبح لاہور سے پرواز کراچی اور پھر اسی آئندہ اتوار کراچی سے دیار مقدسہ کی پرواز طے ہوئی ہے اور یہ بھی طے ہوا ہے کہ پرسوں بروز بدھ دوپہر والی گاڑی سے لاہور جائیں --- روضہ شریفہ پر حاضری دے کر میرے سلام نیاز عرض کریں اور دعا

حقیقی کامیابی کی کریں---عزیزہ اور باقی سب خورد و کلاں سے سلام و دعا''---

[محررہ ۲؍فروری ۱۹۷۶ء]

مکہ مکرمہ پہنچ کر احقر کے نام تحریر فرمایا:

الولد الاعز الابر المولوی محمد محب اللّٰہ

سلمہ ربہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- للّٰہ الحمد و المنۃ کہ آج ہمیں مکہ مکرمہ میں تیسرا روز ہے--- آج بڑے عمرہ کا (احرام) صبح سے امناء کے لیے باندھا ہے اور پھر مکان پر آ کر بڑے آرام سے کھانا کھایا ہے--- چودھری صاحبان[۱] کھجوریں تناول کر رہے ہیں--- (معلم) سراج قصاص کی بلڈنگ میں ہیں، جو ان کے ڈیرے کے عقب میں ہے، بڑی صاف اور اچھی ہے، وضو و غسل و بیت الخلاء کا اچھا انتظام ہے--- کرایہ دریافت کیا تو کہا کہ آپ کا اپنا گھر ہے، کرایہ وغیرہ نہیں ہے---حسن اتفاق کہ (مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معروف معلم) حضرت حیدری صاحب بھی عمرہ کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے اور سراج صاحب کے پاس بیٹھے تھے، وہ بولے، جب مدینہ آؤ گے تو میرے مکان میں ٹھہرنا---

طیارہ کے سفر دراز میں بھی بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ بڑے آرام سے سفر ہوا--- کراچی سے تین گھنٹہ میں ریاض اور ریاض دو گھنٹہ جہاز رکا--- دستی اشیاء کا کسٹم ہوا اور تازہ وضو سے نماز مغرب ادا کی، پھر سوار ہو کر جدہ شریفہ اترے--- سرسری سا کسٹم ہوا اور ٹیکسی لے کر عین العزیزیہ مرزا (محمد ایوب) صاحب کے پاس عشاء ادا کی--- والحمد للّٰہ تعالیٰ

کل یا پرسوں مدینہ منورہ کا عزم ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ جلدی

پہنچ جائیں گے---

رفقاء بڑی اچھی خدمت کر رہے ہیں، تمہارے سب کے لیے دعائیں کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ حسن قبول سے نوازے--- یہاں اور کراچی میں گرمی کافی تھی، شب بھر پنکھا چلتا رہا--- مدینہ منورہ کے لوگ کراچی ملے ہیں، وہاں مختصر سی سردی بتاتے ہیں--- ہاں خیال سے خوب کام کریں، اگر امتحان میں پوری کامیابی حاصل کریں تو ہوسکتا ہے کہ اسی آئندہ سال تمہاری حاضری ہو جائے--- تو الد تک خوب محنت سے تعلیم جاری رکھیں، اپنے بھائیوں اور چچوں اور ماموؤں صاحبان اور سب طلباء کرام اور تمام عملہ دارالعلوم سے درجہ بدرجہ سلام و دعا--- سب حضرات سے بعد از سلام محبت کہیں کہ محنت سے اپنے اپنے فرائض ادا کرتے رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ مارچ کے پہلے عشرہ میں واپسی ہو جائے گی--- سب نمازیوں کو بھی سلام---

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

حالّ مکۃ المکرمۃ زادھا ربھا تکریما و تعظیما و لزائریھا

۹/ صفر الخیر و الفروری ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

مدینہ منورہ پہنچ کر مولانا ابوالفیض صاحب کے نام تحریر فرمایا:

عزیز القدر، رفیق خصوصی حضرت الحاج ابوالفیض النوری

سلمہ ربہ بالحسن المعنوی و الصوری

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- للہ الحمد والمنۃ کہ ہم مورخہ ۱۰/ صفر الخیر، بوقت عصر مدینہ منورہ حاضر ہو گئے ہیں اور خیریت سے وقت خوب پاس ہو رہا ہے--- مورخہ ۷/ صفر الخیر مکہ مکرمہ حاضری ہوئی اور تین عمرے

ادا کیے، و المنة للّٰہ و لرسولہ ﷺ---

۲/ربیع الاوّل شریف ۱۳۹۶ھ/۲/مارچ ۱۹۷۶ء کو ان شاء اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ سے رخصت ہونا ہے اور مورخہ ۵/مارچ ۱۹۷۶ء کو کراچی پہنچنا ہے---

آپ سب حضرات یاد ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبان کو اس پیاری پیاری بارگاہ عرش پناہ کی خصوصی حاضریوں سے نوازے اور پریشانیوں سے بچائے''---

[محررہ ۱۶/صفر الخیر ۱۳۹۶ھ/فروری ۱۹۷۶ء]

مدینہ منورہ سے ایک اور نوازش نامہ

اس سفر عمرہ و زیارت مدینہ منورہ میں بعض اعزہ کے نام ایک مکتوب تحریر فرمایا، جو متعدد فوائد کا حامل ہے، درج ذیل ہے:

الابناء و الاخوة الاعزة ابوالبقاء و ابوالحامد و ابوالضیاء

و ابوالفضل و ابوالعطاء و المحب احبہم و اغرہم اللّٰہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ ہم بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ خیریت و عافیت سے اصطفاء منزل میں بڑے چین اور سکون سے ہیں---کل آپ کے خطوط ۲۰-۲۱/فروری کے تحریر کردہ مجلس میلاد پاک اور محفل عرس اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں ملے، الحمد للہ کہ باعث سرور بنے---آپ سب کے لیے دعائیں اور التجائیں ہو رہی ہیں، دعا کیا کریں کہ مقبول ہوں اور آپ سب حضرات بھی نوبت بہ نوبت حاضری سے نوازے جاتے رہیں:

سرکار میں نہ لا ہے، نہ حاجت اگر کی ہے

صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی آله و اصحابه و ازواجه المطهرات امهاتنا وبارك وسلم قدر حسنه و جماله و جلاله و جوده ونواله---

مواجہہ عالیہ پر رقت آمیز مناظر

آج بعد از نماز ظہر حاضری ہوئی تو زائرین کا ہجوم اور صلاۃ وسلام و مناجاۃ و رقت عاشقانہ کا منظر جو عموماً ہر نماز کے بعد ہوا کرتا ہے، دیکھ کر خیال آیا کہ یہ مناظر چودہ صد سالہ ہیں اور یہ بسملانہ پروانہ وار بے قراری و اضطراری ہے، جو روز افزوں ہیں---محبوبیت عظمٰی ومحبت کبریٰ کے دلائل و براہین ہیں---

مَنْ زَارَ فَرَاٰی وَ اسْتَنَارَ---

اب طیبہ مطہرہ میں چند ایام باقی ہیں، ان شاءاللہ تعالٰی یوم الثلاثاء، ۲؍ربیع الاوّل شریف ۱۳۹۶ھ اور ۲؍مارچ ۱۹۷۶ء کو رخصت ہونے کا پروگرام ہے---یعنی دارالعلوم اور دوسرے فرائض کی ادائیگی کے لیے کچھ وقت کے لیے رخصت (پر) جانا ہے، جو حقیقۃً دوسری آئندہ حاضری کی تمہید و تیاری ہے---

اللّٰهم ارزقنا العود و زدنا الجود بعد الجود---

افرادِ خانہ و طلباء کرام اور نمازی حضرات سب خورد و کلاں سے درجہ بدرجہ دعوات و تسلیمات---

فارغ اوقات ذکر و صلوات سے معمور ہوں تو غنیمت ہے:

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

یہ وہ شعر ہے جو قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے میری طالب علمی میں ایک خط میں تحریر فرمایا تھا---

والسلام خیر مسك الختام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرله

[محررہ یوم الخمیس، ۲۶؍صفر الخیر ۱۳۹۶ھ/ ۲۶؍فروری ۱۹۷۶ء]

خلاصہ مکتوب

اس مکتوب گرامی میں جہاں مکتوب الیہم کے لیے حاضری مدینہ منورہ کی دعائیں ہیں، وہیں بارگاہ والا تبار میں عشاق کی پروانہ وار حاضری کے مناظر کی جھلک دکھائی ہے تا کہ پڑھ کر حاضریٔ مدینہ منورہ کا ذوق پیدا ہو--- تیسری اہم بات جو مکتوب سے ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ کو اپنا وطن اصلی سمجھتے تھے اور وہاں سے واپسی کو رخصت سے تعبیر کرتے اور اسے آئندہ حاضری کی تمہید قرار دیتے --- نیز دارالعلوم اور دیگر خدمات دینیہ کو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ڈیوٹی سمجھتے، گویا آپ کی واپسی حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی مصداق ہے:

مدینہ کا کچھ کام کرنا ہے سیدؔ
مدینہ سے بس اس لیے جا رہا ہوں[۲]

اور آخر میں یادِ الٰہی اور درود پاک پڑھنے کی ترغیب دی ہے--- گویا یہ مکتوب شریعت وطریقت اور عشق ومحبت کی تعلیمات کا آئینہ دار ہے---

حواشی

① چودھری خوشی محمد نوری اور چودھری محمد اسحاق نوری صاحبان

② عرش بر فرش، مجموعہ کلام حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ، طبع دوم، ۱۹۹۷ء، باہتمام حلقہ اشرفیہ پاکستان، صفحہ ۱۵۸

45

۱۳۹۶ھ میں اس سال کا دوسرا سفر

اس سال دوسرا سفر، حج کا سفر تھا، آپ نے مع چھ رفقاء وخدام درخواستیں جمع کروائیں اور ان کے مصارف آپ نے اپنی جیب سے جمع کرائے --- چناں چہ ایک عزیز کے نام مدینہ عالیہ گرامی نامہ تحریر فرمایا:

''اصل مقصود ہے کہ آپ اس سگِ در کا نام لے کر صلوۃ وسلام محبت بھرے پیش کرتے رہیں اور میرے لیے حاضری مقبول کی دعائیں کرتے رہیں --- ہوائی جہاز کی چھ درخواستیں دی ہیں، ❶ خود، ❷ مولانا محمد باقر صاحب، ❸ مولوی محمد ظہور اللہ، ❹ محمد محبّ اللہ، ❺ ان کی والدہ، ❻ ان کی پھوپھی (زوجہ مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری) --- (علاوہ ازیں) مولانا ابوالفیض علی صاحب نوری اور حاجی محمد اسحاق نوری صاحب وغیرہ کافی دوستوں نے درخواستیں دی ہیں، سب کے لیے اور بالخصوص میرے لیے منظوریٔ خاص الخاص کی دعائیں، التجائیں اور فریادیں کرتے رہیں --- مشکلوں کے پورے پورے حل ہونے کی فریادیں میرے کریم آقا ﷺ

کی بارگاہ عالیہ میں کرتے رہیں--- میرا پرانا یہ شعر ہے، کبھی کبھی رو رو کر عرض کر دیا کریں:

میں صدقے خزانے بھرے تیرے مولا
کدے کاسے بھر دے تو نورِ گدا دے

اور دوسرا شعر بھی عرض کر دیا کریں:

جدائیاں نے پیہہ پیہہ کے دل کیتا پی پو
مدینے دی گلیاں دا گھٹا بنا دے[۱]

حضرت مولانا الحاج قبلہ محمد ضیاء الدین صاحب قادری مدظلہم اور حضرت مولانا محمد فضل الرحمٰن اور حاجی شیخ محمد اکرم صاحب[۲] اور جناب ڈاکٹر محمد اقبال احمد صاحب[۳] اور پاکستانی ہوٹل والے حاجی غلام حسین صاحب، سب سے بہت نیاز مندانہ سلام محبت وعقیدت کے بعد دعوات خاصہ ضرور طلب کریں---

ہاں دعاؤں اور التجاؤں میں خوب یاد رکھیں----والسلام'' ---

اس خط کے سرنامہ میں کاغذ پر داغ کی وجہ سے مکتوب الیہ کا نام مٹ سا گیا ہے، پڑھا نہیں جاتا، البتہ یہ الفاظ صاف ہیں:

''میرے بڑے ہی پیارے............دین صاحب سلمہ ربہ تعالیٰ'' ---

خط پر تاریخ درج نہیں، البتہ اس میں مندرجہ بالا حضرات کی درخواستیں برائے حج جمع کروانے کا ذکر ہے، اس لیے ۱۹۷۶ء کے کسی ابتدائی مہینا میں تحریر کیا گیا ہوگا--- راقم کا خیال ہے کہ یہ مکتوب حاجی اللہ دین نوری بصیر پوری[۴] کے نام ہے، جو کئی بار مدینہ منورہ کی حاضری سے مشرف ہوئے---

46

حج وزیارت

قرعہ اندازی میں تو نام نہ آیا مگر خصوصی طور پر اسلام آباد سے ویزے حاصل کیے گئے، کیوں کہ اصل منظوری مکین گنبد خضراء ﷺ کی بارگاہ سے ہو چکی تھی---

۷/ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۶ھ/ ۳۱/اکتوبر ۱۹۷۶ء، بروز اتوار، بصیر پور سے روانگی ہوئی، جیسا کہ ایک دستاویز میں خود تحریر فرمایا:

''بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ کل بروز اتوار، ایک بجے دن کے ان شاء اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ زیارت مبارکہ اور حج مبارک کے لیے روانہ ہو رہا ہوں''---

[محررہ ۶/ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۶ھ/ ۳۰/اکتوبر ۱۹۷۶ء]

۴/نومبر کی پرواز سے جدہ اور ۵/نومبر کا جمعہ مدینہ منورہ میں ادا کیا--- راقم کی خوش بختی کی معراج تھی کہ اسے اپنے والدین کریمین، بھائی صاحب، پھوپھی صاحبہ اور ماموں جان کی معیت میں حج کی سعادت نصیب ہوئی---

مدینہ منورہ سے مکتوب گرامی

مدینہ منورہ سے اپنی خیریت سے مطلع کرتے ہوئے مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری کے نام رقم طراز ہیں:

''قرۃ العیون ابوالفضل فضلہ ربہ ذو الفضل العظیم
السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ مرات و کرات--- للہ تعالیٰ الحمد و المنۃ کہ ہم سب سکون و اطمینان سے مدینہ منورہ کی بہاریں لوٹ رہے ہیں، اس وقت

غروبی سات بجے ہیں، صرف میں ہی قیلولہ سے فارغ ہوکر لکھ رہا ہوں، باقی آرام کررہے ہیں اور بڑے خوش وخرم ہیں---

ہماری واپسی ٹکٹ پر ۹ر دسمبر ہے، تو اس لحاظ سے امید کہ ۱۱ر دسمبر کو دارالعلوم پہنچ سکیں---عزیزی الحاج غلام حسین نوری کے ذمہ لگائیں کہ ساہیوال سے ویگن کا کرایہ پر انتظام کرلیں، ساہیوال عوامی (ٹرین) سے اترنے کا خیال ہے---سب کے صلوٰۃ وسلام اورعرض حاجات کردیے ہیں، ہجوم بہت ہی زیادہ ہوگیا تھا، آج ذرہ تخفیف محسوس ہوتی ہے، مکہ مکرمہ بہت جارہے ہیں، بڑا ہی عجیب منظر ہے---

محمد محبّ اللہ درات فہمی صاحب کی مجلس ذکر میں مدنی صاحب کے ساتھ شامل ہوا تھا---سب خورد وکلاں، اساتذہ کرام، طلبائے عظام اور سب بچوں، بچیوں سے دعوات وسلام و پیار اور سب نمازی حضرات سے بھی---

اب حاجی ابو العطاء صاحب بازار سے لبن (دہی) لائے ہیں اور تمہاری والدہ لسّی بنارہی ہیں---مدینہ منورہ کے لطف اٹھا رہے ہیں، للّٰہ تعالٰی الحمد و المنة ع:

خدا دن خیر سے لایا سخی کے گھر ضیافت کے

اللّٰھم ارزقنا العود مرات و کرات---ان شاءاللہ تعالیٰ تمہاری بھی جلد باری آرہی ہے---سب کے سب کو درجہ بدرجہ دعا وسلام---والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرله بیدہ

یوم الاثنین، ثلٰثین من ذی القعدة الحرام ۱۳۹۶ھ

ہاں ابھی حکومت کا اعلان غالباً نہیں ہوا، شاید پہلی ہی بنادیں‘‘---

47

ایک اور والا نامہ

مدینہ منورہ ہی سے ایک اور گرامی نامہ ملاحظہ ہو:

''فرزند عزیز نصرہ ربہ العزیز و جعل لہ من عندہ سلطاناً نصیرا

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ ہم سب خیریت سے محبوب نگر کی بہاریں خوب لوٹ رہے ہیں اور خیریت سے ہیں---اس وقت مکان پر تمہاری پھوپھی قرآن کریم کی تلاوت کر رہی ہیں اور ابو العطاء نرم سیب کھا رہے ہیں اور ابو الضیاء (محبّ) وغیرہ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے گئے ہوئے ہیں، ہاں تمہاری والدہ صاحبہ، ابو العطاء کا کپڑا سی رہی ہیں، سب رفقاء بھی خیریت سے ہیں---

آج صبح آپ کا خط اور کافی عزیزوں کے (خطوط) ملے ہیں، مطمئن رہیں دعائیں خوب ہو رہی ہیں اور التجائیں بھی، وللّٰہ الحمد و المنۃ--- کل ذرا تفصیلی خط پوسٹ کر چکے ہیں، ڈاک کا انتظام یوں ہی ہے، خط ملے یا نہ ملے، دل تو ملے رہتے ہیں--- اللھم اجمع قلوبنا علی الھدیٰ و الحق و اجنبنا عن شر الشیاطین و اخوانہ من الجنۃ والناس---

سب سے سلام دعا کہیں، دار العلوم کی خدمات جتنی بھی زیادہ کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ دعاؤں کا زیادہ فائدہ ہوگا--- دار العلوم اور گھر کا خوب خیال رکھیں، محقق صاحب کا وظیفہ [۵] چار صد کے فوق یا تحت ہونا چاہیے، خود مناسب خیال کر لیں---

سب خورد و کلاں کو ہم سب کی طرف سے سلام و دعا---تمہاری

حاضری خاصہ کی درخواست بھی پیش کرنی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ، جو ضرور قبول ہوگی--- امید کہ ۱۱/دسمبر ۱۹۷۶ء کو ہم دارالعلوم پہنچ جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، ویسے کبھی جہاز یا گاڑی لیٹ بھی ہو جاتے ہیں--- والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ حالّ المدینۃ المنورۃ

یوم الاربعاء، ۳/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۹۶ھ

ابھی حکومت کا اعلان حج نہیں سنا''

درس بخاری وزیارات

اس سفر مقدس میں بھی حسب سابق آپ نے بخاری شریف کا درس دیا--- روزانہ بعد نماز فجر تین گھنٹے گنبد خضراء کے سامنے برآمدہ میں بیٹھ کر درس دیتے، متعدد علماء کرام شریک درس تھے--- اکثر حضرت مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری عبارت پڑھتے، کبھی کبھی مولانا ابوالفیض علی محمد نوری اور بعض اوقات راقم کو بھی یہ سعادت نصیب ہوتی رہی---

چوں کہ یہ ہمارا پہلا سفر تھا، اس لیے آپ نے ہمیں زیارتیں بھی کرائیں اور بعض زیارات کے لیے حضرت حافظ رحمت علی مدنی کو ہمارے ساتھ بھیجا--- اصطفاء منزل میں ہماری رہائش تھی، جو بالکل مسجد نبوی کے سامنے اور قریب ترین تھی---

درس بخاری کے علاوہ زیادہ وقت قرآن کریم کی منزل، درود پاک اور مسائل پوچھنے والوں کے جوابات عنایت فرماتے--- استفتاء کرنے والوں کا ہجوم رہتا، چوں کہ حج قریب تھا، اس لیے تفصیل سے مسائل حج بیان کرتے---

بیر علی (ذوالحلیفہ) سے ہم نے حجِ قران کا احرام باندھا اور حضرت کی معیت میں

مناسک حج ادا کیے--- مواجہہ عالیہ پر آپ کی وجدانی کیفیتیں اور حج میں آپ کی روحانی برکات کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا--- ان خوش گوار مناظر کی یاد آتی ہے تو ایک قیامت گزر جاتی ہے:

وَاھاً لِسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ آں عہدِ حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت درداوہ مدینہ کا جانا [اعلیٰ حضرت]

میدان عرفات

ہمارا معلم سراج قصاص تھا، اتفاق سے عرفات میں ساتھ والے خیمہ میں صاحبِ بہارِ شریعت حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رحمۃ اللہ علیہ اور جامعہ ضیاء العلوم راول پنڈی کے مہتمم مولانا سید حسین الدین شاہ تشریف فرما تھے--- نماز کا وقت ہوا تو ان حضرات نے سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے فتویٰ کے مطابق ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کیں (علامہ ازہری نے بھی حضرت کے وصال پر اپنے ایک مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، محررہ ۶ رمئی ۱۹۸۳ء میں اس کا ذکر کیا)، بعدہٗ تین دعائیں ہوئیں، ان تینوں حضرات نے اپنے اپنے انداز میں دعا کروائی--- تب رقت اور نور و سرور کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی--- ان نورانی و روحانی کیفیات کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے---

راقم کی مدینہ منورہ دوبارہ حاضری

دیگر حضرات تو حج سے فراغت پا کر واپس ہوئے مگر احقر نے مدینہ منورہ

دوبارہ حاضری کی اجازت لی، مولانا ابوالفیض علی محمد نوری نے مجھے عازم مدینہ پایا تو وہ بھی میرے رفیق سفر بن گئے، مولانا حافظ رحمت علی مدنی صاحب بھی شریک قافلہ ہوئے--- حضرت فقیہ اعظم نے تھوڑے توقف کے بعد اجازت عطا فرمائی--- چناں چہ مولانا ابوالفضل کو میری باردگر حاضریٔ مدینہ منورہ کی بڑی مسرت کے ساتھ اطلاع دیتے ہیں:

فرزند عزیز سلمہ ربہ العزیز و نصرہ و احبہ و اعزہ

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ خیریت و عافیتِ اعزہ مطلوب--- للّٰہ تعالیٰ الحمد و المنة کہ سب ارکان و فرائض و واجبات حج ادا کر چکے ہیں، الا طواف الوادع فانہ عند الوادع---سب رفقاء خیریت سے ہیں، اژدہام بہت زیادہ تھا، بہرحال آرام سے حاجات نے بھی رمی کی اور طواف زیارت بھی، فللّٰہ الحمد و المنة

محبّ، محبّ ہی ہے

اب آپ کا محبّ اور ابوالفیض زیارت ثانیہ کے لیے مجھ سے رخصت لے کر طواف وداع وغیرہ کے لیے حرم شریف گئے ہیں، مدنی صاحب بھی ان کے ساتھ ہیں، ان کی چائے اور ناشتہ تیار ہے، ان شاءاللہ تعالیٰ آج ہی روانۂ مدینہ منورہ ہو رہے ہیں---

للّٰہ تعالیٰ الحمد و المنة کہ محبّ، محبّ ثابت ہو رہا ہے اور سفر میں بہت اچھا رہا ہے--- اللہ تعالیٰ حقیقی محبّ بنائے اور مقبول بارگاہ عالیہ بنائے---آمین یا ارحم الراحمین

یہ خط عزیزی الحاج محمد اسحاق نوری کو دے رہا ہوں کہ ان کی کل کی

پرواز ہے، آپ کو فون بھی کر دیں گے اور یہ خط بھی فوراً پوسٹ کر دیں گے، ان شاءاللہ تعالیٰ---

ہماری پرواز ان شاء اللہ تعالیٰ نو دسمبر، بروز جمعرات ہے اور دس کو عوامی پر سوار ہو کر گیارہ کو ساہیوال اتریں گے---اللہ تعالیٰ خیریت سے واپس لائے اور خیریت ہی دکھائے، آمین یا رب العالمین---اب ہم تین روز مکہ مکرمہ میں ہیں اور آٹھ دسمبر کو عین العزیزیہ کا پروگرام ہے، مرزا صاحب صبح اپنی گاڑی سے منگوائیں گے اور نو (دسمبر) کو ایئر پورٹ (المطار) پر پہنچائیں گے---سب خورد و کلاں سے بہت بہت دعا وسلام، تمام نمازی، طلبائے کرام، اساتذۂ عظام وغیرہم سے بھی--- سب رفقاء خیریت سے ہیں، سب رفقاء کی طرف سے بھی سلام ودعا---والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ حال مکۃ المکرمۃ

۱۴/ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۹۶ھ/ ۵/دسمبر ۱۹۷۶ء

احقر کی حاضریٔ مدینہ منورہ کے دوران مکتوباتِ فقیہ اعظم

۱۴/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۹۶ھ کی صبح مدینہ منورہ روانگی کے وقت حضرت سیدی فقیہ اعظم ہمیں موقف (بس اسٹینڈ) تک الوداع کہنے آئے اور ہم بخیریت مدینہ منورہ پہنچ گئے--- چند روز بعد ۹/دسمبر ۱۹۷۶ء کو حضرت فقیہ اعظم جدہ سے کراچی روانہ ہوئے، ۱۱/دسمبر کو بصیر پور پہنچ کر راقم کے نام گرامی نامہ تحریر فرمایا:

الولد الاحب احبہ اللہ تعالیٰ و رسولہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحبہ و بارك وسلم

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ یہاں خیریت و عافیت اعزہ مطلوب و مرغوب--- بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ ہم سب بخیر و عافیت تامہ نہایت آرام سے بروز ہفتہ، ۱۱/ دسمبر ۱۹۷۶ء، صبح آٹھ بجے کے قریب دارالعلوم پہنچ گئے اور سب خیریت پائی--- وله تعالٰى الحمد و المنة

کراچی بابو رشید احمد ایئر پورٹ پر پہنچا ہوا تھا مگر اندر نہ جا سکا، پابندی کافی تھی، ہم نے خود کسٹم کروالیا، جو بڑی آسانی سے ہو گیا---کوئی چیز خلاف قانون نہ ہو تو اچھا رہتا ہے--- ویسے بابو رشید احمد صاحب ایک ٹرک اور کار لائے تھے، کار میں ہم بیٹھ گئے اور سامان ٹرک پر چلا گیا اور صبح تیز رو پر پونے دس بجے کراچی سے روانہ ہوئے اور تقریباً ساڑھے چھ بجے اوکاڑا اترے--- ساہیوال (مولانا) ابوالفضل، چودھری (محمد شفیع نوری)، حاجی غلام حسین نوری وغیرہم پہنچے ہوئے تھے، ایک جیپ اور کار لے کر- ان کو کہا کہ اوکاڑا اترنا ہے، چنانچہ سب، کچھ گاڑی میں اور کچھ کار وغیرہ میں پہنچے--- جب ہم اوکاڑا اترے تو حاجی محمد اسحاق نوری صاحب بھی کار لے کر منتظر تھے، چناں چہ بخیریت گھر پہنچے---

کراچی اترتے ہی سردی نے خوب استقبال کیا، کافی سردی ہے پاکستان میں---کراچی کافی ٹھنڈی ہوا تھی، ائیر پورٹ پر سردی خوب لگی، کیوں کہ کمبل وغیرہ بند کر کے صدر صاحب نے عملہ جہاز کو دے دیے تھے اور کراچی سامان کافی دیر سے ملا--- بہر حال آپ لوگ چادریں اور کمبل ساتھ رکھیں، تم نے گرم لوکار (اونی چادر) نہ لی، اگر سردی لگے تو مدینہ منورہ سے دھسا خرید لیں---

باقی سب خیریت ہے، دارالعلوم کے حالات بھی بہت اچھے ہیں--- مزید دعائیں کرتے رہیں اور بارگاہ عالیہ میں میرے نیاز مندانہ صلوٰۃ وسلام

بلاناغہ آپ دونوں (محبّ اور ابوالفیض) عرض کرتے رہیں اور درخواست کرم خاص الخاص بھی کرتے رہیں--- ہاں ہاں! نہایت ادب سے رہیں اور دل و دیدہ و ظاہر و باطن کی حفاظت کرتے رہیں، تاکید اکید ہے آپ دونوں کو--- سب کی طرف سے دعا و سلام

والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۲۱/ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۹۶ھ/۱۳/دسمبر ۱۹۷۶ء

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

''فرزندان عزیز مولانا ابوالفیض علی محمد نوری و مولانا محمد محبّ اللہ سلمھما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ یہاں خیریت و عافیت عزیزاں مطلوب و مرغوب--- آج انتظار شدید و مدید کے بعد تمہارا مرسلہ مکتوبِ مدینہ عالیہ موصول ہوا--- الحمد للہ تعالیٰ کہ خیریت سے ہیں--- اتنی لکھنے میں دیر کیوں کی؟--- اب دیر ہرگز نہ کیا کریں---

مواجہہ عالیہ میں میرے صلوٰۃ و سلام بلاناغہ جاری رکھیں اور ایک ایک سیکنڈ حاضری کا غنیمت جانیں--- اب امید کہ رش ٹوٹ چکا ہو گا اور حاضری خوب اطمینان سے نسبۃً ہوتی ہو گی--- اللّٰھم ارزقنی الحضور فی المواجھۃ العالیۃ بالاطمینان و السکون مرات و کرات---

مولوی محمد عبدالرحمٰن نوری صاحب بھی حویلی (لکھا) سے آئے ہوئے ہیں اور خیریت سے ہیں اور محقق صاحب بھی خیریت سے ہیں''---

[محررہ ۲۷/ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۹۶ھ/ ۱۸/دسمبر ۱۹۷۶ء]

15

سفرِ مقدس سے ہماری واپسی

کم و بیش ۲۷ روز دوبارہ مدینہ منورہ حاضری نصیب رہی--- بحمدہ تعالیٰ یہ حاضری خاص کیفیتوں کی حامل تھی--- واپسی پر ہمیں لینے کے لیے برادر گرامی حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری کراچی تشریف لائے--- حضرت فقیہ اعظم ایک گرامی نامہ میں مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن کو تحریر کرتے ہیں:

''آپ کے عزیز بھائی محمد محبّ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ اب ان شاء اللہ تعالیٰ پرسوں منگل کی صبح تیز رو سے اوکاڑا اترنے والے ہیں اور آپ کے بھائی ابوالفضل محمد نصر اللہ اور چودھری محمد شفیع نوری کراچی (گزشتہ) کل بعد از ظہر روانہ ہوگئے کہ تیز رو کے ذریعے کراچی استقبال کریں--- دعائیں کریں کہ اللہ آپ کے دونوں بھائی خیریت سے لائے اور ہر طرح کی خوشی دکھائے''---

[محررہ ۲ / جنوری ۱۹۷۷ء]

مولانا ابوالفیض کے نام مکتوبِ فقیہ اعظم

سفرِ مقدس سے واپسی پر علامہ ابوالفیض نے حضرت فقیہ اعظم کے نام ایک عریضہ میں حج کے بعد کی اس بار دگر حاضری کے بارے میں اپنے تاثرات اور احقر کے حوالے سے کلماتِ خیر تحریر کیے تو جواباً حضرت نے گرامی نامہ رقم فرمایا:

رفیق خاص الخاص سراپا اخلاص ابوالفیض النوری

سلمہ ربہ تعالیٰ عن جمع البلاء الحقیقی و الصوری

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ--- مزاج وہاج ؟---

للّٰہ تعالٰی الحمد و المنۃ کہ آپ تینوں (محبّ، مدنی اور ابوالفیض) خیر و عافیت دارین سے واپس آ گئے--- بڑا ہی سرور در سرور ہوا، اللّٰھم عودا بعد عود--- یہ محض اللہ رب العٰلمین کا خصوصی فضل و کرم ہی ہے کہ اس نے نیک اولاد عطا فرمائی ہے اور نیک راستے دکھائے، ورنہ میں کیا---

سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا ہے:

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

مگر میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا، جب کہ میرا رب اعظم و اعلیٰ تو فرماتا ہے:

هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا○---[٦]

("یقیناً انسان پر زمانے میں ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ جس میں وہ قابل ذکر چیز نہ تھا"---)

[محررہ ۲/جنوری ۱۹۷۷ء]

چوں کہ اس سفر میں ہم حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں گئے تھے، مولانا ابوالفیض کی کھجوریں آپ کے سامان میں بصیر پور آ گئیں تو واپسی پر مولانا نے اپنے خادم نعت خواں امانت علی کو کھجوریں لینے بھیجا تو آپ نے لفظ "امانت" کی معنویت کے پیش نظر انھیں تحریر فرمایا:

"آپ کی کھجوریں ہو سکتا ہے کہ آپ سے ہی سبق محبت پڑھ چکی ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میری محبۃ التمر کا اثر ہو--- چناں چہ احد شریف کی محبت سے ظاہر ہے--- وہ امانت گھر محفوظ ہے، جو حسب التحریر امانت (مولانا ابو الفیض کے خادم اور نعت خواں) ہی کے سپرد ہونی مناسب ہیں"---

[حوالہ بالا]

15

حواشی

① اس نعت کے مزید دو شعر:

پیارے خدا دے دوا دے ، شفا دے
وچھوڑے دے مارے جِوا دے، ہسا دے
نہ ہٹساں میں اصلوں وی فریاد کرنوں
مرے مولا یا تاں ایہہ پردے ہٹا دے [حضرت فقیہ اعظم]

② الحاج محمد اکرام مدنی اوکاڑوی خطیب مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کے چچا جان، کم و بیش چالیس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے، دسمبر ۲۰۱۳ء میں وفات پائی اور بقیع شریف میں مدفون ہوئے---

③ لاہور کے رہنے والے تھے، سال ہا سال مدینہ طیبہ میں مقیم رہ کر طبی خدمات انجام دیتے رہے، ان کے صاحبزادے محمد اشفاق مسجد نبوی کے خدام میں شامل ہیں---

④ نومسلم تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت فقیہ اعظم کے دست اقدس پر بیعت ہوئے--- بچوں سمیت براستہ بغداد معلٰی، حجاز مقدس کا پیدل سفر کیا، کئی حج و عمرے کیے، بصیر پور میں مدفون ہوئے---

⑤ صدر المدرسین مولانا ابوالضیاء محمد باقر بھی حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ حاضر حرم تھے، اس لیے ان کے اسباق حضرت مولانا محمد رمضان محقق نوری صاحب کے ذمہ لگائے گئے، وہ روزانہ حویلی لکھا سے آ کر تدریسی ذمہ داری نباہتے رہے---

⑥ سورۃ الدھر :۱

52

۱۳۹۷ھ کا سفرِ حج

۱۹۷۷ء کے انتخابات میں پاکستان قومی اتحاد کے پلیٹ فارم پر بھرپور شرکت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، ۵/ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا خاتمہ کر کے نئے انتخابات کا اعلان کیا، مگر کچھ عرصہ بعد غیر معینہ مدت کے لیے انتخابات کو ملتوی کر دیا--- سیاسی ہنگاموں سے فرصت ہوئی تو آپ نے سفر مقدس کا عزم کیا، حالاں کہ پہلے درخواست حج نہیں دی تھی--- چنانچہ اپنے مرید خاص حاجی رشید احمد نوری کے نام لکھتے ہیں:

> ''اب پھر شوق حاضریٔ مدینہ منورہ زوروں پر ہے، پہلے خیال تھا کہ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو الیکشن ہونے کے بعد حاضری دوں گا، مگر اب التوا ہوا تو فرصت ہوگئی--- ہاں سعودیہ والوں نے پاسپورٹ پر ویزا دینا بند کیا ہوا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ سعودیہ سے کوئی صاحب ساڑھے تین صد ڈالر بھیجیں تو ویزا لگ سکتا ہے--- چناں چہ اس کی کوشش شروع ہے، امید کہ جلدی کام بن جائے گا--- دل سے خوب دعا کریں''---

[محررہ ۲۰/ اکتوبر ۱۹۷۷ء]

بالآخر قائد اہل سنت حضرت علامہ احمد شاہ نورانی صدیقی کی کوشش سے ویزا مل گیا، جیسا کہ اپنے ایک تلمیذ و مرید خاص مولانا منیر احمد نوری فرید پوری کے نام خط میں تحریر فرمایا:

''اب مجھے اسپیشل رخصتِ زیارت حضرت مولانا نورانی شاہ صاحب مدظلہم کی سفارش سے مل گئی ہے.................--- ۷؍نومبر ۱۹۷۷ء کو روانگی بصیر پور سے اور گیارہ (نومبر) کو پرواز ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ''---

[محررہ ۳؍نومبر ۱۹۷۷ء]

چناں چہ ۷؍نومبر ۱۹۷۷ء/ ۲۵؍ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ، بروز پیر، حج و زیارت کے لیے بصیر پور شریف سے روانہ ہوئے---

[ماہ نامہ نور الحبیب، نومبر ۱۹۷۷ء، صفحہ ۹]

مولانا منیر احمد نوری فرید پوری بہت خوش ذوق ہیں، جب علاقہ میں بہت کم لوگوں کے پاس کار تھی، اس وقت بھی انھوں نے اپنی گاڑی رکھی ہوئی تھی---

حضرت فقیہ اعظم ان سے بہت شفقت فرماتے تھے، حجاز مقدس سے واپسی پر انھیں لکھا:

''۲۴؍دسمبر ۱۹۷۷ء کی شام کو سفر حرمین کریمین سے دار العلوم واپسی ہوئی---آپ نے سن تو لیا ہوگا مگر چوں کہ ''باکار'' ہیں، شاید اس لیے نہ مل سکے ہوں، ''بے کار'' حضرات تو کافی مل چکے ہیں--- بہر حال میں اس خط کے ذریعہ نصف الملاقات کر رہا ہوں--- یہاں خیریت اور آپ کی عافیت مطلوب ہے''---

[محررہ ۱۹؍جنوری ۱۹۷۸ء]

۱۳۹۸ھ کا سفر عمرہ و زیارت

۲۱ رشعبان المعظم ۱۳۹۸ھ/ ۲۸ رجولائی ۱۹۷۸ء، بعد از نماز جمعہ مبارکہ، روانگی از بصیر پور برائے زیارت مدینہ منورہ ہوئی--- روانگی سے دو ہفتے پہلے احقر کے نام گرامی نامہ تحریر فرمایا، راقم ان دنوں جامعہ مظہر العلوم بندیال شریف میں ملک المدرسین حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی[۱] کے ہاں زیر تعلیم تھا، حضرت سیدی فقیہ اعظم نے حاضری مدینہ منورہ کے مفصل پروگرام سے یوں آگاہ فرمایا:

''فرزند عزیز محمد محبّ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ وقواہ

السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ ہم بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں اور تمہاری عافیت مطلوب ہے---اس وقت داروغہ والا حاجی محمد اسحاق نوری کی کوٹھی میں عصر کی نماز پڑھ کر یہ خط لکھ رہا ہوں--- آج ہم نے مدینہ منورہ کا ٹکٹ خرید لیا ہے، جو لاہور سے کراچی پی آئی اے اور کراچی سے سعودیہ (ائیر لائن) پر دہران اور پھر تقریباً چار گھنٹہ کے بعد دہران سے مدینہ منورہ پرواز ہے اور واپس مدینہ منورہ سے جدہ اور جدہ سے کراچی سعودیہ پر اور کراچی سے لاہور پی آئی اے پر، ان شاء اللہ--- پانچ ہزار

دس روپے کا ٹکٹ ملا ہے اور روانگی ان شاء اللہ تعالیٰ ۲۹/ جولائی ۱۹۷۸ء لاہور سے سوا گیارہ دو پہر اور ۳۰/ جولائی، صبح ساڑھے چھ بجے کراچی سے اور ظہر مدینہ منورہ ان شاء اللہ تعالیٰ---

آپ کے پیارے بھائی ابوالفضل کی ابھی تک ذرا طبیعت ناساز ہے، صحت کی دعائیں پرزور کریں، مسافر کی دعا جلدی قبول ہوتی ہے، تاکید ہے''---

[محررہ ۷/ جولائی ۱۹۷۸ء]

اپنے تلمیذ رشید اور داماد مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن کوثر رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط میں لکھا:

''لاہور سے پرواز ۲۹/ جولائی، بروز ہفتہ ہے، پرزور دعائیں کرتے رہیں---

ع

خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کے

جل جلال ربی و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبی حبی و بارك وسلم''---

[محررہ ۷/ جولائی ۱۹۷۸ء]

مدینہ منورہ سے مکتوب گرامی

مدینہ منورہ پہنچ کر یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا:

الولدان الاحبان ابوالفضل و المحب احبهما ربهما

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- بعداز دعوات عافیت دارین آں کہ بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ اتوار کی عصر مدینہ منورہ میں ادا کی--- مورخہ ۳۰/ جولائی ۱۹۷۸ء کو بڑی آسانی سے سفر ہوا، گو جہاز سعودیہ کے ان کی

عادات کے مطابق کافی لیٹ رہے، کراچی سے پانچ گھنٹے لیٹ چلا اور ظہران سے مدینہ منورہ جانے والا بھی تین گھنٹہ لیٹ آیا اور بعد چلا--- مدینہ منورہ عزیز انتظار میں کھڑے تھے، شودری خوشی محمد نوری اور کئی اور عزیز بھی تھے--- تین گاڑیاں لے کر کھڑے تھے--- الحمد للّٰہ بڑے آرام سے پہنچے--- ظہران کسٹم ہوا، بڑا ہی آسان---

اب مولانا الحاج ابوالفضل النوری سلمہ ربہ تعالیٰ کا کیا حال ہے؟--- امید کہ بفضلہ تعالیٰ شفا ہو چکی ہو گی--- ہر نماز اور مقام پر دعائیں اور بارگاہ عالیہ میں التجائیں کر رہا ہوں اور سب دوستوں سے بھی دعائیں کرا رہا ہوں--- کوئی فکر نہ کریں، انَّ اللّٰہ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم ---ابھی تک تمہارا کوئی خط نہیں ملا، ہاں! بیٹو! سستی مت کرنا، ہر تیسرے دن تاریخ لکھ کر خط پوسٹ کیا کریں--- ہاں، حاجی محمد اسحاق نوری کو اشتباہ لگا، شھر واحد ضرور لکھا ہوا ہے مگر وہ مدت دخول کا ہے، یعنی ایک مہینا کے اندر اندر سعودیہ مملکت میں داخل ہو سکتے ہیں اور یہاں رہنے کی مدت وہی ان کا اسبوعان لکھا ہے---اب کوشش کر رہے ہیں کہ شوال المکرّم کی چھ سات تک مدت بڑھ جائے مگر سب کہتے ہیں مشکل ہے اور مشکلوں کے آسان والا بھی وہی ہے، ہم تو مقیم ہو گئے ہیں، نمازیں پوری پڑھ رہے ہیں اور کوئی فکر نہیں--- ہاں بعض دوستوں نے ایک تجویز بتائی ہے کہ حج کی درخواست دی جائے تو اجازت مل جاتی ہے، چالیس سے زائد ریالات لگ جاتے ہیں--- اگر یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی تو ان شاءاللہ تعالیٰ حج کی درخواست دے کر آرام سے بعد از عید عمرہ کر کے واپس ہو جائیں گے، ورنہ شاید عمرہ نہ ہو سکے--- رمضان المبارک ۱۳۹۸ء اعتکاف کا ارادہ ہے،

اب مشکل یہ بنی ہے کہ کمپنی نے بھی چارج ریاض کے افسروں کو دے دیا ہے، جو قدرتی طور بڑے سخت ہیں---سب سے درجہ بدرجہ دعا وسلام---

ہاں وہ میری تاریخی ٹوپی [۲] جس کی ابوالفضل کو بڑی چاہ تھی، وہ شیخ بشیر احمد کو تاکید کر کے دی تھی کہ پہنچا دیں، کیا وہ ٹوپی اور پاکستانی روپے، جو سو سے زائد تھے، وہ اکٹھے شیخ صاحب نے دیے ہوں گے، امید کہ محمد محبّ اللہ وغیرہ کو کافی ہوں گے--- اگر اور ضرورت ہو تو قرض لے لیں، کھانے پینے میں تنگی نہ کریں، تاکید ہے اور خط ہر تیسرے دن لکھا کریں---

مولوی محمد ظہور اللہ کا کیا حال ہے، کیسے رہتے ہیں؟---صدر صاحب سے پڑھتا ہے یا بس؟---صدر صاحب اور مفتی صاحب سے بھی سلام و دعا--- حافظ محمد اسد اللہ قرآن کریم کہاں سنا رہے ہیں؟--- قاری غلام رسول نوری صاحب اور حافظ دل میر نوری کہاں سنا رہے ہیں؟---

عرس شریف [۳] اچھی طرح خیال سے کریں---نمازیں پابندی سے ہوتی رہیں، مولوی محمد محبّ اللہ صاحب جمعہ میں تقریر کیا کریں، سستی ہرگز نہ کریں، سخت تاکید ہے---

دعا گو فقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ از مدینہ منورہ

یکم اگست ۱۹۷۸ء، قبیل عصرنا و بعد عصر الحکومۃ

ایک اور گرامی نامے میں تحریر فرمایا:

فرزند عزیز مولانا الحاج ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری

و مولانا محمد محبّ اللہ سلمھما ربھما

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ میں بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ پیارے شہر مدینہ سید الامصار میں خیریت سے ہوں اور

تمہاری خیریت اور شفا کے لیے استغاثے اور دعائیں کر رہا ہوں---
ان شاء اللہ تعالیٰ خیریت ہو گی، دل مضبوط رکھیں--- مجھے آج یہاں
چھٹا روز ہے اور حاجی رشید احمد صاحب بابو کراچوی کا خط کل ملا، تمہارا خط نہیں ملا،
بیٹا یوں نہ کریں، ہر تیسرے دن خط ضرور لکھا کریں--- حاجی محمد اسحاق
صاحب نوری کی ملاقات آج حرم شریف میں ہوئی اور تازہ استغاثہ بھی
کر دیا ہے اور بعد از نماز جمعہ دوبارہ استغاثہ کیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ
کرتا رہوں گا--- حاجی صاحب نے کافی تسلی دی ہے، اب اللہ تعالیٰ کا
فضل ہو اور تمہارا خیریت کا خط آجائے تو تسلی ہو، جلدی جلدی لکھا کریں---

محمد محبّ اللہ بیٹا، تمہارے ساتھ تو کافی امیدیں وابستہ ہیں،
ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے بھائی کی خدمت کرو اور دین اسلام کے پروانے بن جاؤ،
کوئی کمی نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ--- مدرسی کچھ مشکل نہیں، یہی ہمارا مشغلہ ہے---
دنیاوی عزتیں بھی اس میں ہیں اور اخروی بھی--- میرے اشاروں پر
چلتے رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی تمہارے قدم چومے گی---

اپنی والدہ صاحبہ کو خوش رکھا کرو اور جمعہ کی تقریر اور نمازوں کا
خاص خیال رکھا کرو، کوئی بچے نہیں ہو--- بس خوب کام کرو، کوئی کمی نہیں---

اپنے ماموں جی کو اور چچا جی اور سب خورد و کلاں کو بہت سلام و دعا،
مفتی محمد اجمل صاحب [۴] کے لیے اور مولانا عبد الرحمٰن کے لیے بھی
کافی دعائیں کر رہا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ لڑکے عطا ہوں گے---
محقق صاحب کو بھی سلام محبت اور سب طلباء اور نمازیوں کو بھی---

آج ان شاء اللہ تعالیٰ اصطفاء منزل میں جگہ مل جائے گی، سب حضرات
کے لیے دعائیں کر رہا ہوں، کوئی فکر نہ کریں، مرض آتی جاتی رہتی ہے---

صدر صاحب اپنے فرائض سے ہوشیار رہیں---

دعا گو ابوالخیر النعیمی غفرلہ

[لفافہ پر ڈاک خانہ کی تاریخ ۱۲/اگست ۱۹۷۸ء]

حضرت مولانا ابوالفضل کا وصال

حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روانگی سے تیسرے دن آپ کے صاحبزادے استاذ العلماء حضرت علامہ ابوالفضل محمد نصراللہ نوری شدید علیل ہو گئے--- علاج کے لیے لاہور لے جایا گیا--- راقم نے حضرت فقیہ اعظم کو بذریعہ خط تمام صورت حال لکھ بھیجی--- علاج جاری تھا کہ ۱۳/رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/ ۱۹/اگست ۱۹۷۸ء، بروز ہفتہ، استاذ العلماء حضرت ابوالفضل محمد نصراللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا--- کراچی سے بابو رشید احمد نوری کے ڈرائیور طالب حسین نوری نے مدینہ منورہ آپ کو تار بھیجا:

KARACHI 13/12 19 0744

MOHD NURULLAH PAKISTAN HOTEL BABEMAJIDI

MADINA MNAWARA

MOLVI NASRULLAH DIED TODAY

TALIBHUSSAIN

اس موقع پر آپ نے مثالی صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا---آپ کے رفیق سفر مولانا حافظ منظور حسین نوری صاحب رقم طراز ہیں:

''عالم نبیل فاضل جلیل اور فرزند شکیل و جمیل مولانا الحاج ابوالفضل

محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے عین عالم شباب (تب آپ کی عمر صرف ۳۹ برس تھی) میں وصال کی خبر بذریعہ تار جب مدینہ منورہ میں پہنچی تو صرف میں ہی پاس تھا--- وہ گھڑی قیامت کی گھڑی تھی، مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا، تار کے انگریزی الفاظ میرے منہ سے نہ نکل سکے، حضرت نے میری حالت سے اندازہ لگا لیا--- اس وقت آپ کے سینے سے ابلتی ہوئی ہنڈیا کی طرح آواز آنے لگی، مگر آپ نے فوراً مسجد نبوی میں نماز کی نیت باندھ لی اور دوگانہ صبر ادا فرمانے لگے--- یہ تھا اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ پر عمل''---

[یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری،

مشمولہ ماہ نامہ نور الحبیب، جمادی الآخرہ/ رجب ۱۴۰۵ھ]

واپسی

آپ حافظ صاحب موصوف کے ساتھ حضرت مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے چوتھے دن بصیر پور واپس ہوئے--- جیسا کہ چودھری محمد اسحاق نوری اور چودھری عبدالرزاق نوری (مقیم مدینہ منورہ) کے نام ایک مکتوب میں لکھا:

''میں نے آپ حضرات سے رخصت ہو کر مورخہ ۲۲ راگست ۱۹۸۷ء کو ہی نمازِ عصر کی جماعت دارالعلوم کی مسجد میں کرائی--- بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مولانا محمد نصر اللہ کی والدہ نے بھی خوب صبر سے کام لیا............---

............حاجی صاحب! پیارے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہر حاضری میں میرے محبت بھرے صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہیں اور رو رو کر یہ بھی عرض کیا کریں کہ حضور! میرے حال پر کرم فرمائیں---

مشکلات میں گھر گیا ہوں، آسانی ہی آسانی ہو جائے---شودری خوشی محمد نوری صاحب اور ان کے بچوں کو میرا اسلام و دعا پہنچائیں اور وہی مضمون مندرجہ بالا اور مرزا (محمد ایوب) صاحب (جدہ) سے بھی بہت بہت دعا و سلام کے بعد آپ سب صاحبان میرے لیے سفارش کرتے رہیں تو ضرور کرم فرمائیں گے---

(۱۶ر دسمبر، بروز ہفتہ کو ختم چہلم تھا، اس حوالے سے تحریر فرمایا:)

آپ لوگ مدینہ منورہ میں دعائیں فرمادیں اور قرآن کریم کے ختم کا ثواب پہنچادیں'---

[محررہ ۸ر اگست ۱۹۷۸ء]

۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/ ۲۲ر اگست ۱۹۷۸ء کو آپ بصیر پور پہنچے، اگلے دن سترہ رمضان المبارک تھا، جو آپ کے والد گرامی حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا یوم وصال ہے--- اس دن آپ ہر سال شہداءِ بدر اور اپنے والد گرامی کے ایصال ثواب کے لیے محفل منعقد کرتے، جس میں متعدد علماء کرام شریک ہوتے--- اس بار حضرت مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کی قل خوانی کا ختم بھی اسی موقع پر رکھا گیا---

اعتکاف

حضرت سیدی فقیہ اعظم نے اس سانحہ پر مثالی صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، جزع، فزع کی بجائے آپ کی زبان پر تسبیح و تحمید و تہلیل و ترجیع[۵] کے کلمات تھے--- چوں کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا تھا، اس ارادہ کی تکمیل اور استعانة بالصبر والصلٰوة کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے ۲۰ر رمضان المبارک کو

نماز عصر کے بعد جامع مسجد نور دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں معتکف ہو گئے---

حدودِ حرم سے باہر قصر پر دَم

اسی قیام مدینہ منورہ کے دوران میں ایک روز عمرہ کے لیے غالباً الحاج چودھری خوشی محمد نوری یا چودھری عبدالرزاق نوری کی گاڑی پر مکہ مکرمہ گئے---مناسک عمرہ سے فراغت پر مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو چودھری صاحب نے کہا کہ رش سے باہر نکل کر کہیں رک کر حلق یا قصر کرائیں گے--- کچھ فاصلہ پر جا کر بال کٹوائے، حضرت سیدی فقیہ اعظم نے فرمایا کہ میرا خیال ہے ہم نے حدود حرم سے باہر بال کٹوائے ہیں اور ہم پر دم پڑ گیا ہے--- تحقیق پر پتہ چلا تو یہ خیال درست ثابت ہوا، چناں چہ آپ نے کسی تاویل کا سہارا لینے کی بجائے چودھری محمد اسحاق اور ان کے صاحبزادے چودھری عبدالرزاق کے ذمہ لگایا کہ کسی روز مکہ مکرمہ جا کر حدود حرم میں دم دے دیں--- بصیر پور واپسی پر آپ نے یاد دہانی کراتے ہوئے انھیں خط لکھا:

''ہاں، اب خط ایک ضروری کام کے لیے لکھ رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہمیں اس عمرہ میں جو مکہ مکرمہ جا کر ادا کیا تھا، ایک ایک دم پڑ گیا تھا، لہٰذا آپ کو وکیل بناتے ہیں کہ ہماری طرف سے ایک ایک دم کر دیں--- ایک میری طرف سے، ایک حافظ منظور حسین نوری کی طرف سے اور ایک حاجی رشید احمد بھٹی نوری کی طرف سے--- روپے ہمارے تینوں کے آپ ہی کے پاس ہیں، ان سے ایسا جانور جو قربانی کے لائق ہو، یعنی ایسا بکرا یا دنبہ جو سال بھر کا ہو، کر دیں--- اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے''---

[محررہ ۳۰/اگست ۱۹۷۸ء]

اس کے بعد ایک خط میں دم ادا کرنے کی تصدیق چاہتے ہوئے پوچھا اور کس درد سے تحریر فرمایا:

''ہاں! ہمارے دم دے دیے تھے؟--- کاش کب خود اس کمینہ کی قربانی بھی درِ انور پر پیش اور قبول ہوگی؟''---

[بنام چودھری محمد اسحاق نوری، ۱۹؍نومبر ۱۹۷۸ء]

58

حواشی

① دنیائے تدریس کے بے تاج بادشاہ، دبستان خیرآبادی کے آخری ترجمان، ملک المدرسین خاتم المحققین، امام المناطقہ، رئیس الفلاسفہ، فخر الجہابذہ، استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد گولڑوی بندیالوی قرونِ اولیٰ کے راسخین فی العلم کی تابندہ نشانی اور سلف صالحین کی نمائندہ شخصیت تھے---آپ نے خود کو تدریس کے لیے وقف کر دیا تھا اور اس میں کامل اخلاص اور پورے انصاف سے کام لیا---آپ نے علماء و مدرسین کی ایک جماعت تیار کی، جن میں سے اکثر ایسے ہیں کہ ایک ایک فرد اپنی ذات میں ایک مستقل ادارے کی حیثیت رکھتا ہے--- مجھ ایسے بے بضاعت کی تو اوقات ہی کیا، آپ کے تلامذہ میں مفسر قرآن، ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ از ہری، شارح بخاری، علامہ سید محمد محمود احمد رضوی، شارح بخاری شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی، علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہم اور شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی ایسے کتنے ہی اساطین علم وفن شامل ہیں---

عرصہ دراز تک اپنے استاذ گرامی علامہ یار محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع خوشاب میں مدرس رہے، آپ نے نصف صدی تک مسند تدریس کو رونق بخشی، آخری سالوں میں اپنے گاؤں جھوک دھمن میں ادارہ بنایا اور شدید علیل ہونے کے باوجود سلسلہ تدریس منقطع نہ کیا اور پڑھاتے رہے---۱۲ر فروری ۱۹۹۹ء کو اپنے گاؤں میں

سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے---

(۲) ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں جب کہ تحصیل دیپال پور کے اس حلقہ میں حکومتی پیپلز پارٹی کے امیدوار کے مدمقابل الیکشن لڑنے کے لیے کوئی تیار نہ تھا، حضرت سیدی فقیہ اعظم نے علامہ نورانی کے اصرار پر انتخابات میں حصہ لیا اور ڈٹ کر مقابلہ کیا--- الیکشن کی دھاندلی کے نتیجہ میں شروع ہونے والی تحریک نظام مصطفیٰ کی کامیابی کے بعد بھٹو حکومت کا خاتمہ ہوا، جنرل ضیاء الحق نے انتخابات کی تاریخ کا اعلان کیا تو علاقہ بھر کے وڈیرے اور زمیندار اکٹھے ہو کر آپ کے پاس آئے--- وفد اتنا بڑا تھا کہ دارالعلوم کا صحن بھر گیا--- سب نے متفقہ طور پر کہا کہ آپ الیکشن سے دست بردار ہو جائیں اور ہم میں سے کسی ''میاں/ خاں'' کو قومی اتحاد کی طرف سے الیکشن لڑنے دیں، بصورت دیگر ہم سب مل آپ کی مخالفت کریں گے--- آپ نے فرمایا، میں ذاتی مفاد کے لیے نہیں بلکہ نظام مصطفیٰ کے لیے اور از خود نہیں بلکہ قائدین کے اصرار پر کھڑا ہوا ہوں، میں دست بردار نہیں ہوں گا، تم سب وڈیرے ایک طرف اور (آپ نے اپنی ٹوپی کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ) فقیر کی ٹوپی ایک طرف، تم بفضلہٖ تعالیٰ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے--- چناں چہ وہ سب خائب و خاسر ہو کر لوٹ گئے اور کوشش کے باوجود مخالفت میں اتحاد نہ بنا سکے، بعد میں یہ الیکشن منسوخ ہو گئے--- خط میں اسی تاریخی ٹوپی کا ذکر ہے---

(۳) اپنے والد گرامی حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ۱۷ر رمضان المبارک کو منعقد کرایا کرتے تھے---

(۴) حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے، اوّل تا آخر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں تعلیم پائی--- ۱۹ر سال تک اپنی مادری علمی میں تدریسی فرائض انجام دیے، حضرت فقیہ اعظم سے افتاء نویسی کی تربیت لی--- وہ جید عالم دین، قابل مدرس، ژرف نگاہ مفتی، صاحب علم و فضل اور عابد و صالح انسان تھے---

باون برس کی عمر میں ۵ر شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ/ ۱۷ر نومبر ۲۰۰۴ء کو وفات پا گئے---
وفات سے کم وبیش ایک عشرہ پہلے عارف والا میں مدرسہ قائم کیا اور رسالہ ضیاء مصطفیٰ
جاری کیا---قلمی مجموعہ فتاویٰ کے علاوہ کئی رسالوں کے مصنف تھے---ان کے
اکلوتے صاحبزادے مولانا محمد ضیاء المصطفیٰ ان کے جانشین ہیں---

⑤ تسبیح: سبحان اللہ

تحمید: الحمد للہ

تہلیل: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ --- لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ --- لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ---

ترجیع: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

15

۱۳۹۹ھ کا سفر حجاز و عراق و شام

۲۰ر شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ/ ۱۶ر جولائی ۱۹۷۹ء کو بصیر پور سے روانگی ہوئی ---
اس سفر مقدس میں بھی دیگر بہت سے اسفار کی طرح چودھری محمد اسحاق نوری (داروغہ والا، لاہور) رفیق سفر تھے --- علاوہ ازیں خادم حاجی محمد اشرف نوری[۱] اور الحاج مہر نور حسن[۲] (حجرہ شاہ مقیم) بھی ہمراہ تھے ---

اہم دستاویز

حجاز مقدس اور بغداد معلٰی و شام کا یہ سفر چونکہ حضرت علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری کے وصال کے بعد پہلا سفر تھا، اس لیے آپ نے درج ذیل دستاویز متعلقین دار العلوم کے لیے تحریر فرمائی:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و الصلاۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہ

الحمد للہ کہ اس کے خصوصی فضل و کرم سے کل دو پہر، بروز جاں افروز پیر شریف، ۲۰ر شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ، مطابق ۱۶ر جولائی ۱۹۷۹ء، مدینہ منورہ

اور بغداد معلّٰی کے لیے روانہ ہورہا ہوں--- دارالعلوم اور محمد فضل اللہ [۳] وغیرہ اور گھر، سب فرزند عزیز مولانا الحاج محمد محبّ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی مجازی نگرانی میں دے رہا ہوں اور حقیقتاً وہ اور دارالعلوم وغیرہ سب اپنے رب جل وعلا کی ودیعت ہے اور اسی کے سپرد ہے---

گو عزیز مذکور عمر میں نونہال ہے مگر بفضلہٖ تعالیٰ عالم فاضل عاقل ہے اور دعائیں اس فقیر کی بھی شامل حال ہوں گی--- چوں کہ وہ میری نیابت میں کام کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، لہٰذا دارالعلوم کے خورد و بزرگ سب مجھے دیکھتے ہوئے پورا پورا تعاون کرتے رہیں--- حافظ الحاج مولانا منظور حسین نوری صاحب، جو صائب الرائے، تجربہ کار پروفیسر ہیں، وہ بھی خصوصی تعاون وتشاور سے ممد رہیں گے--- چودھری محمد شفیع نوری، حضرت مولانا سید ریاض حسین شاہ صاحب نوری اور صوفی محمد علی صاحب نوری [۴] میری نظر میں دیانت دار، وفادار ہیں اور عزیز مولانا ابوالفضل النوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں بھی درست تھے، یہ سب حضرات دلی تعاون کرتے رہیں اور حضرت مولانا الحاج ابوالضیاء النوری تو بزرگ اور صدر المدرسین ہیں، وہ بھی اپنی بزرگانہ توجہ رکھیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ سب معاملہ درست رہے گا--- مولانا محمد حبیب اللہ و مولانا محمد ہاشم علی صاحب بھی خیال رکھیں، ہاں بحکم اِنَّ الصَّلٰوۃَ عِمَادُ الدِّیْن نماز کی خوب پابندی رہے---امام مولانا الحاج محمد محبّ اللہ نوری ہیں، وقت پر باقاعدہ نمازیں ہوں--- فجر طلوع سے نصف گھنٹہ قبل، ظہر اڑھائی بجے، عصر چھ بجے، مغرب بتیقن غروب کے بعد، عشاء اوّل وقت میں--- ہاں ظہر وعصر میں بھی غروب کے لحاظ سے تقدم وتأخر ہوسکتا ہے اور جمعہ سر دست پونے تین بجے---

صدر صاحب حسب سابق مستمعین کی خواہش کے مطابق (نماز فجر کے بعد) درس دیتے رہیں--- واللّٰہ علیٰ ما نقول وکیل و ھو حسبنا و کافینا و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه الاعظم و علیٰ آله و صحبه و ابنه الغوث الاعظم و بارك و سلم''---

زیاراتِ عراق وشام---رودادِ سفر

آپ ۲۰؍شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ کو بصیر پور سے روانہ ہو کر کراچی پہنچے اور وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز بغداد معلیٰ حاضر ہوئے---عراق کی زیارات کے بعد شام روانہ ہوئے، دمشق، حمص اور حلب وغیرہ کی زیارات کے بعد ۲؍رمضان المبارک کو دمشق سے روانہ ہو کر اسی روز عصر کے وقت جدہ پہنچے اور اگلے دن ۳؍رمضان المبارک کی سحری مدینہ منورہ میں کی--- وہاں سے مرسلہ گرامی نامہ میں اس سفر کے احوال بیان فرمائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکتوب نقل کر دیا جائے، تاکہ برگزیدہ ہستیوں کے مزارات پر حاضری کی تفصیل بھی معلوم ہو جائے:

''للّٰہ الحمد و المنة ہم سب رفقاء خیریت سے وقت مبارک سحر مدینہ منورہ پہنچ گئے، جب کہ فجر ایک گھنٹہ کے بعد ہونے والی تھی--- حاجی محمد اسحاق صاحب، صالح محمد [۵] کو لے کر آئے، وہ اپنی گاڑی ائرکنڈیشنڈ لائے، بڑے آرام سے ان کے مکان پر سحری کھائی--- غسل کر کے نماز فجر ادا کی اور حاضری دی--- وللّٰہ الحمد و المنة

شودری عبدالرزاق صاحب نوری کے کمرے میں بیٹھ کر یہ خط لکھ رہا ہوں--- ائرکنڈیشنر چل رہا ہے، خوب سردی ہے، جب کہ مدینہ منورہ میں گرم دھوپ

حاضری دے رہی ہے، جو بڑی ہی پیاری ہے--- ہاں! ہم نے پہلے روز لاہور سے کراچی پرواز کی تو بابو رشید اور طالب گاڑی لے کر ہوائی اڈہ پر تھے، دوسرے دن بغداد معلیٰ پرواز کی تو نماز ظہر سے قبل ہی حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری ہوگئی---آستانہ عالیہ کھلا ہوا تھا، خوب ذوق سے حاضری ہوئی اور پھر فوراً ہی آستانہ عالیہ میں رہائش کے لیے وہ کمرہ ملا، جس میں ایک پاکستانی لانگری کی رہائش تھی---لنگر خوب ملتا رہا اور پانی ٹھنڈے کے کولر خوب چل رہے تھے، واہ کیا شانِ غوثیت ہے--- دوسرے روز ہم کربلا معلیٰ اور کوفہ گئے، خوب زیارتیں کر کے دیر سے رات ایک بجے واپسی ہوئی تو دروازہ پر آواز نہ دی، ادباً---نماز کا فکر تھا، مگر گلی میں ہی پانی کے دو چلتے ہوئے چشمے معلوم ہوئے، دیکھا تو پائپ زمین میں ہی چل رہے تھے، جو آستانہ عالیہ کی طرف سے آرہے تھے--- دوستوں نے خیال کیا کہ شاید وضوؤں اور غسل خانوں کا پانی ہے مگر میں نے ہاتھ میں لے کر بتایا کہ بڑا صاف پانی ہے، جو باغ کو سیراب کر رہا تھا، تو استنجے، وضو کیے اور پیا---نماز دروازہ پر ادا کی، بڑا لطف آیا اور پھر وہیں زمین پر جائے نمازوں پر لیٹ گئے---تھوڑی دیر بعد ایک اور کار آئی تو ان لوگوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور خادم نے اوپر باری (الماری) سے دیکھا--- ان لوگوں نے کہا، دروازہ کھولو، کوفہ سے آئے ہوئے زائرین لیٹے ہوئے ہیں--- خادم نے سن کر ہمیں پہچان لیا اور دوسرا دروازہ کھلوا کر ہمیں اندر بلا لیا--- بڑے آرام سے بستروں پر لیٹ گئے، جو فوم کے نہایت اعلیٰ لانگری نے مہیا کیے تھے--- واہ شان غوثیت کیا ہے، ہمیں آستانہ عالیہ میں گھر سے بھی زیادہ آرام ہوا--- تیسرے روز بصرہ گئے، جو چھ سو کلو میٹر ہے،

حضرت سیدنا امام حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین امام تعبیر رحمۃ اللہ علیہما کی زیارت کی، جو ایک ہی روضہ میں ہیں، بڑا سرور آیا--- پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زیارت کی، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت یونس علیہ السلام کے روضہ انور کی زیارت کی اور واپسی پر بابل کے کھنڈرات اور عجائب گھر دیکھا--- رات کو بغداد معلیٰ حاضر ہوئے---

حضرت امام اعظم، حضرت جنید، حضرت سری سقطی، حضرت معروف کرخی اور زبیدہ خاتون[٦] رحمۃ اللہ علیہم کی زیارات کیں--- بغداد بڑا پیارا شہر ہے، جو لاہور کراچی سے بھی بڑا ہے--- دجلہ نیچے سے گزرتا ہے، باغات اور خوب بہار ہے--- پھر دمشق، شام[٧] کی پرواز کی، وہ بھی بڑا خوب صورت، آثار قدیم کا شہر ہے، جامع اموی کا کیا کہنا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر اقدس کے روضہ مبارکہ کی زیارت کی، جو مسجد میں ہی ہے اور دروازہ کے قریب حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ انور کی زیارت کی اور دوسرے دن حضرت سیدنا بلال وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے روضوں کی زیارت کی، جو بڑے قبرستان میں الگ الگ روضے بنے ہوئے ہیں---

لطیفہ: کسی قریبی مسجد سے تار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے روضہ پر پہنچی ہوئی تھی اور گنبد شریف کے اوپر سپیکر لگے تھے، یعنی حضرت بلال کی اذان کی حکایت تھی، جو بڑی پیاری تھی---

کئی دن دمشق میں ہی گزرے، ہاں دمشق سے ہم حلب گئے، جو شام کا آخری شہر ہے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کا روضہ مبارکہ جامع مسجد کے اندر ہی محراب مسجد کے متصل ہے، خوب ذوق سے زیارت ہوئی اور بڑی خوشی ہوئی، عشاء کے وقت دمشق واپس ہوئے--- عشاء کی نماز ادا کی

تو معلوم ہوا کہ چاند کی باہر سے اطلاع آگئی ہے، توپوں کے بہت سے فائر ہوئے--- بہرحال رمضان مبارک کی دوسری تاریخ مدینہ منورہ کے لیے پرواز کی اور عصر کی نماز آخری وقت جدہ شریف اپنی جماعت سے ادا کی اور چند منٹوں کے بعد افطاری کی اور نماز مغرب باجماعت کسٹم کے مقام میں ہی ادا کی، پھر کسٹم برائے نام ہوا اور ٹیکسی کے موقفِ مدینہ منورہ پر پہنچ کر گاڑی لی اور تیسرے روزے کی سحری مدینہ مبارکہ میں کھائی اور نماز ادا کی، والحمد للّٰہ تعالیٰ---

مدینہ مبارک کا تو کہنا ہی کیا کہ فردوس اعلیٰ زمین پہ اترا ہوا ہے--- ہم خیریت سے ہیں، آج نماز جمعہ ادا کی، شاید پاکستان میں تو آج ۲/یا یکم (رمضان المبارک) ہوگی---عمرہ ادا نہیں کیا کہ مدینہ منورہ سے آکر ادا کریں گے---ان شاء اللہ تعالیٰ

صبح نماز فجر کے لیے باب عمر سے داخل ہونے لگے تو (مجاہد ملت) مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب[۸] سے دروازہ میں ملاقات ہوئی، بڑی خوشی سے بغل گیر ہوئے اور کہا عمرہ کر آئے ہو؟--- میں نے کہا کہ اسی زیارت کے لیے ہی حاضر ہوئے ہیں، تو بڑے خوش ہوئے--- بہرحال یہ خط دیر سے لکھ رہے ہیں کہ منزل مقصود پر آج پہنچے ہیں اور آج ہی لکھ رہے ہیں، مگر تمہارا خط نہیں ملا، شاید سستی کر گئے ہو، فوراً خط لکھو اور اپنی اور دارالعلوم کی خیریت کی اطلاع دو---

ایک بار خواب میں دارالعلوم دیکھا اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ خوب چل رہا ہے، اس کی بنا خوب رکھی گئی ہے، سب کی پڑھائی کا خیال رہے"---

[۳/رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ، یوم الجمعہ، سوا چار بجے شام، مدینہ منورہ مبارکہ]

اس بار ماہ رمضان المبارک، جولائی، اگست میں آیا---سخت گرمی تھی، حضرت مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی نے خط میں گرمی اور بار بار بجلی کی بندش کا ذکر کیا تھا، جس کے جواب میں تحریر فرمایا:

''پیاری بیٹی! کوئی فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ خصوصی فضل و کرم فرمائے گا اور صیام وعبادات کی تسہیل وتیسیر فرمائے گا اور بجلی بھی خوب جلائے گا، ان شاءاللہ تعالیٰ---

اگر کچھ تھوڑے وقت کے لیے بند ہوئی تو وہ تمہیں شکرانہ کا سبق دینے کے لیے کہ تمہیں پتا چلے تمہارے بڑے یوں وقت گزارتے تھے''---

[محررہ ۵/رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ، بروز اتوار]

رؤیت ہلال

سعودی عرب میں چاند کا اعلان بالعموم خاصی تاخیر سے ہوتا ہے، اس حوالے سے مکتوب میں لکھا:

''یہاں تو عجیب عالم ہے، شودری عبدالرزاق نے بتایا کہ (منگل اور) بدھ (کی درمیانی) رات عشاء ادا کی گئی اور حرم شریف بند کیا گیا تو (چاند کا) اعلان ہوا، لوگ نماز تراویح کے لیے دوڑے مگر امام جا چکے تھے اور اغوات (خدام حرم شریف) دروازے بلا اجازت نہ کھول سکے---گھر پتا کریں تو بیوی کہے کہ شیخ سو رہے ہیں، بیدار نہیں کر سکتی---تو نئے حرم شریف میں (جہاں اس وقت نمازیوں کے لیے لوہے کے شیڈز بنائے گئے تھے) ایک پاکستانی نے نماز تراویح پڑھائی اور وتر بھی حنفی طریقہ پر--- (آخری رکعتوں میں) امام صاحب بھی آ کر شامل ہو گئے اور تین وتر پڑھے---

(چاند رات آپ دمشق میں تھے، لہٰذا وہاں رؤیت کے بارے میں لکھا:)

دمشق میں ذرا دیر سے اعلان ہوا مگر سعودیہ سے پہلے--- کافی توپوں کے گولے چھوڑے گئے---

مزارات مبارکہ پر سلام کہنا اور عرض کرنا کہ خوب نظر رکھا کریں--- ہاں طلباء کرام کی سحری کا خصوصی خیال رکھنا''---

[محررہ ۵/رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ]

مسجد نبوی میں اعتکاف اور مدینہ منورہ ہی میں عید کرنے کے بعد واپسی ہوئی---

16

حواشی

① فاضل دارالعلوم ہذا مولانا محمد عارف نوری کچھی کے بھائی ہیں، آبائی علاقہ باقر کے مہار (بصیر پور) ہے، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حفظ القرآن کے طالب علم رہے، آج کل راجووال میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں---

② بلدیہ حجرہ شاہ مقیم کے چیئرمین رہے، زمیندارہ اور وسیع کاروبار ہے، ہر سال حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں، بہت صالح اور حلیم الطبع ہیں---

③ حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری کے بڑے صاحبزادے--- فاضل دارالعلوم ہذا

④ گورنمنٹ پرائمری سکول نمبرا بصیر پور کے ہیڈ ماسٹر اور انجمن حزب الرحمٰن کے سرکولیشن مینجر تھے--- ۱۹۸۷ء میں حج کے لیے گئے تھے تو ۲۷/جولائی کو مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا، بہت صالح انسان تھے---

⑤ شیخ عبدالرحمٰن مدنی کے بڑے صاحبزادے، سعودی شہریت رکھتے ہیں---

⑥ مکتوب میں جن زیارات کا ذکر آیا ہے، ان کے بارے میں معلومات کے لیے راقم کا سفرنامہ عراق ''سفر محبت'' ملاحظہ کریں---

⑦ شام کی زیارات اور انبیاء، صحابہ و دیگر شخصیات کے احوال احقر نے اپنی کتاب ''سفر محبت'' حصہ دوم میں تفصیل سے بیان کیے ہیں---

⑧ مولانا عبدالستار خاں نیازی یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء کو عیسیٰ خیل (میاں والی) میں پیدا ہوئے،

انھوں نے زمانہ طالب علمی سے سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا اور آخر دم تک وطن عزیز میں نظام مصطفیٰ اور بحالیٔ خلافت راشدہ کے عملی نفاذ کے لیے کوشاں رہے--- وہ نہایت وجیہ، دلیر، نڈر، حق گو، بے باک سیاست دان اور بہترین مقرر تھے--- مولانا نیازی نے تحریک پاکستان میں حضرت قائد اعظم کے شانہ بشانہ بھرپور جدوجہد کی، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ اور بحالیٔ جمہوریت کی تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کیا، حق گوئی و بے باکی ان کا طرۂ امتیاز اور حب الوطنی اور جہد مسلسل ان کا شعار تھا--- انہوں نے تحریک پاکستان کے مقاصد اور تکمیل پاکستان کے لیے زندگی وقف کر رکھی تھی، وہ اتحاد بین المسلمین کے علم بردار اور راست فکر مدبر سیاست دان تھے، جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ رہے---

مولانا نے تمام زندگی درویشانہ انداز میں بسر کی، وہ قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ممبر اور سینیٹر رہے، اعلیٰ سطح کی متعدد کمیٹیوں کے سربراہ اور وفاقی وزیر رہے، مگر اپنی شخصیت پر کوئی دھبہ نہ لگنے دیا--- ۲رمئی ۲۰۰۱ء کو جب ان کا وصال ہوا تو ورثے میں چار جوڑے کپڑے اور چند کتابوں کے سوا کچھ نہ چھوڑا--- مولانا نیازی سچے عاشق رسول، پابند صوم وصلوٰۃ، زاہد و عابد اور متقی و پرہیزگار انسان تھے--- حضرت فقیہ اعظم سے بڑی محبت رکھتے تھے، آپ کے چہلم اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے سالانہ اجتماعات میں کئی یادگار اور بھرپور خطاب کیے---

۱۴۰۰ھ کا سفر مقدس

۱۰/اکتوبر ۱۹۸۰ء/ ۲۹/ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ کو روانگی ہوئی، جب کہ ۱۵/نومبر ۱۹۸۰ء کو کراچی واپس ہوئے---اس سفر حج میں آپ کی اہلیہ محترمہ (راقم کی والدہ محترمہ) بڑی صاحبزادی (ام الاسد) اور مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری بھی ہمراہ تھے--- جدہ اترتے ہی مدینہ منورہ روانگی کی کوشش کی، حکومت کی جانب سے پابندی تھی--- بالآخر آپ کا عزم بالجزم غالب آیا اور مدینہ منورہ حاضری میسر آ گئی--- راقم کے نام گرامی نامہ تحریر فرمایا:

''بفضلہٖ تعالیٰ ہم سب بخیریت مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں، **وللّٰہ الحمد والکرم** --- جدہ اترے تو یہاں تین ذی الحجہ تھی، تمام ساتھی احرام میں تھے مگر ہم نے احرام نہیں باندھا تھا، لوگ مکہ مکرمہ جا رہے تھے مگر ہمارا ارادہ تھا کہ مدینہ منورہ حاضری ہو--- ملک شوکت محمود نوری لاہوری، ینبع البحر سے کار لے کر کھڑے تھے، عصر پڑھ کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے، تنازل جدہ سے نہ بن سکا تھا، کیونکہ وہ لوگوں کو مکہ مکرمہ بھیج رہے تھے--- کہا کہ وزارۃ الحج سے

تنازل مل سکتا ہے، مگر وقت کم تھا--- شفقت نوری نے کہا، راستہ میں چوکی سے بن جاتا ہے، بہرحال چل پڑے، مغرب کی نماز طریق مکہ سے آگے ادا کی، تو رابغ پر چوکی کا آدمی سڑک پر کھڑا تھا، پاسپورٹ مانگے تو شفقت صاحب بھی ساتھ چلے گئے اور تنازل بنوا کر جلد ہی آ گئے--- بدر شریف تازہ وضو کیے اور مدینہ منورہ پانچ بجے (غروبی ٹائم کے مطابق اور عام مروّجہ وقت کے مطابق گیارہ بجے شب) پہنچے--- ارادہ تھا کہ دروازہ پر ہی عشاء پڑھ لیں گے، کیونکہ حرم شریف بند ہو گا (تب رمضان المبارک اور حج کے متصل چند ایام کے علاوہ رات کو حرم نبوی بند ہوتا تھا) مگر بفضلہٖ تعالیٰ کھلا تھا، بڑی خوشی ہوئی--- مواجہہ عالیہ پر حاضر ہوئے، بڑا رش تھا، (عشاق) پروانہ وار لوٹ رہے تھے اور سپاہی چومنے سے منع نہیں کر رہے تھے، تو ذوق وشوق سے ہم نے بھی بوسے دیے--- نماز اور حاضری کے بعد اسی گاڑی پر حاجی (محمد اسحاق نوری رحمۃ اللہ علیہ) صاحب کے مکان پر پہنچے، بڑے خوش ہوئے--- کیا کیا محبوب انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم اور نوازشیں ہیں، وہ سب پر نظر کرم رکھتے ہیں، وللہ الحمد و المنة--- آج ہمیں طیبہ میں دوسرا روز ہے--- سب کام خیال سے کرتے رہیں، وَ أُفَوِّضُ أَمْرِیْ إِلَی اللّٰہِ إِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِo[۱] بصیر پور میں بھی ان شاء اللہ مدد پہنچتی رہے گی، چنانچہ آج دوپہر خواب میں کچھ دیکھا تو اصلاح کر دی ہے، بے فکر رہیں"---

[محررہ ۵/ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۰۰ھ]

غالباً سات ذی الحجہ کو حج کے لیے مکہ مکرمہ روانگی ہوئی، مناسک حج سے فراغت کے بعد احقر کے نام گرامی نامہ لکھا:

"تمہاری والدہ ماشاء اللہ تعالیٰ خوب حوصلے سے کام لے رہی ہے،

طواف زیارت اور طواف وداع دونوں چل کر کر لیے، حالانکہ میں نے پنگھوڑے پر کیے، کیوں کہ مجھے فتق کی تکلیف تھی'' ---

[محررہ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۸۰ء]

منیٰ میں آتش زدگی

حج کے موقع پر منیٰ میں آتش زدگی کا سانحہ پیش آیا، بہت سے پاکستانیوں کے خیمے جل گئے، مگر آپ بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہے، جیسا کہ ایک خط میں تحریر فرمایا:

''بفضلہٖ تعالیٰ اکثریت حجاج کی خیریت سے ہے، جو خیمے جلے ہیں، ان میں عموماً پاکستانی ہی تھے، جو پہاڑوں پر اور پلوں پر چڑھ گئے --- حکومت سعودیہ نے بڑی مستعدی سے کام لیا --- ایک پائلٹ نے خوب گیس گرائی اور چار گھنٹوں میں آگ پر قابو پا لیا گیا تھا --- سب ہمارے سامنے ہوتا رہا'' ---

[بنام مولانا ابوالضیاء صدرالمدرسین،
محررہ ۱۸؍ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ/ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۸۰ء]

حادثہ

حج سے فراغت کے فوراً بعد مدینہ منورہ روانہ ہو گئے، راستے میں شدید ایکسیڈنٹ ہوا، مگر اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا --- چنانچہ خط میں لکھا:

''ہم ۱۳؍ذی الحجہ کی رات ہی مدینہ منورہ حاضر ہو گئے، راستہ میں

بیرعلی کے پاس خطرناک حادثہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں بال بال بچایا---
تمہاری پھوپھی (ام اسد) سمجھی کہ اب ہم فوت ہو رہے ہیں، مگر وہ خیال ہی تھا،
بفضلہٖ تعالیٰ سب سلامت رہے"---

[بنام مولانا محمد فضل اللہ واخواہ، محررہ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ]

قیام منیٰ اور سفر مدینہ کے احوال

مدینہ منورہ سے راقم کے نام گرامی نامہ میں منیٰ کی آگ اور ایکسیڈنٹ وغیرہ کے بارے میں تحریر فرمایا:

فرزند جگر بند مولانا الحاج المحب

سلمہ ربہ و احبہ بالنعیم المقیم فی الدنیا والآخرۃ

و علیکم السلام و رحمتہ و برکاتہ مرات و کرات ابداً ابداً---
بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ ہم سب خیریت وسلامتی سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں---
حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام وخاص لنگر دن رات کھا رہے ہیں، کوئی فکر نہ کریں---
حج بخیریت کر چکے ہیں اور واپسی ۱۳ر ذی الحجہ کی رات مدینہ منورہ کے قریب بئر علی کے علاقہ میں ایکسیڈنٹ بھی ہوا اور خیریت سے گزر گیا، یہ تفصیل قبل ازیں لکھ چکا ہوں--- یہ مدینہ عالیہ سے میرا چوتھا خط ہے، دیکھیے میں نے سستی نہیں کی، تمہارا پہلا خط ۸ر ذی الحجۃ المبارکۃ کا لکھا ہوا کل بوقت عصر حرم شریف میں ملا، بڑا سرور ہوا، البتہ نعیم[۲] کے (بخار سے) صحت یاب نہ ہونے سے بڑا فکر ہوا، مگر گنبد خضراء کے سامنے دعا کر دی ہے، اللہ تعالیٰ شفا دے گا---اس خط کے فوری جواب میں خیریت کی اطلاع دیں---

ہاں! دعائیں سب کے لیے کررہے ہیں---منیٰ میں بڑی سخت آگ لگی، ہم سکون اور آرام سے رہے ہیں---بس کرم ہی کرم ہے، یہ بھی پہلے لکھ چکا ہوں---

طلبائے کرام کے قیام وطعام واسباق وغیرہ کا پورا خیال رکھیں---ہمت سے کام کریں، مولوی نذر محمد[۳]، محمد بخش[۴]، حاجی رشید احمد نوریان سب خیریت سے ہیں--- حاجی نور حسن صاحب مہر مع ساتھیوں کے خیریت سے ہیں---آگ کی سینہ زوری میں وہ مجھے جا کر ملے تھے، ان کے خیمے محفوظ رہے---چودھری عبدالرزاق نوری مع اہلیہ خیریت سے ہیں، وہ بھی حاجی نور حسن صاحب کے ساتھ کوفیہ کے خیموں میں تھے---

بہر حال سب خیریت سے مکہ مکرمہ چھوڑ آئے ہیں، معلموں کے چکر ہوتے ہیں یا ان کے پاس ہوتے ہیں، ہم نے تو معلم دیکھا بھی نہیں---پاسپورٹ اپنے پاس تھے اور بارہ کی رمی کے فوراً بعد روانہ مدینہ منورہ ہو گئے---عزیزی حافظ صاحب اسد اللہ نے رمی اپنی کی اور ہماری وکالت بھی اور بخیریت آ گئے--- والحمد للہ

ہماری چند پنیاں (مٹھائی کی ایک قسم) حاجی محمد اسحاق نوری صاحب کی نیند سے کالوں کی نذر ہو گئیں، باقی محفوظ ہیں، بڑا کام دیا---چودھری محمد حیات نوری[۵] کو بہت سلام ودعا کہیں---

ہم مسجد الفتح کے قریب حاجی عبدالرزاق کے کرایہ کے وسیع مکان میں ہیں، امید کہ عنقریب اصطفاء منزل میں حرم شریف کے قریب منتقل ہو جائیں گے---ان شاء اللہ تعالیٰ''---

[محررہ ۱۸/ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ/ ۲۷/اکتوبر ۱۹۸۰ء، یوم الاثنین]

واپسی

اس سفر سے واپسی کے بارے میں تحریر فرمایا:

''ہماری ٹکٹیں ۱۵/نومبر (۱۹۸۰ء)، یوم السبت کی او کے (Confirm) ہوگئی ہیں---لاہور ہوائی اڈہ پر حاجی محمد شفیع نوری یا مولانا محمد عارف نوری[٦] کوئی ایک صاحب ہونا چاہیے---جدہ سے صبح روانگی ہے''---

[محررہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۸۰ء]

حواشی

① ''اور میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے''---[المومن:۴۴]

② مولانا محمد نعیم اللہ نوری، راقم کے بڑے فرزند

③ مولانا نذر محمد نوری دارالعلوم کے قدیم اور مخلص فضلاء میں سے ہیں، ۱۹۳۴ء کو ضلع فیروز پور (انڈیا) میں پیدا ہوئے، ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے--- اوّل تا آخر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں تعلیم پائی---۱۹۶۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے اور حضرت فقیہ اعظم کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے---تحصیل بورے والا میں کئی مقامات پر دینی خدمات انجام دینے کے بعد آج کل ساہیوال کے نواح میں امامت وخطابت اور درس وتدریس میں مصروف ہیں---تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں مقدور بھر حصہ لیا، حضرت فقیہ اعظم کی معیت میں ۱۹۷۲ء اور ۱۹۸۰ء میں حج وزیارت مدینہ منورہ سے سرفراز ہوئے---ان کے بڑے بیٹے نور محمد نوری محکمہ ڈاک خانہ ساہیوال میں سروس کرتے ہیں---

④ مولانا محمد بخش نوری مدنی بن عبد الرحمٰن ۱۹۳۸ھ میں موضع کھبیانوالی (تحصیل دیپال پور) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اسی گاؤں میں حضرت فقیہ اعظم کے تلمیذ رشید استاذ العلماء مولانا ابوالانور محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے --- گگومنڈی اور بورے والا کے علاقہ میں دینی خدمات انجام دیتے رہے، ۱۹۸۲ء میں رئیس طائفة المؤذنين الشيخ عبد الرحمن خاشقجي کی کفالت میں مدینہ منورہ مقیم ہو گئے اور کم و بیش تیس سال وہاں حاضری رہی --- فروری ۲۰۱۴ء میں شدید علیل ہو گئے تو پاکستان واپسی ہوئی اور اپریل ۲۰۱۴ء کو لدھیوال (تحصیل دیپال پور) میں وفات پا گئے ---

کئی حج کیے، ۱۹۷۵ء میں حضرت علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری سے مدینہ منورہ میں بخاری شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی --- مولانا محمد بخش نے بتایا کہ ایک بار حضرت ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر سعودی قاضی کے سامنے پیش کیا گیا، مولانا موصوف (محمد بخش) بھی ہمراہ تھے، قاضی نے پوچھا، سنا ہے آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی فرق نہیں؟ --- آپ نے فوراً جواب میں کہا، نعوذ بالله، الله وحده لاشريك له و محمد عبده و رسوله و سيد المرسلين و خاتم النبيين --- قاضی نے باعزت بری کر دیا ---

مولانا بہت مخلص، ہنس مکھ، خلیق اور مرنجاں مرنج انسان تھے، مدینہ منورہ میں ان کے کفیل انھیں ''محمد نور'' کے نام سے پہچانتے اور پکارتے تھے ---

⑤ چودھری محمد حیات نوری ولد حافظ محمد یوسف، محلّہ درس بصیر پور، دار العلوم کے پڑوس میں رہنے والے حضرت فقیہ اعظم کے مرید ہیں، پانچوں نمازیں باجماعت مسجد نور دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں ادا کرتے، بلکہ کافی وقت مسجد میں گزارتے اور نوافل، ذکر اور درود شریف کے ورد میں مصروف رہتے ہیں --- حضرت کے سفر حج کے موقع پر انھوں نے اپنی اہلیہ مرحومہ سے دیسی گھی کی پنیاں بنوا کر ہدیہ کی تھیں، مکتوب گرامی میں انھیں کا ذکر ہے ---

⑥ موصوف ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے، ۱۹۵۵ء میں حصول علم کے لیے علوم و معارف کی

عظیم درس گاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں داخل ہوئے اور کم و بیش دس سال تک یہاں رہ کر صرف، نحو، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد ۱۹۶۴ء میں سند فراغت حاصل کی اور حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر نوری کہلائے---

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے اپنی دینی و ملی سرگرمیوں کا آغاز منڈی مرید کے سے کیا---انھوں نے اپنی خطابت، پر کشش شخصیت اور اخلاق و محبت سے بہت جلد اپنا مقام پیدا کر لیا اور مرجع خاص و عام بن گئے---علامہ محمد عارف نوری جامع معقول و منقول، جید عالم دین تھے اور علامہ محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص انداز و لب و لہجے میں پرسوز ترنم کے ساتھ کوئی آیت یا شعر پڑھتے تو سامعین کو مسحور کر دیتے---

اللہ تعالیٰ نے انھیں گونا گوں صلاحیتوں سے نوازا تھا---وہ معاملہ فہم، بردبار، خوش لباس، خوش خوراک اور اچھے مہمان نواز تھے، اس پر مستزاد یہ کہ عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں بھی دلچسپی لیتے---سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے، ایک عرصہ تک جمعیت علمائے پاکستان کے سرگرم کارکن رہے، ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا، پر جوش تقاریر کیں، اہل علاقہ کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور حکومتی جبر کے باوجود چٹان کی طرح ڈٹے رہے---کئی سالوں تک مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان، صوبہ پنجاب کے سینئر نائب صدر کی حیثیت سے ذمہ داریاں نبھا رہے تھے---

چودہ سال تک منڈی مرید کے میں دینی خدمات سرانجام دینے کے بعد اہل قصور کی شدید خواہش پر مسجد نور، قصور میں جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے مسجد نور مرجع خاص و عام بن گئی---۱۹۹۱ء میں لاہور منتقل ہو گئے، تب سبزہ زار سکیم میں ابھی تک آبادی نہ تھی، آپ نے اپنی شبانہ روز محنت و کاوش سے یہاں جنگل میں منگل کا سماں

پیدا کر دیا اور وسیع، دیدہ زیب اور خوب صورت مسجد تاجدار انبیاء اور جامعہ غوثیہ نوریہ کے نام سے عظیم الشان مدرسہ قائم کیا، جسے قلیل عرصہ میں اہل سنت کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی---

انھوں نے معززین علاقہ کے تعاون سے جس انداز میں مسجد و مدرسہ کے تعمیری کام کی نگرانی کی، وہ ان کے حسن ذوق اور ان کی تعمیری، فنی اور انتظامی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے--- یہاں آپ خطابت کے ساتھ تدریسی فرائض بھی انجام دیتے رہے---

نوری صاحب اچھے خطیب تو تھے ہی، اچھے انسان بھی تھے--- دوستوں کے دوست، بہترین مشیر، وفادار اور ہمدرد و ہمدم تھے--- انھیں اپنے شیخ و مرشد سے عشق کی حد تک عقیدت تھی--- اسی نسبت سے عمر میں بڑا ہونے کے باوجود احقر کا بے حد احترام کرتے--- ۹رصفر المصفر ۱۴۲۸ھ/ فروری ۲۰۰۷ء کو وفات پائی اور اپنے قائم کردہ مدرسہ نوریہ میں مدفون ہوئے---

16

۱۴۰۱ھ کا سفر مقدس

۱۷/ستمبر۱۹۸۱ء/ ۱۷/ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ کو بصیر پور شریف سے زیارت مدینہ منورہ اور حج کے لیے روانہ ہوئے، ۲۲/ستمبر/ ۲۲/ذیقعد کو کراچی سے پرواز کی---

کراچی سے مکتوب گرامی

روانگی سے پہلے کراچی سے راقم کے نام گرامی نامہ تحریر فرمایا:

الولد الاعز الاحب محمد محب اللہ النوری نوّرہ ربہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات خیریت طرفین آں کہ بفضلہ وکرمہٖ تعالیٰ ہم نے خیریت سے کراچی پہنچ کر ٹکٹ وغیرہ حاصل کر لیے ہیں اور آج ان شاء اللہ تعالیٰ رات چار بجے پرواز ہے--- ہم بالکل تیار بیٹھے ہیں، اب سارا سامان حاجی لے جارہے ہیں کہ پی آئی اے والوں کو دے دیں--- سب خیریت ہے، کوئی فکر نہ کریں---

جب کوئی ضرورت ہو تو یا شیخ عبد القادر شیئا للہ عرض کردیں، ان شاء اللہ تعالیٰ فوراً پہنچیں گے---

خط ضرور بالضرور لکھنا، میں بھی ان شاء اللہ لکھوں گا، مگر ڈاک کا

کوئی اعتبار نہیں، خط اگر نہ ملے پریشان نہ ہوں--- سب خورد و کلاں سے
سلام و دعا--- والسلام

ابوالخیر النعیمی غفرلہ

مدینہ منورہ سے عربی خط

مدینہ منورہ پہنچ کر راقم کے نام عربی میں گرامی نامہ تحریر کیا، جس میں سفر کے احوال بیان فرمائے:

"من المدینة المنورة

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرله

الی الولد الاعزّ الاغرّ ابی النصر محمد محب اللّٰه النوری

سلمه ربه تعالٰی

السلام علیکم و رحمة اللّٰه و برکاته اما بعد فانا وصلنا المدینة المنورة بخیر و رحمة و برکات قبل الصباح عند السحر لیلة الاربعاء و صلینا العشائین جمعاً فی المدینة المنورة فی الطریق فی البلدة المبارکة لضیق الوقت ثم صلینا الصبح فی الحرم المبارك المنور بالجماعة الخاصة بنا ثم حضرنا فی المواجهة العالیة و سلمنا و صلینا و لٰکن کان العشاق کثیرا ثم تلاقینا الحاج محمد اسحٰق النوری و شربنا الماء البارد و الشربة الحلوة ثم تغدّینا ثم نمنا لانا نمنا قلیلا فی لیلة الطائرة ثم فی لیلة السیارة الخصوصیة قلیلاً قلیلاً فنمنا مستغرقین فی قصر

الحاج محمد اسحٰق لانه کان باردا ثم صلینا الظهر فی القصر لان الحرم المنور و الطرق کانت مملوة ثم صلینا العصر ثم صلینا المغرب بعد جماعتهم و العشاء قبل جماعتهم بالجماعة الخاصة و لٰکن دخلنا الحرم بجهد بلیغ لانه کان غاصّا ثم نمنا بعد التَّعشِّیْ و الحمد للّٰه تعالٰی و الحمد للّٰه تعالٰی سافرت قبل کثیرا فی الطیارات لٰکن لم تکن عملة الطیارات یذکرون الصلاة و کان من یصلی یصلی وحده و الآن فی هٰذه المرة ذکروا الصلاة بل اعلنوا اذا انفجر الفجر نعلن ثم نقدم من یصلی ثم جاء واحد منهم الَیَّ و قال صل بالحاج و لٰکنی کنت معذورا عن الصوت جهرا فتعذرت و خفت ان یقدموا اماما غیرا فقلت هٰذا یصلی، لمحمد انور فسأل عنه أتصلی فقال نعم حسب اشارتی فقال اذا انفجر الفجر اعلنا بالصلاة ثم تجئ و انا ادیر المیکروفون عند وجهك فذهب ثم اعلنوا و اعلنوا بامامة محمد انور بان القارئ یصلی بکم ثم جاء فذهب بمحمد انور فقلت لا تخف و صل معتمدا فصلی الصلوة قائما عندهم و هو یدیر المیکروفون عند وجهه فصلی بالحجاج فبشر والده بهذا و الحمد للّٰه و نحن بخیر و عافیة و الحمد للّٰه المتعال فی المدینة المبارکة و الزائرون کثیرون من سابق الاعوام ---

و السلام و الدعاء الی النعیم و جدته و عمه و اخوانه من الفضل و العطاء الی الالٰی و عماته و الی جمیع الطلبة و جمیع المصلین و الاحباب و ادعو للجمیع و الٰی والد الانور الصوفی

احمد دین و اخیه محمد سرور---

و افعلوا الدرس و جمیع امور دارالعلوم بالاعتماد علی اللّٰہ تعالٰی ینصرکم و السلام الٰی جمیع اساتذة دارالعلوم کلھم اجمعین--- والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرله

اربعة و عشرون من ذی القعدة عندکم و۲۴/سبتمبر ۱۹۸۱ء، یوم الخمیس و ھٰھنا الیوم ست و عشرون من ذی القعدة''---

سفر مقدس کے احوال پر مبنی گرامی نامہ

عربی میں خط لکھنے کے بعد خیال آیا کہ بچے اور خواتین اسے نہ سمجھ سکیں گی، تو درج ذیل عطوفت نامہ ارقام فرمایا:

فرزند عزیز الحاج مولانا ابوالنصر محمد محبّ اللہ النوری

سلمه اللّٰہ تعالٰی فی الدارین

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از حمد وصلوٰۃ آں کہ بفضلہٖ خیریت سے مدینہ علیّہ عالیہ بدھ کی شب بوقت سحر حاضر ہو گئے ہیں--- ایئر پورٹ (جدہ) پر کوئی صاحب موجود نہ تھے، حاجی (محمد اسحاق نوری) صاحب کی کپڑے کی دوکان ہے اور یہی موسم ہے، اس وجہ سے نہ پہنچ سکے اور (انھوں نے شاید عبدالرزاق کو کہا ہو گا مگر) عبدالرزاق کو بخار ہو گیا تھا--- (حجاج کے لیے) حکومت کا آرڈر مکہ کا ہو گیا تھا، تو سب مکہ جا رہے تھے اور بسیں بھی مکہ کی تھیں، جن کا کرایہ کراچی سے وصول کر لیا تھا--- میں نے بڑی سعی کی مگر کوئی بس

یا ٹیکسی (مدینہ منورہ کے لیے) نہ ملی---ایک نے دوسو ریال میں ہاں کی، مگر وہ بھی نہ گیا، تو ہم عصر تک انتظار کرتے رہے اور عصر کے وقت حکومت نے بڑے زور سے اعلان کیا کہ سب حاجی، جو کسٹم کرا چکے ہیں، چلے جائیں، کوئی نہ رہے--- ویسے یہ نیا مطار ہے، ہوٹل بھی (یہاں) ہے، مگر ہے تو (شہر سے دور) جنگل ہی میں---تو حضور ﷺ سے عرض کی، ایک عمدہ کار قسم کی گاڑی والا ملا، جو ایک سو ریال فی کس مانگتا تھا، تو ہم اس پر بیٹھ گئے اور بڑے آرام سے چلا---صرف سات مسافر تھے، اچھا کام بن گیا--- میں تو تیار تھا کہ تین صد ریال پر بھی کوئی لے جائے تو چلا جاؤں--- بہر حال بوقت شب پہنچ گئے، مگر ڈرائیور بچہ سا تھا، اس نے فنائے مدینہ منورہ پہنچ کر دو گھنٹے لگا دیے (شاید راستہ بھول گیا ہو)--- ہم نے ابھی عشاء پڑھنی تھی اور مغرب بھی کہ ہم نے راستہ میں نہیں پڑھی تھی کہ وضو مشکل تھا--- ساتھیوں نے تیمّم سے پڑھ لی، مگر ہم نے مغرب، عشاء کے جمع کرنے کی نیت کر لی اور اس وقت (بوجہ عذر) نہ پڑھی--- چنانچہ اجازت فرمائی ہے بحر (الرائق) اور شامی وغیرہ نے--- بہر حال خطرہ ہوا کہ صبح نہ ہو جائے تو وہیں راستہ پر مدینہ منورہ میں وضو کر کے نمازیں ادا کر لیں--- کوئی ٹیکسی نہ مل سکی کہ بے وقت تھی--- سامان اور تھیلا محمد انور [ا] نے اٹھایا، مگر رش بہت زیادہ تھا، اسے میرا بھی خیال کرنا پڑتا تھا، بہر حال تھک گیا اور میں نے جلدی حاضری بھی دینی تھی، توکلاً علی اللّٰہ تعالیٰ سڑک پر ہی ایک دوکان کے آگے سامان رکھ دیا اور نماز (فجر) حرم شریف میں پڑھی، مگر اتنا رش پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا---مشکل سے پہنچے اور سامان بھی سات، آٹھ بجے (صبح) جا کر اٹھالیا، پورا پورا بفضلہٖ مل گیا---

الحمد للّٰہ مواجہہ عالیہ حاضری دی--- میری طرف سے سب خورد و کلاں سے سلام و دعا---

ہم بالکل خیریت سے ہیں، مولوی محمد انور سلمہ اللہ تعالیٰ میرا بڑا خیال کرتے ہیں، اس لیے ان کو ساتھ رکھا تھا کہ طبیعت کے واقف ہیں--- بہرحال اسے یہ انعام مل رہا ہے--- جہاز میں کئی سفر کیے مگر پہلے کوئی نماز کا نام نہیں لیتا تھا، ایک دو (مسافر) اپنے طور پر ہی پڑھ لیتے تھے، تاہم حکومت ضیائیہ میں بڑے خیال سے جہاز کا عملہ نماز کے لیے کہہ رہا ہے--- پہلے انھوں نے اعلان کیا، ابھی وقت نہیں ہوا، پاکستان میں وقت ہو گیا مگر یہاں نہیں ہوا، پریشان نہ ہوں، ہم اعلان کریں گے اور جماعت کرائیں گے، پھر ایک سرکردہ پائلٹ میرے پاس آیا اور کہا کہ جماعت کرائیں گے آپ؟--- تو میں نے معذرت کر دی کہ جہر نہیں کر سکتا تھا، مگر ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ کسی فاسد عقیدہ کو امام نہ بنا دے تو میں نے اسے کہا، یہ یعنی محمد انور نماز پڑھائیں گے--- تو اس نے دیکھ کر محمد انور سے دریافت کیا کہ پڑھا لیں گے؟--- تو میرے اشارہ پر اس نے کہا کہ پڑھاؤں گا--- پائلٹ نے کہا، ابھی چند منٹوں کے بعد میں آپ کو لے جاؤں گا--- پھر وقت پر اعلان کیا کہ وقت ہو گیا ہے، ہم قاری صاحب کو امام بناتے ہیں--- وہ حاجی محمد انور کو لے گیا اور مصلیٰ بچھا کر کھڑا کر دیا اور مائیکروفون منہ کے آگے کر کے کھڑا ہو گیا--- میں نے سمجھایا کہ بے خطر ہو کر پڑھائیں تو اس نے بڑے اطمینان سے پڑھائی--- صوفی احمد دین صاحب، والد محمد انور کو مبارک دیں کہ ہوائی جہاز میں سب حاجیوں کو نماز پڑھائی ہے، یہ خاص انعام ہے--- بہرحال میرا سلام اس کو اور محمد سرور کو اور سب

نمازیوں کو، حاجی محمد شفیع، حاجی محمد اشرف حافظ نوری، (محمد اشرف) بشارت نوری[۲]، غلام مصطفیٰ تیلی، میاں محمد طفیل تھہیم [۳]، حاجی خدا بخش، میاں حاجی ظفر علی[۴] اور سب نمازیوں اور خیریت دریافت کرنے والوں کو سلام کہیں اور بڑے اطمینان سے کام کرتے رہیں--- اللہ تعالیٰ معین و مددگار ہو---

(نوٹ:) پہلے خط سارا عربی میں لکھ دیا، مگر بعد میں خیال آیا کہ عزیزہ ام الاجمل، پیاری بیٹی ام الفضل، پیاری بیٹی ام الافضل، عزیزہ اخت الاعلیٰ سلمہن اللہ تعالیٰ نہ پڑھ سکیں گی، ان کے لیے دوبارہ یہ اردو خط لکھا، قلم ایسا ہی ملا ہے، بہر حال کچھ تو پڑھ لیں گی---والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

یوم الخمیس، ۲۶/ذی قعدہ مبارکہ/۲۴/ستمبر ۱۹۸۱ء

اس سفر مقدس میں حاجی رشید احمد نوری کے نام گرامی نامہ تحریر فرمایا:

عزیز القدر الحاج رشید احمد نوری نورہ ربہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ آپ کا والا نامہ مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے آیا، جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا--- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدارج علیا عطا فرمائے اور آئندہ (سال) حاضری طیبہ مبارکہ اور مکہ مکرمہ سے نوازے اور صحیح حاضری اور قبول خاص اور عشق حقیقی کی دولت سے نوازے اور خاتمہ بالخیر فرمائے--- آمین ثم آمین

اللہ تعالیٰ آپ دونوں میاں بیوی کو دولت حاضری سے بار بار نوازے---

میری صحت پہلے کی طرح ہے، گو کمزوری کافی ہے مگر بفضلہ تعالیٰ

کام خوب چل رہا ہے، الحمد للہ--- دعا کریں کہ قبول خاص سے نوازا جاؤں اور آئندہ سال بھی یہ دولت نصیب ہو---ع:

خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

میری طرف سے سب متعلقین کو سلام و دعا---والسلام

[محررہ ۴/ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۴۰۰ھ/۲/اکتوبر ۱۹۸۱ء]

جداعلیٰ کی طرف سے حج بدل

غالباً ۷/ذی الحجۃ المبارکۃ کو مدینہ منورہ سے حج کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے--- یہ حج آپ نے اپنے جداعلیٰ کی طرف سے کیا تھا، حج کے بعد دوبارہ مدینہ منورہ آ گئے--- وہاں سے احقر کے نام گرامی نامہ تحریر فرمایا:

''میں نے یہ حج حضرت مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کیا، جو قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد ہیں--- یہ ان کا جہاد ہی ہے کہ ہم دین متین کے پاسبان بنے ہیں، ورنہ ہم زمیندارہ کرتے--- ان کی قبر پیر اسلام حویلی لکھا میں ہے--- بزرگوں کا خیال رکھنا ضروری ہے تاکہ نئی نسل بھی جان لے''---

[محررہ ۲۵/اکتوبر ۱۹۸۱ء، یوم الاحد]

قطب مدینہ کا وصال

حج کے لیے روانگی سے پہلے حضرت فقیہ اعظم مدینہ منورہ ہی میں تھے کہ ۴/ذی الحجہ (۱۴۰۱ھ کو) فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا---

چودھری عبد الرزاق نوری، جوان دونوں مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور حضرت قطب مدینہ کی خدمت میں روزانہ حاضری دیتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ وصال سے چند روز پہلے روزانہ پوچھتے کہ مولانا محمد نور اللہ صاحب کب تشریف لا رہے ہیں؟--- میں نے لاعلمی ظاہر کی، ایک دن فرمایا:

بیٹا! اب ان کو آجانا چاہیے---

اور یہ بات دو تین مرتبہ دہرائی--- چناں چہ حضرت فقیہ اعظم تشریف لے آئے تو میں نے اسی شام حضرت مولانا ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خبر پہنچائی تو آپ بہت خوش ہوئے اور تسکین بھری ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا:

"الحمد للّٰه، الحمد للّٰه، الحمد للّٰه! اللہ کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئے"---

کچھ ہی دنوں بعد آپ کا وصال ہو گیا اور حضرت فقیہ اعظم نے آپ کو غسل دیا---

[مشاہدات و تاثرات، مطبوعہ فقیہ اعظم پبلی کیشنز، صفحہ ۶۸]

حضرت سیدی فقیہ اعظم مناسک حج ادا کرنے کے بعد دوبارہ مدینہ منورہ آ گئے--- یہاں سے راقم کے نام ایک مکتوب میں حضرت کے وصال کا تذکرہ فرمایا، جو حج کی مصروفیات کی وجہ سے پہلے نہ کر سکے تھے:

فرزند عزیز القدر ابر واغر مولانا الحاج محمد محبّ اللہ نوری سلمہ ربہ تعالیٰ

و علیکم السلام و رحمته و بر کاته و علی من لدیکم ---

للّٰه الحمد و المنة ہم خیریت سے ہیں---صحت بھی نسبتاً اچھی ہے، یہی تو حقیقی دار الشفاء ہے--- حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قدس سرہ العزیز کو مدینہ منورہ مل ہی گیا--- حضرات اہل بیت سیدہ طیبہ اور حضرت سیدنا عباس اور سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کی پائنتی میں قریب ہی جگہ ملی ہے--- یہ

ان کی کرامت ہے، ورنہ بلدیہ والوں نے کہا، ہمارے پاس بائیس قبریں کھودی ہوئی ہیں، ان میں دفن کریں، بہرحال کامیابی ہوئی---

جنازہ بڑے وقار سے اٹھا، ذکر بالجہر کرتے ہوئے حجاج وزوار اور اہل مدینہ وسعودیہ کا بڑا اجتماع تھا---لوگ کہتے تھے، بہشتی جنازہ جارہا ہے---جنت البقیع کا بڑا وسیع دروازہ ہے، مگر ہجوم اتنا کہ شیخ عبدالرحمٰن دہی والے کا بازو زخمی ہوگیا---

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

کا صحیح منظر تھا---اسّی سال مدینة المنورة ہی میں موت المدینة کی آس لے کر پڑاؤ ڈالا تھا--- رحمة الله تعالٰی علیه

ریاض الجنۃ میں جنازہ ہوا، بڑے معطر منور محراب میں جنازہ رکھا گیا، کسی نے روکا نہیں---ساری عمر یک صد بارہ سال تھی، نو سال بغداد شریف میں عالم جذب میں گزرے اور ۸۰ سال مدینہ منورہ میں---۷۲ حج کیے---رحمة الله تعالٰی علیه---

[محررہ ۲۳ ر ذی الحجة المبارکہ ۱۴۰۱ھ/ ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۸۱ء]

واپسی

حج وزیارت مدینہ منورہ کی سعادت کے بعد ۹ ر نومبر ۱۹۸۱ء کو جدہ سے روانہ ہوکر ۱۱ر نومبر ۱۹۸۱ھ/ ۱۳ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو بصیر پور پہنچے---آپ نے اپنی ڈائری میں مذکور تاریخ والے صفحہ پر تحریر فرمایا:

"(آج) دارالعلوم میں وارد ہوئے، حجاز مقدس سے، گُل چھپن

(۵۶) روز سفر میں خرچ ہوئے، جن سے (بصیر پور تا کراچی، کراچی تا جدہ، جدہ تا مدینہ منورہ، مدینہ منورہ تا مکۃ المکرّمہ آمد و رفت کا) سفر ۱۱ (گیارہ) دن کا اور مدینہ منورہ ۴۰ دن حاضری کے اور پانچ دن حج، مکہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں گزرے، تو کل ۱۱ (دن) اور ۴۰ اور ۵ کل چھپن (دن) ہوئے ---

۱۴ (دن) ستمبر کے اور ۳۱/ اکتوبر اور گیارہ نومبر کے، کل چھپن (۵۶) ہوئے"---

ابوالخیر النعیمی غفرلہ

حواشی

① مولانا محمد انور نوری بن صوفی احمد دین، غوث پورہ بصیر پور کے رہائشی تھے، ان کے والد نے انھیں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخل کرایا، اوّل تا آخر اسی ادارہ میں تعلیم حاصل کی--- حضرت سیدی فقیہ اعظم کے خادم تھے، آج کل گرین ٹاؤن لاہور میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں---

② حضرت سیدی فقیہ اعظم کے مرید اور صوفی منش ہیں، محکمہ ہیلتھ میں ملازم رہے، ریٹائرمنٹ کے بعد آج کل اوکاڑا میں اسٹام نویسی کرتے ہیں--- ۱۹۸۲ء میں ہم نے اکٹھے حج کیا تھا---

③ غلہ منڈی بصیر پور کے آڑھتی اور محلّہ احاطہ اللہ دین کے رہائشی ہیں--- کئی بار کونسلر اور ایک بار وائس چیئر مین منتخب ہوئے---

④ بصیر پور کے زمیندار تھے، چھچھر برادری سے تعلق تھا، بہت زیرک، معاملہ فہم، متحمل اور گوناگوں صلاحیتوں کے حامل تھے، کئی بار بلدیہ بصیر پور کے چیئر مین منتخب ہوئے--- ۱۹۴۵ء میں حضرت سیدی فقیہ اعظم کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے قیام اور ذاتی رہائش کے لیے چار کنال زمین کا عطیہ پیش کیا تھا--- دربار بابا ملا فرید سے متصل احاطہ میں مدفون ہیں---

۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء
زندگی کا آخری سفر حجاز

یہ آپ کی حیات مبارکہ کا آخری سفر تھا، مولانا حاجی محمد انور نوری بطور خادم ہمراہ تھے---
۲۰ر جون ۱۹۸۲ء/ ۲۷ر شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ کو بصیر پور سے اور اسی دن ساہیوال سے عوامی ایکسپریس پر سوار ہو کر اگلے دن کراچی پہنچے---

کراچی سے خط

راقم کے نام گرامی نامہ رقم فرمایا:

فرزند عزیز مولانا الحاج محمد محبّ اللہ النوری نوّرہ ربہ الکریم

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ ہم بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے بابو رشید کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں---
گو کراچی میں اشد خصوصی گرمی ہے مگر ہم بفضلہٖ تعالیٰ آرام و سکون سے ہیں---
عوامی (ٹرین) ساہیوال ہی تین گھنٹے لیٹ آئی، پھر لیٹ نکال نہ سکی، بلکہ کچھ اور لیٹ ہوئی اور کراچی ساڑھے پانچ گھنٹے لیٹ پہنچی--- بہر حال

اسٹیشن پر بابو رشید اور مشتاق احمد نوریان اور مولانا غلام نبی صاحب (مہتمم جامعہ حامدیہ رضویہ، کراچی) ملے اور کئی اور حضرات بھی---

ہر کام خیال سے کریں، توکلاً علیہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ خیر کرے اور محمد نعیم اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا بھائی خیریت سے آئے تو خوب دل کھول کر استقبال کریں، تمہاری والدہ کے پاس کھلے پیسے ہونے چاہییں، خوب خیرات کرے--- واللہ تعالیٰ یعین و ینصر---

آج صبح پونے چھ بجے مولانا غلام نبی، دارالعلوم کی گاڑی لے کر مع مولوی محمد رمضان ملکوی و مولانا سردار علی [۱] تشریف لائے--- میرا ارادہ رہتا تھا کہ دارالعلوم (شمس العلوم) دیکھوں [۲] اور مولانا محمد طفیل صاحب کے بچوں کو بھی پیار دوں--- ہم گئے، مولانا غلام محمد [۳] بڑی خوشی اور تپاک سے ملے، مدرسے کی عمارت بن رہی ہے، بہترین نمونہ اور وسیع عمارت اور مسجد بن چکی ہے، یہ سارا کام ابوظبی کا شیخ کرا رہا ہے---

مولانا کے (دو) لڑکے اور ایک لڑکی ہے، وہ تینوں ملے--- چھوٹا لڑکا سراپا ذہانت ہے، تعلیم ہو رہی ہے، ایک استاذ مقرر ہے--- آج بوقت افطار ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری پرواز ہے--- تاکید اکید ہے کہ خط جلدی جلدی لکھتے رہیں---

دیکھیے میں نے اتنا لمبا خط کل (۲۳/جون) اور آج لکھا ہے، تاکید ہے سستی نہ ہو--- نعیم کے بھائی کا بڑا انتظار ہے--- سب سے سلام و دعا---

والسلام

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

محررہ ۲۳ و ۲۴/جون ۱۹۸۲ء

عزیزم محمد نصر اللہ ناصر کی ولادت سے چند روز پہلے آپ روانہ ہوئے تھے، اس لیے بچے کی ولادت پر صدقہ و خیرات کرنے کی بھی ہدایت فرمائی --- اور دیکھیے کس قدر یقین سے ''بھائی'' کہہ کر بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی ---

خط موصول ہونے سے چند روز بعد بیٹے کی ولادت ہوئی اور آپ کی ہدایت پر عمل کیا گیا ---

سوئے مدینہ روانگی

۲۴ / جون کو کراچی سے روانہ ہو کر جدہ پہنچے --- الحاج چودھری خوشی محمد نوری استقبال کے لیے موجود تھے، وہ اپنی گاڑی میں مدینہ منورہ لے گئے --- سحری رابغ میں کی، جب کہ فجر کی نماز بدر شریف میں ادا کی اور بروز جمعہ، ۲۵ / جون، ۴ / رمضان المبارک کی صبح سویرے مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری دی --- موسم کے متعلق احقر کے نام لکھا:

''مدینہ سکینہ کا کیا کہنا، ماشاء اللہ گرمی شباب پر ہے مگر روزہ نہیں لگتا --- سب دوستوں کے ساتھ خوب مزے سے روزہ افطار کیا --- اناس، شربت، خوبانی، کیلا وغیرہ فروٹ، سب کچھ (دستر خوان پر) پہنچ گیا --- آج صبح قبا شریف اور احد شریف کی زیارت بھی کی ہے'' ---

[مکتوب محررہ ۲۶ / جون ۱۹۸۲ء]

مدینہ منورہ سے مکتوب

مدینہ منورہ سے ''عزیز القدر، عزیز از جان، عزیزی مولانا محمد محبّ اللہ نوری

سلمہ ربہ تعالیٰ'' کے سرنامہ سے حاجی رشید احمد نوری بھٹی کو یہ مکتوب اِملا کروایا:

''ہم نے مکان سلطان ہوٹل کے قریب والی گلی میں چودہ سو ریال ماہوار کرایہ پر لیا ہے--- ائر کنڈیشنر لگا ہوا ہے، غسل خانہ کمرہ کے کونہ میں علیحدہ مخصوص ہے، گرمی کی شدت کے باوجود اندر ٹھنڈک رہتی ہے--- بھٹی صاحب کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہے، کھانا وغیرہ وہ پکا لیتی ہیں، کوئی تکلیف نہ ہے، کپڑے بھی دھو دیتی ہیں--- مولیٰ کریم انھیں اس کا ٹھیک صلہ عطا فرمائے---

مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۸۲ء، بروز ہفتہ بفضلہٖ تعالیٰ کعبہ شریف کی حاضری، ہمراہ چودھری خوشی محمد نوری، چودھری محمد اسحاق نوری و چودھری عبدالرزاق نوری دے آئے ہیں--- عمرہ ادا کرلیا ہے، واپسی پر عبدالحمید قریشی صاحب کے ہاں جدہ میں دوپہر گزاری اور بعد عصر وہاں سے مدینہ عالیہ روانہ ہوئے--- افطاری کے لیے کھانے پینے کی اشیاء بھی قریشی صاحب موصوف نے ہمیں دیں--- نہایت ہی خلیق اور اپنے ہم مسلک ہیں، بڑی محبت اور پیار سے پیش آئے--- اللہ تعالیٰ ان کے دین و دنیا میں برکت عطا فرمائے--- چار پانچ گھنٹے میں ہم مدینہ منورہ حاضر ہو گئے--- سفر بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ اچھا گزرا--- الحمد للہ

بیس رمضان المبارک کی شام سے اعتکاف کے لیے مسجد نبوی کے اندر باب عمر کے نزدیک قیام کرلیا ہے، مگر بستر اور کھانے، پینے کی چیزیں اندر نہیں جانے دیتے--- باہر غربی جانب چھپر (شیڈ) بنے ہوئے ہیں، جو مسجد شریف کا حصہ ہیں--- وہاں اجازت ہے، وہیں بیٹھ کر کھا پی لیتے ہیں، پھر واپس اندر آ جاتے ہیں--- (حاجی رشید احمد) بھٹی صاحب گھر سے

(اپنی اہلیہ کا پکایا ہوا) کھانا لے آتے ہیں، لسی اور سکنج بین کا (بھی) خوب انتظام کرتے ہیں--- چودھری خوشی محمد نوری اعتکاف میں ہمارے ساتھ ہیں، ان کے بچے عزیزی محمد عمران کھانا لاتے ہیں--- حاجی محمد اسحاق اور عبدالرزاق بھی تشریف لے آتے ہیں، کھانا سب اکٹھے کھا لیتے ہیں، البتہ وضو کے لیے بار بار مکان پر جانا پڑتا ہے، بوجہ پیری تھک جاتا ہوں اور اندر بستر بھی نہیں، مگر قالین بچھے ہوئے ہیں، گزارا ہو جاتا ہے---

بیٹا! گرمی کی شدت ہے، مگر روزے خوب نبھ رہے ہیں--- دعا کریں بہ خیر و عافیت اعتکاف صحیح ادب و احترام سے مکمل ہو جائے--- سب احباب کو سلام، عزیزوں کو پیار، طلباء دار العلوم کو پیار و سلام--- دعا ہے مولیٰ جل مجدہ الکریم اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے آپ کو حاضریٔ حرمین شریفین کی منظوری عطا فرمائے--- بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کر دی ہے---

آج صبح نماز فجر کے بعد باب مجیدی کی طرف بڑا سخت شور پڑا، عورتوں کے چیخنے کی آوازیں اٹھیں، لوگوں نے باب عمر کی طرف بے تحاشا دوڑنا شروع کیا، بھٹی صاحب اور چودھری خوشی محمد نے دونوں بازوؤں سے مجھے پکڑ لیا تو گرنے سے بچے، مگر تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ بعض عورتوں نے کوئی حرکت کی، شرطیوں نے بھی کمال کر دیا، جلدی سے دو ہوائی فائر کر دیے تو لوگ بے تحاشا دوڑے، الحمد للہ تعالیٰ کوئی بات نہ تھی---

(ہمارا) مکان حرم شریف کے نزدیک ہے، مگر میں پھر بھی آنے جانے میں تھک جاتا ہوں، تو آج (باب مجیدی کے بالکل قریب) اصطفاء منزل والوں سے

دورانِ اعتکاف وضو کی اجازت لے لی ہے---والسلام

ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

از مدینہ منورہ، باب الصدیق الاکبر

۱۳/ جولائی ۱۹۸۲ء

یہ آپ کی احتیاط اور کمالِ تقویٰ ہے کہ آپ نے وضو کے لیے با قاعدہ اجازت لی، ورنہ بلا اجازت بھی اصطفاء منزل میں وضو سے آپ کو کوئی نہ روکتا---

مدینہ منورہ سے ایک اور نوازش نامہ

راقم ہی کے نام ایک اور مکتوب میں وہاں کی حکومت کی پابندیوں اور اپنی خیریت کے حوالے سے لکھا:

''ہم بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مدینہ پاک کے جلووں میں مست ہیں اور آرام سے ہیں--- گو حکومت کے کارندے سنی حضرات کو پریشان کرتے ہیں، حافظ طاہر بجلی (نعت خواں) کو پکڑ لیا تھا اور جدہ بھیج دیا، واپسی کے کاغذات مکمل تیار ہو گئے، مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی جدہ پہنچ کر چھڑا لائے ہیں--- چند روز جیل میں بھی رہے ہیں، یہاں کی جیل بھی آرام کی ہے، جیل کی کوٹھڑیوں میں ائر کنڈیشنر اور پنکھے لگے ہوئے ہیں، ہر قیدی کو بارہ ریال یومیہ دیتے ہیں---مولانا خورشید احمد صاحب، سندھ کے بڑے مقرر اور جادو بیان عالم ہیں، ان کو بھی پکڑ لیا تھا، مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی مداخلت سے چھوٹ آئے ہیں---

حرم شریف دن رات کھلا ہے، بڑے آرام سے زیارت کرتے ہیں،

ستائیسویں رات سحری سے پہلے حاضری میں عیدی کا سوال کیا---
عشرہ ابناء مختلف پیاروں کے لیے---الحمدللہ دل میں یوں ہی آیا کہ
منظوری ہوگئی ہے---

آپ کے حج کے لیے دعائیں کررہا ہوں'---

[محررہ ۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ/ ۱۸ر جولائی ۱۹۸۲ء، یوم السبت]

(اور واقعی چند سالوں کے اندر ہی یہ دس اعزہ اولادنرینہ سے نوازے گئے [محبّ])

79

حواشی

① مولانا سردار علی نوری ولد میاں محمد سلیمان ۲/۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو موضع مہروک کلاں، تحصیل دیپال پور میں پیدا ہوئے، اوّل تا آخر تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کی اور حضرت فقیہ اعظم کے دست اقدس پر بیعت ہو کر نوری کہلائے--- ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء میں فراغت کے بعد کراچی آ گئے تھے، آج کل محمود آباد کراچی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، ہر سال دو مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری دیتے ہیں---

② یہ ادارہ فاضل جلیل مولانا محمد طفیل بن حاجی احمد دین صاحب نے قائم کیا تھا--- مولانا موصوف حضرت فقیہ اعظم سے بہت عقیدت رکھتے تھے، ایک بار بصیر پور بھی آئے--- مولانا موصوف ۱۹۴۰ء میں قصور کے قصبہ گوہڑ جاگیر میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم قصور میں حاصل کرنے کے بعد شمس العلوم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں (میاں والی) میں داخلہ لیا--- استاذ العلماء مولانا ابوالفتح اللہ بخش سے معقولات ومنقولات کی کتب پڑھیں، استاذ محترم نے اپنی ہم شیر کا نکاح ان سے کر دیا--- ۱۹۴۶ء میں کراچی میں مقیم ہو گئے، جہاں دارالعلوم امجدیہ سے دورہ حدیث کرنے کے بعد اپنے دوست مولانا غلام نبی کے ساتھ مل کر دارالعلوم حامدیہ رضویہ کی بنیاد رکھی--- ۱۹۷۴ء میں نارتھ ناظم آباد کراچی میں شمس العلوم جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی، مسجد اور مدرسہ کی شاندار عمارت کی تعمیر شروع کرائی--- وہ ہر دل عزیز، بہت محنتی اور

قابل استاذ تھے--- ملتان سنی کانفرنس ١٦-١٧/اکتوبر ١٩٧٨ء کے انعقاد میں ان کی مساعیٔ جمیلہ لائق تحسین ہیں---

٧/محرم الحرام ١٣٩٩ھ/ ٨/دسمبر ١٩٧٨ء، بروز جمعۃ المبارک وفات پائی---ان کے دو صاحبزادے ہیں، محمد قاسم، مولانا محمد طاہر--- حضرت فقیہ اعظم ان کے بچوں کو پیار دینے اور مولانا کے قائم کردہ دارالعلوم کو دیکھنے گئے تھے---مولانا کے بعد شمس العلوم کا انتظام وانصرام ان کے استاذ بھائی مولانا غلام محمد سیالوی کے سپرد کیا گیا---

(٣) مولانا ابوالظفر غلام محمد سیالوی آج کل قرآن بورڈ پنجاب کے چیئرمین اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے ناظم امتحانات ہیں---

ہمارے حج کے لیے مقبول دعا

اسی سال (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) حج کے لیے آپ نے میری، میری والدہ محترمہ، مولانا قاری مسرور احمد سیالوی[۱] (ملتان) اور ان کی والدہ ماجدہ (میری حقیقی پھوپھی) کی درخواستیں دے رکھی تھیں، جو نامنظور ہوئیں--- بصیر پور سے روانگی کے وقت آپ نے فرمایا، اگر تمہاری منظوری ہوگئی تو میں عید الفطر کے بعد واپس آجاؤں گا، ورنہ حج کے بعد واپسی ہوگی---ایک خط میں آپ نے لکھا:

> ''تمہارا خط بڑے مبارک وقت میں ملا، جب کہ میں تہجد ادا کر کے دعائیں کر رہا تھا---تو یہ دعا (حاضری مدینہ منورہ و حج) بھی کر دی، امید کہ ضرور منظور ہوگی--- بنابریں میں نے ارادہ واپسی کا کر لیا ہے اور چودھری عبدالرزاق کو ٹکٹ دے دیے ہیں کہ او کے کرالیں--- امید کہ ۲۷/جولائی ۱۹۸۲ء/۴/شوال المکرّم ۱۴۰۲ھ کی ہو جائیں گی''---
>
> [محررہ ۱۳/جولائی ۱۹۸۲ء]

یہ خط پڑھ کر یقین ہو گیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری حاضری ہوگی، مگر زمینی حقائق مختلف تھے، کوششیں، سفارشیں ناکام ہو چکی تھی اور بظاہر مایوسی تھی--- حضرت قبلہ

واپس تشریف لائے تو آپ کی ہم شیرام قاری مسرور احمد مع قاری صاحب ملنے بصیرپور آئے تو انھیں بھی یہی فرمایا:

''ان شاءاللہ تم حاجی ہو''---

بالآخر غیبی مدد پہنچی اور سرکار ابدقرار ﷺ کا کرم ہوگیا، منظوری آ گئی---مگر کوشش کے باوجود پتا نہ چلا کہ کیسے؟---یقین ہے کہ یہ حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی دعاؤں کا ثمر تھا---

کچھ بیان اپنا

روانگی سے پہلے احقر نے ماہ نامہ نورالحبیب کا جو اداریہ رقم کیا تھا، اس میں بھی اس حقیقت کا اظہار ہے---میں نے قارئین کو مخاطب کر کے لکھا:

جس وقت آپ اس شمارہ کی ورق گردانی کر رہے ہوں گے، احقر ان شاءاللہ تعالیٰ سرزمین حجاز میں پہنچ چکا ہوگا---امسال سپانسرشپ سکیم کے تحت حج کی درخواست دی، منظوری نہ ہوئی، مگر سرکار مدینہ علیہ اکمل التحیات والتسلیمات کے کرم اور حضرت فقیہ اعظم دامت برکاتہم کی دعاؤں سے مایوسی و ناامیدی کے بادل چھٹ گئے اور اچانک درحبیب پاک ﷺ کی حاضری کا پروانہ مل گیا:

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

بظاہر جو بات ناممکن قرار دی گئی تھی، ممکن بن گئی کہ بقول غالب:

اس کی امت سے ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ ﷺ کے غالب گنبد بے در کھلا

وہ رؤف ورحیم ہیں، کریم ہیں، رأفت ورحمت ان کی عادت مبارکہ ہے، کرم فرمانا ان کا کام ہے، ان کے کرم کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا:

یہ سب ان کا کرم، ان کا کرم، ان کی عنایت ہے

اپنی دعاؤں میں احقر کو یاد رکھیں کہ اس دربار مقدس کے ادب واحترام کی کما حقہ توفیق نصیب ہو--- حج، حج مبرور اور حاضریٔ بارگاہ عالیہ مقبول ومنظور ہو اور اس بارگاہ عرش جاہ کی حاضری بار بار نصیب ہو---

مسافر مدینہ---محمد محبّ اللہ نوری
حال باب المدینہ کراچی
۶ر ستمبر ۱۹۸۲ء

[نور الحبیب، عمر فاروق [۲]، سلسلہ تبلیغ نمبر ۱۲۱، ذو الحجہ ۱۴۰۱ھ، صفحہ ۳]

ہمارا سفر حج (۱۴۰۲ھ)

یکم ستمبر ۱۹۸۲ء کو خیبر میل کے ذریعے ہم سفر حجاز کے لیے اوکاڑا روانہ ہوئے--- کرم بالائے کرم کہ حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہمیں الوداع کہنے کے لیے کراچی تک ہمراہ تشریف لے گئے---۷ر ستمبر کو کراچی سے جدہ پہنچے، چودھری خوشی محمد نوری ہمیں لینے آئے ہوئے تھے، سیدھے مدینہ عالیہ حاضر ہو گئے--- چھ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ کو مدینہ منورہ سے حج قران کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے--- حج کے بعد پھر مدینہ عالیہ حاضر ہو گئے---اس طرح اٹھارہ دن حج سے پہلے اور پندرہ دن بعد از حج

18

یعنی تینتیس دن مدینہ سرور قلب وسینہ کی حاضری نصیب رہی، فللّٰہ الحمد و المنة---

اس سفر مقدس میں حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز خصوصی ہدایات سے نوازتے ہوئے ہماری رہنمائی فرماتے رہے، نیز دارالعلوم کے احوال سے آگاہ کرتے رہے--- مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مدینہ منورہ میں موصولہ مکاتیب کے اقتباسات درج کر دیے جائیں:

بنام راقم پہلا گرامی نامہ

فرزندان عزیز مولانا الحاج محمد محبّ اللہ نوری
وقاری مسرور احمد قمری سلامت رہیں

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت طرفین کل مورخہ ۱۸ر ستمبر ۱۹۸۲ھ کو ۹ بجے صبح آپ کا خط ملا، مگر طویل انتظار کے بعد--- امید ہے کہ میرا خط بھی آپ کو مل گیا ہوگا جو کراچی سے واپسی پر تحریر کیا تھا--- گھر پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سب خیریت ہے اور عزیزان گرامی محمد نعیم اللہ اور محمد نصر اللہ راضی خوش ہیں، طلباء بھی بخیر وعافیت ہیں اور مطبخ کا انتظام بالکل ٹھیک ہے---

آج ابھی ابھی میاں محمد نواز شریف، وزیر خزانہ (پنجاب) دارالعلوم میں ملنے آئے تھے اور انکم ٹیکس کے متعلق بات کی گئی، وہ اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ عطیات پر انکم ٹیکس کی چھوٹ دے دی جائے گی--- انھیں تحریری طور پر لکھ کر دے دیا ہے---

(مگر میاں صاحب تعمیل حکم کی سعادت سے محروم رہے [محبّ])

میرے بیٹے! خصوصی دعائیں کرتے رہیں اور درخواست بھی پیش کرتے رہیں،

یہ بڑا اچھا ہے کہ صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، خوب ہے---

دوسرا مکتوب گرامی

ایک اور خط میں رقم فرمایا:

''یہاں خیریت ہے اور آپ کی خیریت کا تیسرا خط آج ملا، بڑی خوشی ہوئی، الحمدللہ ساری خیریت ہے اور خوب دارالعلوم جاری ہے، والحمد للہ---

آپ کے لیے خوب دعائیں کر رہے ہیں، رات اتمام حج کی خصوصی دعا کی کہ منیٰ کی رات ہے--- ہاں تفصیل سے لکھیں کہ بوڑھی حاجنوں نے طواف زیارت بھی کر لیا ہے؟--- گو مشکل ہے مگر ہمت سے سب کام ہو جاتا ہے--- اگر طواف زیارت رہ گیا ہے تو ضرور کروالیں، اگر مدینہ شریف چلے گئے ہیں تو آتے ہوئے ایک عمرہ بھی کر لیں اور طواف زیارت بھی کرالیں، تمہیں معلوم ہے کہ وہ بڑا ضروری ہے--- اب تو بالکل ہی آسان ہے طواف زیارت کیونکہ حاجی عموماً چلے جاتے ہیں--- اپنی والدہ کے ساتھ رہیں تو کوئی مشکل نہیں اور اگر زیادہ معذرت کریں تو پنگھوڑے پر ہی کرالیں--- والدہ کو سمجھائیں کہ ساتھ ساتھ میں بھی چلتا رہوں گا، گو پنگھوڑا اٹھانے والے جلدی جلدی چلتے ہیں مگر فارغ آدمی ساتھ چل سکتا ہے---

قاری صاحب بھی اپنی والدہ کو کروالیں، اللہ تمہیں بڑا ثواب دے گا کہ خدمت گار بیٹے کی ایک ایک پیار کی نظر بھی جو ماں باپ کو دیکھے، حج بن جاتی ہے،

18

تو آپ کی حجیں بے شمار ہو جائیں گی---آداب سے رہیں، مدینہ منورہ میں رہنا بڑی قسمت کی بات ہے، مگر آداب سے---ساتھیوں کے ساتھ بھی خوش رہیں، نمازیں احتیاط کے ساتھ پڑھیں، سستی نہ کریں، ہمارے دوست یار ہی تنگ کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ جماعت بنا لیتے ہیں---ایک مرتبہ میں بھی پکڑا گیا تھا، بس احتیاط رکھیں اور سرکار میں عرض کر دیں--- صلی اللّٰہ علیہ وسلم قدر حسنہ و جمالہ و جاھہ و جلالہ و جودہ و نوالہ

مولوی عبد القادر (نعیمی مدنی) صاحب ملیں تو سلام عرض کریں--- مدنی صاحب، بھٹی صاحب، حافظ انور[۳] (فوجی) صاحب اور سب جاننے والوں کو بھی سلام---حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور حاجی لال دین صاحب اور صوفی محمد صدیق صاحب، مرولہ شریف والوں سے بھی سلام عرض کریں---

اب اپنے آنے کے متعلق لکھیں کہ کب ارادہ ہے؟--- ہوائی جہاز کی سیٹیں مدینہ شریف میں ہی او کے کروالیں--- ہاں یہ آپ نے نہیں لکھا کہ جدہ شریف میں کسٹم والوں نے دلائل الخیرات شریف[۴] پر قبضہ تو نہیں کیا، کیا بنا؟---کراچی بھی کسٹم ہوتا ہے، کوئی چیز خلاف قانون نہیں لینی چاہیے، اللہ تعالیٰ آسانی فرمائے گا---اپنی والدہ کا خاص خیال رکھیں، کیونکہ وہ میری طرح کمزور ہیں---

حاجی محمد اسحاق صاحب، حاجی عبد الرزاق صاحب، حاجی خوشی محمد صاحب کو سلام پہنچا دیں---صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہیں اور حاضری کے متعلق بھی---

والسلام

ابوالخیر النعیمی غفرلہ بیدہ

۲۷ ستمبر ۱۹۸۲ء

والا نامہ

ایک اور مکتوب گرامی لکھا:

فرزند عزیز مولانا الحاج محمد محبّ اللہ نوری سلمہ ربہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ ہم بخیریت ہیں اور آپ کی عافیت مطلوب ہے--- مدینہ پاک کی ایک گھڑی صدہا سال سے افضل ہے، آپ کو ماشاء اللہ حج سے پہلے مدینہ پاک میں ۱۸ دن مل گئے اور اب پھر حاضر ہیں، ہزار ہا مبارکبادیاں--- اب اس خط کے دیکھتے ہی فوراً واپسی کی تیاری کرلیں، کیونکہ اب میں تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں--- اپنا کام آ کر سنبھالیں، نبی الانبیاء ابی و امی وروحی فداہ سے اجازت لے لیں کہ دارالعلوم کا کام جا کر کروں--- حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حج کے بعد فرمایا کرتے تھے:

یا اھل الشام شامکم، و یا اھل الیمن یمنکم---[۵]

یعنی ہر علاقے والے اپنے علاقوں میں چلے جائیں---

حدیث شریف میں فرمایا ہے:

جب تمہاری سفر کی حاجت پوری ہو جائے تو اپنے گھر لوٹ جاؤ[۶]

باقی سب خیریت ہے، کل بروز منگل، ۲۸ ستمبر ۱۹۸۲ء کو قربانی ہوگئی ہے---

دعا گو

الضعیف ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۲۹ ستمبر ۱۹۸۲ء

یہ گرامی نامہ حج اور عید کی تعطیلات کی وجہ سے خاصی تاخیر سے ملا، تاہم حسب الحکم ہم نے واپسی کی تاریخ تبدیل کرانے کی کوشش کی، مگر کامیابی نہ ہوسکی اور بعد کے مکتوب میں آپ نے اصل تاریخ تک قیام کی اجازت بھی دے دی---اس طرح ہمیں مدینہ منورہ میں مزید چند یوم حاضری کا موقع نصیب ہوگیا---

نوازش نامہ

ایک مکتوب گرامی میں رقم فرمایا:

یٰایھا الحاج مولانا ابوالنصرین

محمد محب اللّٰہ النوری سلمہ ربہ تعالی

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ---بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ کل عصر کے وقت عید الفطر کی طرح تمہارا والا نامہ تشریف لایا، از حد خوشی ہوئی، ماشاءاللہ انیس (۱۹) بھی آ رہی ہے اور مدینہ پاک میں دو چار دن اور بھی مل جائیں گے، مگر انیس (اکتوبر) کو ضرور آ جائیں---میں بابو رشید احمد کو لکھ دیتا ہوں، ان شاءاللہ تعالیٰ کہ تیز گام کی سیٹیں بک کرائے اور اسی روز ہی تیز گام پر سوار ہو کر آ جائیں، ملتان بھی کھڑی ہوتی ہے اور ساہیوال بھی---ان شاءاللہ تعالیٰ

نصران [۷] دونوں راضی خوش ہیں، کوئی فکر نہ کریں، ہر طرح خیریت ہے---قربانی کا معاملہ جلو دکا ٹھیک رہا ہے، چودھری محمد حیات نے بڑی کوشش کی تھی---سب دوستوں سے درجہ بدرجہ سلام اور بارگاہ عالیہ میں صلوٰۃ وسلام تو

عرض کرنے ہی ہیں---

والسلام---دعا گو

ابوالخیر النعیمی غفرلہ بیدہ

۱۳/اکتوبر۱۹۸۲ء

خبر وصال کا اشارہ

انہی ایام میں املا کروائے گئے ایک گرامی نامہ کے اندر ملفوف انداز میں اپنے قرب وصال کی خبر دی:

برخوردار مولانا محمد محبّ اللہ نوری سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ یہ چوتھا خط ہے، تین پہلے لکھ چکا ہوں کہ فوراً آ جاؤ، میں اب تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں---آخر موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد نہیں یاد:

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا○---[الکہف:۶۲]

(''ہمیں تو اس سفر سے بہت تھکن ہو گئی ہے'')

جب کام مکمل ہو جائے تو تھکاوٹ ہو جاتی ہے---اس کے دو معنی ہیں، سمجھ لو، پس بلا حیل و حجت فوراً واپس آ جاؤ---اپنی والدہ سے دریافت کرو، جاتے وقت میں نے ان سے کچھ کہا تھا اور وہ پریشان ہو گئیں---سب دوستوں اور یاد کنوں سے سلام محبت اور بارگاہ عالیہ میں نیاز مندانہ صلاۃ وسلام تو عرض کرنے ہی ہیں---والسلام

ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۸/اکتوبر۱۹۸۲ء

واپسی

حج و زیارت حاضریٔ مدینہ منورہ سے سعادت یاب ہوکر ہم ۱۸/اکتوبر۱۹۸۲ء کو جدہ اور ۱۹/اکتوبر کی صبح کو کراچی پہنچے، جب کہ ۲۰/ کو کراچی سے روانہ ہوکر اکیس کو بصیر پور پہنچے---حضرت فقیہ اعظم ہمیں لینے کے لیے ساہیوال اسٹیشن پر تشریف لے گئے--- چناں چہ مولانا الحاج غلام حسین نوری (ساہیوال) کے نام تحریر فرمایا:

''کل مولانا الحاج محمد محبّ اللہ کا خط آ گیا ہے---اب آپ کو لکھ رہا ہوں کہ وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ۲۱/اکتوبر ۱۹۸۲ء کو آ رہے ہیں، استقبال کے لیے ساہیوال آ رہا ہوں''---

[محررہ ۱۳/اکتوبر ۱۹۸۲ء]

اس سفر حج کی منظوری کی مفصل داستان ہمارے رفیق سفر برادرم مولانا قاری مسرور احمد سیالوی نے ''نگاہ فقیہ اعظم کی ضوفشانیاں'' کے عنوان سے مستقل مضمون میں بیان کی ہے---یہ مضمون ماہ نامہ نور الحبیب کی اشاعت خاص، سلسلہ تبلیغ ۱۳۷-۱۳۸، جمادی الآخرہ، رجب المرجب ۱۴۰۴ھ میں شائع ہوا---

حواشی

① قاری مسرور احمد، حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں، انوار العلوم ملتان سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد عصری علوم حاصل کیے اور ڈگری کالج ملتان میں لیکچرر مقرر ہوئے، ساتھ ہی وحدت کالونی کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے--- ریٹائرمنٹ کے بعد آج کل بسم اللہ کالونی چوک محمود آباد ملتان میں مقیم ہیں--- ان کی والدہ ماجدہ حاجن غلام جنت رحمۃ اللہ علیہا حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی ہمشیر، عمر میں اگر چہ ان سے چھوٹی تھیں مگر وہ پیار سے ''مائی صاحبہ'' پکارتے اور برادری میں اسی لقب کے ساتھ معروف تھیں--- نہایت ہی عبادت گزار تھیں، تین رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ، بمطابق ۱۶ر ستمبر ۲۰۰۷ء، بروز اتوار، بوقت ۱۱ بجے دن اپنے گھر میں وفات پائی اور قبرستان رشید آباد، چاہ ٹبی والا ملتان میں مدفون ہوئیں---

② اس وقت نور الحبیب کا ابھی ڈیکلریشن منظور نہیں ہوا تھا، اس لیے مہینا کی مناسبت سے مختلف ناموں سے شائع ہوتا تھا--- باقاعدہ ڈیکلریشن مارچ ۱۹۸۸ء میں منظور ہوا---

③ منڈی بہاء الدین کے رہائشی ہیں، پاک فوج میں بھرتی ہوئے، سقوط ڈھاکہ کے وقت مشرقی پاکستان میں دیگر فوجیوں کے ساتھ گرفتار ہوئے--- دوران قید قرآن کریم حفظ کیا--- رہائی پر دار العلوم حنفیہ فریدیہ میں داخلہ لیا، ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے--- بحمد اللہ تعالیٰ ابھی تک وہیں مقیم ہیں اور اپنا کاروبار کرتے ہیں---

④ فنا فی المصطفیٰ ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی السملالی (م۸۷۰ھ) کی اس کتاب کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی اور اسے عرب وعجم میں بطور وظیفہ پڑھا جاتا ہے---
درود وسلام کے اس ہفتہ وار مجموعہ کا اصل نام یہ ہے:

''دلائل الخیرات و شوارق الانوار فی ذکر الصلاۃ و السلام علی النبی المختار''---

کتاب اور مصنف کے حالات کے لیے احقر کا رسالہ ''صاحب دلائل الخیرات'' کا مطالعہ کریں---

⑤ احیاء علوم الدین لمحمد الغزالی، کتاب اسرار الحج، الفصل الاوّل فی فضائل الحج و فضیلۃ البیت

⑥ فَاِذَا قَضٰی اَحَدُکُمْ نَھْمَتَہٗ، فَلْیُعَجِّلْ اِلٰی اَھْلِہٖ---
[صحیح بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب السرعة فی السیر، حدیث ۳۰۰۱]

⑦ راقم کے بیٹوں محمد نعیم اللہ اور محمد نصر اللہ کو قمرین وحسنین کی طرح تغلیباً نصران لکھا اور اسی مناسبت سے سرنامہ میں بھی کنیت کے طور پر میرے نام کے ساتھ ''ابوالنصرین'' تحریر فرمایا---

86

۱۴۰۳ھ- حاضری کا عزم صمیم

ہمیشہ کی طرح حضرت سیدی فقیہ اعظم کا اپنے سال وصال ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں بھی حاضریٔ مدینہ منورہ کا پختہ ارادہ تھا، احقر کے نام مدینہ منورہ میں مکتوب گرامی ارسال فرمایا، جس میں اس خواہش کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

''میرے لیے بھی آئندہ سال حاضری کی اجازت مانگتے آئیں،
یہ عرض کرتے ہوئے:
کُلُّکُمْ یَسْتَجِیْزُ فِی الْحُضُوْرِ''---

[محررہ یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء]

علالت سے پہلے پروگرام طے پا چکا تھا کہ رمضان المبارک کے بعد حاضری دی جائے گی، جیسا کہ اپنے مرید خاص الحاج چودھری خوشی محمد نوری کے نام وصال سے صرف تین ماہ پہلے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''میں ان شاء اللہ عمرے کے ویزے کی کوشش کروں گا، شوال کے آخر میں آنے کا خیال ہے، پھر اگر حضور پاک ﷺ کا کرم ہوا تو حج بھی ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ--- آپ بھی مشورہ دیں کہ عمرے کے ویزے پر ہی

حاضر ہوں؟''---

[محررہ ۱۰ر جنوری ۱۹۸۳ء]

ایام علالت میں آپ کے مرید چودھری محمد اسحاق نوری عیادت کے لیے حاضر ہوئے، موصوف متعدد حاضریوں میں آپ کے رفیق سفر رہے تھے---احقر بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھا--- نقاہت کا یہ عالم کہ زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی مگر یہ گفتگو صاف سنائی دی---آپ نے چودھری صاحب سے مخاطب ہوکر دریافت کیا:

''مدینہ منورہ کب حاضر ہونا ہے؟''---

عرض کیا، رمضان شریف سے پہلے کا ارادہ ہے---فرمایا:

''میرا بھی یہی پروگرام ہے''---

احقر نے عرض کیا، حضور! آپ کا پروگرام تو عید کے بعد کا بنے گا---فرمایا:

''اب مدینہ شریف پہلے حاضری ہوگی--- رمضان شریف سے بھی پہلے---بہت جلد حاضری ہوگی''---

اور واقعی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس مرید صادق کو کاسہ ہائے وصال پلائے جانے کا مژدۂ جاں فزا سنایا گیا اور سرکار کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حقیقی وصل کی نوید پہلے ہی آ پہنچی---ہاں، رمضان المبارک سے بھی پہلے---بہت پہلے---

(آپ کا وصال یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ/ ۱۵ر اپریل ۱۹۸۳ء کو ہوا)---

شہرِ شاہِ انبیا ﷺ بے انتہا اچھا لگا
مرکزِ مہر و وفا بے انتہا اچھا لگا

دم بخود آتے ہیں قدسی بھی جہاں شام و سحر
وہ مدینہ طیبہ بے انتہا اچھا لگا

رحمتوں کا سائباں اور شفقتوں کا ترجماں
روضۂ خیر الوریٰ بے انتہا اچھا لگا

باب جبرائیل ہو یا ہوں سنہری جالیاں
''آستانِ مصطفیٰ بے انتہا اچھا لگا''

ان کی صورت ، ان کی سیرت کا بیانِ دل نشین
ابتدا تا انتہا ، بے انتہا اچھا لگا

جس کی تابانی سے مانگیں بھیک مہر و ماہ بھی
وہ رُخِ شمس الضحیٰ بے انتہا اچھا لگا

کرکے ''سِیـــــرُوْا'' پرعمل، دیکھی بہت دنیا مگر
''آستانِ مصطفیٰ بے انتہا اچھا لگا''

[(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری]

18

مدینہ منورہ میں مصروفیات

اُن کی دُھن، اُن کی لگن، اُن کی تمنا، اُن کی یاد
مختصر سا ہے مگر کافی ہے سامانِ حیات

[اختر الحامدی]
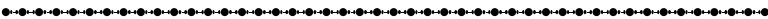
حضرت سیدی فقیہ اعظم مدینہ منورہ میں زیادہ تر وقت حرم نبوی میں گزارتے، البتہ کبھی کبھی دیگر زیارات کے لیے بھی جاتے--- حاضریٔ مدینہ منورہ اور سفر کے دوران میں ذکر وفکر، فرائض ونوافل اور حاضریٔ بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کے علاوہ درس وتدریس اور وعظ وتذکیر کا شغل بھی جاری رہتا---ایک بار بحری جہاز میں سفر کیا تو راستے میں نماز فجر کے بعد روزانہ مسائل حج وعمرہ اور زیارت مدینہ منورہ کے حوالے سے درس دیتے رہے---ان کے ایک رفیق سفر حاجی خوشی محمد چغتائی نے بعض دروس ریکارڈ بھی کیے تھے---

مدینہ منورہ میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

مسجد نبوی شریف میں روزانہ درس قرآن، درس فقہ کے علاوہ بخاری شریف وغیرہ کتب کی تدریس کا معمول رہا اور یوں لگتا گویا دارالعلوم حنفیہ فریدیہ یہاں منتقل ہوگیا ہے---چنانچہ ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''اسباق خوب ہو رہے ہیں (گویا) حنفیہ فریدیہ، مدینہ منورہ میں قائم ہے''---

[بنام اعزہ، محررہ ۲۶/ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۳ھ/
۳۱/دسمبر ۱۹۷۲ء، یوم الاحد]

''الحمد للّٰہ والمنۃ کہ ہم مدینہ عالیہ میں مقیم ہیں---رسالہ قشیریہ اور سراجیہ بھی زیر تعلیم ہیں''---

[محررہ ۱۹/شہر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/
۲۵/اکتوبر ۱۹۷۲ء، مدرسین و اعزہ کے نام]

ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

''پرسوں سراجی ختم ہوگئی ہے، اب صرف رسالہ قشیریہ ہی پڑھ رہے ہیں اور صبح کا درس باقاعدہ شروع ہے---بہت اچھی رونق ہو رہی ہے''---

[مکتوب بنام مولانا ابوالفضل و محمد محبّ اللہ وغیرہما
من المدینۃ المنورۃ المعطرۃ
۱۴/شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ، لیلۃ الاحد]

معمولاتِ یومیہ

مدینہ منورہ میں اپنی مصروفیات کی مزید تفصیلات بیان فرماتے ہیں:

''نماز عشاء اور حاضریٔ بارگاہ بے کس پناہ دے کر آیا ہوں، اس وقت یہاں (غروبی وقت کے مطابق) سوا تین بجنے والے ہیں---بفضلہٖ تعالیٰ کافی مصروفیت ہے---نماز فجر کے بعد بارہ بج کر چالیس منٹ پر باب الرحمۃ اور باب الصدیق کے درمیان درس دیا کرتا ہوں، پھر حاضری بارگاہ والا جاہ،

بعدازاں طعام اور پھر ذرا میل جول، بعدازاں آرام، پھر تیاری حرم پاک اور نماز ظہر کے بعد پھر رسالہ قشیریہ کا سبق--- سراجی تو ختم ہو گئی ہے، مستفتی حضرات کے سوالات اس کے علاوہ ہوتے ہیں----[۱]
تلاوت (قرآن کریم) بھی کرنی ہوتی ہے، تو یوں وقت گزر رہا ہے''---

[بنام مولانا ابوالبقاء وابوالضیاء،
محررہ ۱۸ر شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۲۷ر نومبر ۱۹۷۲ء]

گنبد خضراء کے سامنے درس بخاری

''ہاں ہم نے پرسوں صحیح بخاری شریف بطور تدریس فی الحرم الشریف تجاہ القبۃ الخضراء السراء شروع کی ہے، مولانا تابش صاحب، حافظ منظور حسین، حاجی عبد الحق، حاجی محمد شریف، مولوی عبدالستار، حافظ محمد فیض الرحمٰن، مولوی بشیر احمد، مولوی محمد سعید، عبدالحق صاحبان ہم سبق ہیں اور ابوالنصر صاحب بھی فرصت ہو تو شامل ہو جاتے ہیں، مگر وہ ابھی آئے ہیں اور اپنے اوراد میں مشغول ہیں[۲] بخاری شریف کا ایک نسخہ دارالعلوم کے لیے اور ایک مولوی محمد شعبان کے لیے خرید لیا ہے اور ایک مولوی عبدالستار نے خریدا ہے، صبح ۴ بجے سے ساڑھے پانچ تک سبق ہوتا ہے، کئی غیر مقلد اور اپنے، بیگانے سماع کے لیے آ جاتے ہیں اور سبق بفضلہٖ تعالیٰ خوب ہوا کرتا ہے، البتہ اختصار ہوتا ہے مگر کام پورا ہوتا ہے اور آج تک کسی بیگانے یگانے کو اعتراض کی جرأت نہیں ہوئی، نہ ہی بخاری کے سبق میں اور نہ ہی صبح قرآن کریم کے درس اور مسائل حج کے بیانات میں--- اور استفتاءات متعلقہ حج وغیرہ بھی کافی آتے رہتے ہیں، لہٰذا میرے اوقات

زیادہ مختصر ہو گئے ہیں، خصوصاً جب کہ دن بھی چھوٹے ہو گئے ہیں اور رات کے وقت لکھنا مجھے طبعاً پسند نہیں، لہٰذا اب بعد از عشاء چار بجے کے قریب (زوالی ٹائم) تابش صاحب سے لکھا رہا ہوں کہ رات اور سردی میں تابش سے روشنی اور گرمی حاصل کی جاسکتی ہے''---

[محررہ ۱۶/ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۲ھ/ ۲۰/ دسمبر ۱۹۷۲ء]

ایک اور مکتوب بنام راقم احقر و برادر گرامی حضرت مولانا ابوالفضل میں تحریر فرمایا:

''صحیح بخاری شریف کا سبق با قاعدہ ہو رہا ہے، سو صفحے سے زائد پڑھ چکے ہیں، اس کی برکتیں ان دورہ والوں کے لیے بھی ہیں جو دارالعلوم (بصیر پور) میں بحیثیت منتظر، ایمان و اخلاص سے ڈیرہ لگائے ہوئے ہیں''---

[محررہ ۲۹/ دسمبر ۱۹۷۲ء/ ۲۴/ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۲ھ]

اس سال مولانا حافظ منظور حسین نوری بھی آپ کے رفقاء سفر میں شامل تھے، انھوں نے واپسی پر ایک منقبت میں حضرت کے فیوضات کا ذکر کیا---اس کے چند بند درج ذیل ہیں:

بیادِ مدینہ

مجھے ہیں یاد وہ دن جب دیارِ یار تھا، میں تھا
مدینہ عالیہ، شہرِ شہ ابرار تھا، میں تھا
مرا دل تھا، مرا غم تھا، مرا غم خوار تھا، میں تھا
وہ سارے نوریوں کا کارواں سالار تھا، میں تھا

نظر میں اصطفا منزل کے کمرے گھوم جاتے ہیں
تصور میں ابھی تک بیٹھ کر حضرت پڑھاتے ہیں

وہ صدرِ محفلِ عرفاں ، ہے جن کا نام نور اللہ
فقیہِ اہلِ سنت ، حضرتِ علام نور اللہ

ہیں فخرِ دین و ملت ، شوکتِ اسلام نور اللہ
خدائے لم یزل کا بہترین انعام ، نور اللہ

گلستانِ فقاہت میں نئے غنچے کھلاتے ہیں
نگاہِ فیض کے جلوے انوکھے رنگ لاتے ہیں

کرم مجھ پر ہوا ہے، دوسروں سے بھی سوا ان کا
زہے قسمت رفیقِ راہِ طیبہ میں ہوا ان کا

رہا میں ساتھ ان کے ، کیا بتاؤں ماجرا ان کا
کہ میں نے بارہا دیکھا ہے ان ﷺ کو پاس تھا ان کا

یہ باتیں راز کی ہیں راز داں ہی راز پاتے ہیں
وگرنہ ہم تو سرِ دلبراں پیہم چھپاتے ہیں

مدینہ میں بھی ان کے فیض کے چشمے رہے جاری
بخاری بھی پڑھی ان سے، سراجی بھی پڑھی ساری

تصوف، عشق، ذوق و معرفت راتوں کی بیداری
غرض ان کے وسیلے سے ملی ہے رحمتِ باری

تبھی اسٹیج پر اشعار کے سکے بٹھاتے ہیں
وگرنہ بات کرنے کے کسے انداز آتے ہیں؟

انہیں قبلۂ دل ، کعبۂ جاں ، شمعِ ہدیٰ کہیے
حقیقت بیں ، حقیقت داں ، حقیقت آشنا کہیے
انہیں غم خوارِ جاں لکھیے ، انہیں دل کی دوا کہیے
وہ سب کچھ ہیں میں حیراں ہوں انہیں کہیے تو کیا کہیے
سراپا نور ہیں اور نور کے دریا بہاتے ہیں
اگر خاکی بھی آ جائے تو یہ نوری بناتے ہیں

مسجد نبوی میں درس لینے والے طلباء وعلماء

مدینہ منورہ کی کئی حاضریوں میں آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا--- روزانہ درس قرآن و درس فقہ میں تو بیسیوں افراد باقاعدگی سے شمولیت کرتے، تاہم بعض علماء باقاعدہ درس لیتے --- مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جن علماء کے اسماء گرامی ریکارڈ سے معلوم ہو سکے، وہ یہاں درج کر دیے جائیں---

۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء کے سفر مقدس میں آپ سے رسالہ قشیریہ پڑھنے والے:

1. فاتح عیسائیت حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ، بانی جامعہ فریدیہ ساہیوال
2. مناظر اسلام حضرت مولانا ابوالرضا محمد عبدالعزیز نوری، بانی و مہتمم دارالعلوم غوثیہ، حویلی لکھا

حضرت فقیہ اعظم مدینہ منورہ سے مرسلہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"............(ابوالنصر منظور احمد) شاہ صاحب اور (مولانا عبدالعزیز) مہتمم صاحب کو رسالہ قشیریہ شروع کروا رہا ہوں--- سراجی بھی پڑھنا چاہتے ہیں"---

[محررہ ۳رمئی ۱۹۶۵ء/محرم الحرام ۱۳۸۵ھ]

۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں جن علماء کرام کو گنبد خضراء کے سامنے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی، ان میں سے جن حضرات کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے، مع ولدیت و پتا درج ذیل ہیں:

	نام	ولدیت	پتا
❶	مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن	مولانا خواجہ محمد کرم الدین	انتالی شریف، ضلع پاکپتن
❷	مولانا حافظ منظور حسین نوری	حاجی حافظ محمد حسین نوری	بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑا
❸	مولانا محمد منشاء تابش قصوری	میاں اللہ دین	منڈی مریدکے، شیخوپورہ
❹	مولانا حافظ نذیر احمد نوری	مولانا الحاج جان محمد نوری	سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ
❺	مولانا محمد عارف نوری	میاں نظام الدین	منڈی مریدکے، شیخوپورہ
❻	مولانا محمد شریف نوری شرقپوری	میاں محمد سلیمان	لدھیوال حال مدینہ منورہ
❼	مولانا ابوالبصر عبدالحق نوری	میاں شرف الدین	کمہاری والا، پاک پتن
❽	مولانا بشیر احمد	علی محمد	چک E.B/228، وہاڑی
❾	مولانا عبدالحق	حاجی میاں جعفر علی	چک E.B/243، بوریوالا
❿	مولانا عبدالستار	حاجی میاں جعفر علی	چک E.B/243، بوریوالا

علاوہ ازیں متعدد حضرات درس میں شامل ہو کر صحیح بخاری کی سماعت کرتے ---

۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں ❶ راقم الحروف محمد محبّ اللہ نوری کو بھی مدینہ منورہ میں آپ سے گنبد خضراء کے سامنے سرکار ابد قرار ﷺ کی احادیث مبارکہ کی معتبر و مستند کتاب صحیح بخاری شریف پڑھنے کا شرف نصیب ہوا--- جن دیگر حضرات کے اسماء گرامی اس وقت یاد آ رہے ہیں، حسب ذیل ہیں:

	نام	ولدیت	پتا
❷	مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری	مولانا محمد سلطان	بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑا
❸	مولانا ابوالعطاء محمد ظہور اللہ نوری	مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ	بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑا

❹ مولانا ابوالفیض علی محمد نوری	مولوی قادر بخش	جامعہ فیض العلوم، وہاڑی
❺ مولانا حافظ رحمت علی مدنی	غلام فرید	گنوں بھٹیاں، ساہیوال
❻ مولانا محمد عبدالرحمٰن	چودھری محمد شریف	انتالی شریف، ضلع پاک پتن
❼ مولانا محمد حفیظ نوری	مولانا حاجی غلام محمد	پاک پتن شریف
❽ مولانا محمد نذیر احمد نوری	میاں غلام فرید	عارف والا، پاک پتن
❾ مولانا نذر محمد نوری	مولوی غلام محمد	موضع تلہ کمبوہ، اوکاڑا
❿ مولانا نور محمد	میاں شمس دین	چک کھبیانوالی، اوکاڑا

علمائے کرام سے ملاقات

حاضریٔ مدینہ منورہ کے دوران میں حضرت فقیہ اعظم کا مختلف علماء کرام سے ملاقات اور مسائل علمی پر تبادلہ کا سلسلہ بھی رہتا---حضرت مولانا ضیاء الدین کے ہاں محافل میں بھی شریک ہوتے اور وہاں عرب و عجم کے علماء کرام سے ملاقات ہوتی--- حضرت فقیہ اعظم نے ایک بار احقر کو بتایا تھا کہ حضرت مفتیٔ اعظم ہند حضرت مصطفیٰ رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ملاقات کے دوران رسالہ **مکبر الصوت** کے حوالے سے گفتگو ہوئی، حضرت فقیہ اعظم نے اپنی یہ تصنیف آپ کی خدمت میں انڈیا بھجوائی تھی---حضرت نے فرمایا:

"میں خود تو نہیں دیکھ سکا، البتہ جامعہ مظہر العلوم کے مدرس (غالباً مفتی افضل حسین) کو دیا تھا، مگر مولانا! وہ تو آپ کی تحقیق سے متفق ہو گئے"---

علماء کرام سے ملاقات کے حوالے سے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

"آج مولانا ضیاء الدین صاحب سے، جو پچاس سال سے یہاں ہیں،

ملاقات ہوئی، بہت خوش ہوئے، کئی معلومات متعلقہ مدینہ طیبہ حاصل ہوئیں''---

[محررہ ۲۱ / مئی ۱۹۶۰ء]

''یہاں مولانا ضیاء الدین صاحب سیال کوٹی، اعلیٰ حضرت کے خلیفہ معمر، بااخلاق عالم دین ہیں، بڑی محبت سے ملتے ہیں--- مکبر الصوت پڑھ رہے ہیں اور پسند کرتے ہیں''---

[بنام اعزہ، محررہ ۲۶ / مئی ۱۹۶۰ء]

ایک اور مکتوب میں رقم طراز ہیں:

''آج حضرت مولانا السید ابوطاہر بغدادی مدظلہم کی زیارت فندق مصری، مکہ مکرمہ میں ہوئی، بڑے اخلاق سے ملے اور کافی گفتگو ہوتی رہی--- ایک مشہور مصری عالم بھی تھے، ان سے بھی تعارف کرایا''---

[بنام مولانا ابوالفضل فضّلہ ربہ تعالیٰ،

محررہ ۳ / ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۱ھ / ۱۷ / مئی ۱۹۶۲ء، یوم الخمیس]

ایک مکتوب میں پاکستان کے چند علماء معززین سے ملاقات کا یوں ذکر کرتے ہیں:

''میاں ظہور الدین، ظہوری قصوری کے پیر ہمارے پڑوس میں ہیں، مفتی عزیز احمد (بدایونی) لاہوری، محبوب رضا صاحب بمبئی والے، حاجی محمد ابراہیم اشرفی، لال دین اشرفی لاہور والے اور بہت سے حضرات (آئے ہوئے) ہیں''---

[بنام اساتذہ دار العلوم، محررہ ۲۱ / مئی ۱۹۶۲ء]

ایک اور خط میں لکھا:

''اب اور علماء بھی آ گئے ہیں (ظاہر ہے کہ پہلے کسی مکتوب میں علماء کا ذکر کیا ہوگا) مفتی حیدر آباد محمد محمود صاحب [۳]، جن کا اپنا مدرسہ بھی ہے اور

مفتی محمد امین صاحب[۴]، جولائل پور (اب فیصل آباد) جامعہ رضویہ کے مفتی ہیں، ان سے گفتگو علمی کئی مرتبہ ہوئی ہے، آج سنا ہے مفتی محمد حسین صاحب[۵] سکھر والے بھی آ گئے ہیں، ابھی ملاقات نہیں ہوئی ---بعض برائے نام مفتی وسنی بھی آئے ہوئے ہیں، جو ''بدنام کنندۂ نیکو نام چند'' (کے مصداق) ہیں''---

[بنام مولانا ابوالفضل، محررہ مدینہ منورہ
۲۸ رشوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/۳ رنومبر ۱۹۷۲ء]

ایک اور بزرگ کا ذکر اس طرح کیا:

''قاری معزالدین صاحب حویلی (لکھا) والا کے استاذ حضرت قاری محمد یوسف صاحب پنجابی ثم مدنی جو بڑے بزرگ تھے، وہ بتقدیر مولیٰ تبارک وتعالیٰ ۱۵ یا ۱۶ ر ذی الحجة المبارکة بروز سوموار شریف وصال پاچکے ہیں--- فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون

زیارت کا شوق تھا، مگر وہ پہلے ہی رخصت ہو گئے---اچھی حالت میں تھے، اچانک ہی فوت ہو گئے ہیں، یہ خبر وحشت اثر بعد از سلام قاری صاحب سے عرض کر بھیجیں''---

[محررہ ۳۱ رمئی ۱۹۶۲ء]

۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء کے سفر میں حضرت مولانا ضیاء الدین سے ملنے گئے تو انھوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار سنائے، جو انھوں نے اپنے پاس موجود بہار شریعت، حصہ ششم پر لکھ لیے:

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ ٭ بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلٰوتُهٗ دَوْمًا عَلٰی ٭ خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ

19

''اس خدائے یکتا کی حمد وثنا، جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے، تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد ﷺ پر خدا کی رحمت ہمیشہ ہمیشہ نازل ہوتی رہے''---

حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی جب کبھی موج میں ہوتے تو مدینہ منورہ میں اپنے ابتدائی ایام اور بغداد معلیٰ میں قیام کے واقعات بھی سناتے--- چناں چہ ایک روز بیان فرمایا کہ:

''بغداد کے ایک بزرگ سید حسین الحسنی الکردی نے مجھے تین نصیحتیں کی تھیں، جو بظاہر درست معلوم نہیں ہوتیں، مگر بعض حالات کے لحاظ سے باطنی طور پر درست ہیں--- پہلی یہ کہ پہلی صف میں نماز نہ پڑھنا، دوسری یہ کہ اہل مدینہ سے محبت کرنا مگر میل جول نہ رکھنا، تیسری یہ کہ حرم نبوی میں صدقہ وخیرات نہ دینا---

ان کے باطنی مفہوم کی تفصیل ان کی گفتگو کے سیاق وسباق سے کچھ یوں مفہوم ہوئی کہ:

❶ مسجد نبوی کی صف اوّل میں عموماً اصحابِ اثر و رسوخِ دنیوی کھڑے ہوتے ہیں، کیوں کہ امام مسجد چیف جسٹس ہے اور جس طرح ہمارے ہاں اگر ڈپٹی کمشنر یا کوئی وزیر دورہ کرے تو دنیادار، ظاہر بین لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، اسی طرح وہاں بھی شاید ہوتا ہو، لہٰذا پچھلی صفوں میں فقراء اور مخلصین عامۃ الناس میں کھڑے ہونا بہتر ہے تاکہ ریا کا شائبہ نہ رہے اور عبادت میں اخلاص کی روح ہی درکار رہے---

❷ اہل مدینہ سے محبت تو جزوِ ایمان ہے لیکن جب میل جول بڑھ جاتا ہے تو قدرتی طور پر احترام کا پہلو کم ہو جاتا ہے اور ان کے بعض عیوب پر بھی

نظر پڑ جانے کا اندیشہ ہے، پھر انسان ظاہراً یا باطناً ان کی غیبت کا مرتکب ہو کر سخت گنہ گار ہوتا ہے---

❸ حرم نبوی میں خیرات کی ممانعت سے غالباً یہ پہلو مدنظر ہو کہ اس شہنشاہ حاتم نواز صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار دُربار میں کوئی سائلوں کو دے تو کہیں ان کی طبعِ غیور پر گراں نہ گزرے---مزید براں صدقہ وخیرات ہر کسی کو تو نہیں دیا جا سکتا، اس لیے بعض زائرین کی دل شکنی اور خیرات لینے والوں کے شور شرابہ کا بھی اندیشہ ہے، جو بے ادبی کا باعث بن سکتا ہے---

واللہ تعالٰی اعلم، بزرگوں کے بعض ارشادات بھی متشابہات کی قسم سے ہوتے ہیں''---

استفتاءات کے جوابات

درس و تدریس اور علماء کرام سے ملاقاتوں اور علمی گفتگو کے علاوہ عوام وخواص زائرین وحجاج کرام کے استفتاءات کے جوابات بھی دیتے---

زبانی جوابات کے علاوہ بعض دفعہ بذریعہ خط بھی آپ سے مسائل دریافت کیے جاتے---
چنانچہ بصیر پور (پاکستان) سے مفتی محمد اجمل نوری نے اپنے خط میں روزہ کی حالت میں گلوکوز لگوانے اور اعتکاف والی مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہو تو دوسری مسجد میں نماز جمعہ کے لیے جانے کے بارے میں استفتاء کیا، تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''مفتی صاحب کے استفتاء آئے ہیں اور مجھے فرصت نہیں---رسالہ ''ٹیکہ اور روزہ'' میں ٹیکہ کے متعلق سب سوالات کے جواب آ گئے ہیں---
یہ تو بدیہی چیز ہے کہ روزہ تقویٰ کا ذریعہ ہے، نفس پر جوع وعطش کی ضرب

ہونی چاہیے، لہٰذا واقعی ضرورتِ مرض میں استعمال ہونا چاہیے مگر ایسا مریض جو گلوکوز کا محتاج ہو، روزہ ہی کب رکھتا ہے؟ --- ایسے فرضی سوالوں کی کوئی ضرورت نہیں --- واللّٰہ الهادی و بیدہ الایادی

رہا اعتکاف کا مسئلہ تو ظاہر یہی ہے کہ جب معتکَف میں جمعہ ہوتا ہے تو باہر نہ جائے --- واللّٰہ تعالٰی اعلم وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبه و آله و صحبه و بارك وسلم ---

ہاں (فی الوقت) مجھے اس کا کوئی جزئیہ یاد نہیں'' ---

[مکتوب محررہ ۱۴ر شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ]

آپ خود بھی استدلال اور متانت سے فتویٰ تحریر کرتے اور دوسروں کو بھی یہی مشورہ دیتے --- ۱۹۷۲ء میں جب آپ حج وزیارت کے لیے روانہ ہوئے تو ان دنوں ایک سنی جریدے میں بڑے تسلسل سے بچیوں کو لکھنے پڑھنے کی ممانعت کے بارے میں مضامین چھپ رہے تھے، تو انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور کے ماہانہ پمفلٹ میں حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ، صدر انجمن نے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیم کتابتِ نساء کے جواز پر فتویٰ چھاپ دیا، جس میں آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے انھیں لکھنا سکھانا وقت کی اہم ضرورت ہے --- آپ نے قرونِ اولیٰ کے مختلف ادوار کی متعدد خواتین کی مثالیں دیں کہ وہ نہ صرف لکھنا جانتی تھیں بلکہ وہ بہترین عالمہ، فاضلہ اور فقیہہ تھیں (یہ فتویٰ، فتاویٰ نوریہ، جلد سوم میں شامل ہے) --- خط میں حضرت کو اطلاع دی گئی تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا:

''فتویٰ چھاپ دیا ہے تو اللہ تعالیٰ شر سے بچائے --- بعض مولوی بھی آج کل بلا بنے ہوئے ہیں --- انصاف وصداقت روپوش ہے --- جو لکھیں متانت سے ہو، کسی کے ادب ولحاظ کے خلاف کوئی لفظ نہ ہو، خصوصاً اپنے

اساتذہ ومشائخ کے متعلق‘‘---

[مکتوب محولہ بالا، ۱۴؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ]

فقہی مسائل کے علاوہ بعض دیگر استفسارات کے جواب بھی دیتے --- مولانا ابوالبقاء نے اپنی صاحبزادی کے ہاں بیٹی پیدا ہونے کی خبر پہلے کسی خط میں دی ہوگی اور پھر دوبارہ خط میں اس کا ذکر کیا اور نام پوچھا، تو جواباً فرمایا:

’’عزیزہ کی لڑکی کی اطلاع پہلے نہیں ملی تھی، اچھا، اللہ نیک نصیب بنائے اور پھر لڑکا بھی عطا فرمائے --- لڑکی کا نام ’’سُکینہ‘‘ بصیغۂ تصغیر دل میں آیا ہے‘‘---

[محررہ ۲؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ، یوم الثلاثاء، ۷؍نومبر ۱۹۷۲ء]

تعبیر رؤیا

فقہی استفتاءات کے علاوہ بعض دفعہ لوگ آپ سے خوابوں کی تعبیر بھی پوچھتے --- مولانا حافظ منظور حسین نوری، جو ۱۳۹۲ھ کے سفر میں وہاں تھے، بیان کرتے ہیں:

’’ایک صاحب نے خواب میں کلیجی رنگ کا بہت بڑا سانڈ دیکھا اور ایک دودھ جیسے سفید پانی کی ندی دیکھی --- کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ یہ سانڈ بیمار ہے، اسے ندی کا پانی پلاؤ تا کہ شفایاب ہو جائے --- چناں چہ وہ سانڈ پانی پیتا ہے اور تندرست ہو کر چلتا ہے، بلکہ مڑ کر دیکھتا ہے اور اس طرح مسکراتا ہے جیسے کوئی انسان مسکرا رہا ہو---

وہ صاحب ایک سخت جسمانی عارضہ میں مبتلا ہو گئے تھے، قبلہ حضرت صاحب نے اس خواب میں سانڈ کی تعبیر ان کے مرض سے کی اور

شفا کی بشارت دی، چناں چہ جلد ہی وہ شفایاب ہو گئے---

ایک اور صاحب نے خواب میں کچھ کابلی بھیڑیں دیکھیں اور قبلہ حضرت صاحب بھی ساتھ کھڑے ہیں، پوچھتا ہے کہ حضرت! یہ بھیڑیں کہاں سے ہیں؟---آپ نے فرمایا کہ میں کشف کے ذریعے جانتا ہوں کہ ان میں سے دس نجد سے ہیں اور باقی فلاں جگہ سے، وہ جگہ یاد نہ رہی--- پھر سوال کیا کہ حضرت! کشف کیا ہوتا ہے؟--- جواب دیا، کشف ایک چمک ہے، جس سے اسرار کھلتے ہیں---وہ عرض کرتے ہیں کہ حضور! مجھے بھی کشف دیا جائے، آپ نے وعدہ فرمایا، پھر آنکھ کھل گئی''---

[اس دیار میں، صفحہ ۱۷۸-۱۷۹]

تبلیغی کی پرفریب تبلیغ کا جواب

حضرت فقیہ اعظم درس و تدریس، ذکر واذکار، سائلین کے جوابات دینے میں مصروف رہتے، سفر حج ۱۹۷۲ء میں آپ کے رفیق سفر مولانا حافظ منظور حسین نوری بیان کرتے ہیں:

''ایک روز ایک بستر بند حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم کے پاس آیا، اس وقت زیادہ خدام پاس نہ تھے، ورنہ وہ ضرور اندازہ کر لیتا کہ یہ کوئی عالم یا بزرگ شخصیت ہیں اور کنی کترا جاتا--- چنانچہ پاس بیٹھ کر بولا، حاجی صاحب! مسجد نور چلیں، یہاں قریب ہی ہے---

حضرت صاحب نے پوچھا، وہاں کتنا ثواب ہوتا ہے؟---

بولا، ایک نماز کا چھ لاکھ کا ثواب ملتا ہے---

حضرت صاحب نے ذرا خفگی سے پوچھا، کون سی کتاب میں لکھا ہے؟---
اس خلاف توقع سوال سے گھبرا گیا مگر سمجھ گیا کہ کسی عالم سے پالا پڑ گیا ہے---
آہستہ سے بولا، بزرگ لوگ ہی بتا دیے ہیں اور جواب لیے بغیر جلدی سے چلتا بنا---

اسی طرح ایک دن ایک بستر بند نیم ملا جہاز میں تقریر کے دوران حاجیوں کو سمجھانے لگا---

دیکھیے! آپ لوگ جب مدینہ شریف جائیں تو صرف مسجد میں ہی حاضر رہا کریں، بازاروں وغیرہ میں جانے کی ضرورت نہیں، ہم خرید وفروخت کے لیے نہیں جا رہے، ادھر ادھر کی سیر ہمارا مقصود نہیں، مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک رکعت کا ہزار گنا ثواب ملتا ہے، تو بس گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر---
نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین جگہ مسجد ہے اور بازار بدترین جگہ ہے---
یہ بات آپ نے مدینہ میں کہی تو پتا چلا کہ مدینہ کے بازار بھی بدترین جگہ ہے---
کیوں مولانا! ٹھیک ہے نا؟---اور توجہ قبلہ حضرت صاحب کی طرف کی، جو کچھ دور بیٹھے وِرد کر رہے تھے---

قبلہ حضرت صاحب کی رگِ حمیت بھڑک اٹھی، فوراً کڑک کر کہا، تم غلط کہتے ہو، مدینہ منورہ کے بازار بہترین جگہ ہیں---

آپ جانتے تھے کہ اس بد بخت کا مقصد بازاروں کی سیر سے روکنا نہیں بلکہ در پردہ مدینہ کے بازاروں میں بکھری ہوئی زیارات سے روکنا ہے اور حدیث نبوی کو اپنے ناپاک مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے--- چنانچہ پھر آپ نے تقریر کی، جس میں اس ظالم کی تردید کی اور دلائل سے ثابت کیا کہ مدینے کے بازار بہترین جگہ ہیں---

ان دلائل میں سے ایک مجھے تا حال یاد ہے، یہ دلیل اس حدیث شریف سے مستفاد تھی، جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ مدینہ چھوڑ کر دوسرے ملکوں کا رُخ کریں گے کہ وہاں ذرائع معاش وافر ہیں اور سرسبز و شاداب سرزمین ہے---

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ---

''مدینہ ہی ان کے لیے بہترین تھا، اگر وہ جانتے''---

اس حدیث میں حضور ﷺ نے مدینہ کو خیر فرمایا، جس کا معنی ہے ''بہترین'' اور مدینہ کس کا نام ہے؟---صرف مسجد کا نہیں بلکہ ان تمام مکانوں، بازاروں، گلیوں، مسجدوں، دکانوں، پہاڑوں، وادیوں اور محلوں کا نام مجموعی طور پر مدینہ ہے---اس سے ثابت ہوا کہ یہ سب بہترین مقامات ہیں اور خاص طور پر ان کے لیے جو سیکڑوں منزلیں طے کر کے اس مقدس سرزمین تک پہنچیں اور ان کا مقصد محض مدینہ کی زیارت ہے---وہ بازاروں میں اگر جاتے ہیں تو ضروریات زندگی لینے یا گم نام سی زیارت گاہوں پر حاضری کے لیے، جو حکومت کی لاپرواہی کے باعث گم نام ہوگئی ہیں، وگرنہ یہ عقیدت ومحبت کی جلوہ گاہیں تھیں''---

[مصدر سابق، صفحہ ۱۰۶-۱۰۷]

زیارات مدینہ

حضرت سیدی فقیہ اعظم مسجد نبوی کے علاوہ دیگر زیارات کے لیے کم ہی جاتے، البتہ جبل احد کے دامن میں سید الشہداء حضرت سیدنا حمزہ اور دیگر شہداء رضی اللہ عنہم کے مزارات

اور جنت البقیع کی متعدد بار حاضری دیتے، جنت البقیع میں ادباً دروازے پر ہی کھڑے ہو کر فاتحہ و دعا کرتے ---ایک مکتوب میں زیارات مدینہ کے احوال یوں تحریر فرمائے:

''مسجد قبا اور مساجد خمسہ کی زیارتیں آج کیں، صبح حافظ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی کے ساتھ مل کر زیارتیں کرنی ہیں''---

[۲۱رمئی ۱۹۶۰ء]

''عید کے بعد ہلکی سی بارش مدینہ منورہ میں ہوئی مگر بیرون مدینہ غالباً مشرقی جانب بڑی بارش ہوئی، حتیٰ کہ جبل احد شریف کے دامن میں مدینہ منورہ کی طرف جو نشیب ہے، وہ ندی کی طرح پانی سے چل رہا ہے کئی دنوں سے، چنانچہ ہم یوم السبت (بروز ہفتہ) کار پر گئے تو پار نہ جا سکے--- وہیں فاتحہ شریف پڑھ کر واپس آ گئے---اس روز اور کافی زیارتیں کی تھیں:

1. بیر رومہ
2. مسجد قبلتین
3. مساجد خمسہ
4. وادیٔ عقیق
5. بیر عروہ، جو بڑا مبارک ہے اور اس کا پانی خصوصی شفاء کا حامل ہے، جو وادیٔ عقیق میں ہے---
6. پانچ گنبدوں والی مسجد، جس کے محراب میں امام کے چہرہ کے برابر وہ پتھر نصب ہے، جس میں سرکار عرش قرار ﷺ کا قدم مبارک ہے، جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ سے بھی آگے ہے---
7. باغ سطان---

یہ سب زیارتیں المطعم الباکستانی [٦] والوں نے اپنی کار میں کرائیں

اور یہ وعدہ بھی کیا کہ پانی بند ہوا تو دوبارہ احد شریف وغیرہ زیارتیں کرائیں گے---
وادیٔ عقیق بڑی مبارک وادی ہے، بیرعروہ کے پاس ایک لسوڑی کا درخت ہے،
مجھے خیال آیا تو دیکھنے پر بکثرت پکی ہوئی خشک لسوڑیاں نظر آئیں---
(ایک لسوڑی) منہ میں ڈالنے پر نمی پہنچی تو بالکل تازہ کی طرح شیریں ہوگئی---
یہ عجیب چیز ہے، پاکستانی لسوڑیاں تو پکنے پر گر جاتی ہیں--میں نے کچھ تبرکاً
محفوظ رکھ لی ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں بھی کھلاؤں گا--- مدینہ عالیہ کا
کیا کہنا، ذرّہ ذرّہ آثار مبارک کا حامل ہے---ہاں، ہم نے کار مدینہ عالیہ کے
ترکی ریلوے اسٹیشن کے اندر سے گزاری، مال اور سواری ڈبے اور انجن
تقریباً پچاس سال سے کھڑے ہیں---

مستری دوست محمد وغیرہ خیبر کی زیارت کر آئے ہیں، مجھے بھی کئی دوست
کہتے ہیں اور میں تو تبوک اور ابوا کی زیارت بھی کر سکتا ہوں اور امید ہے کہ
ہوں بھی مفت، مگر ان زیارتوں کے لیے چند نمازیں ادھر پڑھنی ہوتی ہیں،
لہٰذا بعض زیارات کا جو ارادہ تھا، ترک کر دیا ہے---اس حرم پاک اور
اس مقدس در سے بہتر اور کون سا علاقہ یا مکان یا در ہے---

بستر لگا دیے ہیں اب تو غنی کے در پر

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حدائق بخشش میں فرماتے ہیں:

مجھ سے فقیر اب بھی پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و بارك وسلم ''---

[بنام مولانا ابوالضیاء وغیرہ،
محررہ ۱۸/شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۲۷/نومبر ۱۹۷۲ء]

''ہم بالکل خیریت سے ہیں، زیارتیں کر رہے ہیں، مدینہ عالیہ کی بہاریں دیکھ رہے ہیں، اب چند یوم سے تو بفضلہٖ تعالیٰ بڑی پیاری اور میٹھی سرد ہوائیں چلی ہیں کہ کمرہ کی کھڑکی بند کرنے کے بعد بھی رضائیوں کی قدرے ضرورت محسوس ہوتی ہے--- ہم ان شاء اللہ تعالیٰ پرسوں مدینہ عالیہ سے رخصت ہو رہے ہیں، ۱۵/اپریل ۱۹۶۹ء، ہفتہ کے روز دوپہر والی گاڑی سے بصیر پور آئیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ---

تمہارے لیے بڑی دعائیں ہو رہی ہیں، فکر نہ کریں---تمہاری والدہ کی صحت بہت اچھی ہے، آج غار سجدہ کی زیارت کے لیے گئے تو بڑی آسانی سے پہاڑ پر چڑھ گئی--- والحمد للّٰہ تعالیٰ''---

[بنام مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن، محمد فیض المجتبیٰ، محمد فیض المصطفیٰ سلمہم ربہم الاعلیٰ، محررہ ۵/محرم ۱۳۸۹ھ/۲۳/مارچ ۱۹۶۹ء]

مدینہ منورہ میں بے شمار زیارات تھیں مگر حکومت نے رفتہ رفتہ ان تمام آثار قدیمہ اور عظیم نسبتوں کی حامل ان تاریخی یادگاروں کو مٹا دیا ہے--- جیسا کہ حضرت فقیہ اعظم نے غار سجدہ کی زیارت بھی کی تھی، مگر رمضان ۱۳۹۴ھ کی حاضری میں یہاں حاضر نہ ہو سکے، چنانچہ احقر کے نام مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرمایا:

''حکومت نے غار سجدہ کا قبہ شہید کر دیا ہے اور زیارت بند کر دی ہے اور یوں ہی احناف کی الگ جماعت وتر بھی بند کر دی ہے''---

[محررہ ۵/رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/ یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء]

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے کھجور کے جو پودے لگائے تھے، ان میں سے دو کھجوریں باقی تھیں، جن سے اترنے والی کھجوریں حجاج کرام بڑی رغبت اور کوشش سے حاصل کرتے اور کھجور کے ان درختوں کی

زیارت سے شاد کام ہوتے---۱۹۷۶ء میں سعودی حکومت نے انھیں شہید کرادیا، حضرت فقیہ اعظم لکھتے ہیں:

''آہ کہ ابھی جلدی ہی کم بختوں نے حضرت سلمان فارسی کے باغ کی دونوں بڑی کھجوریں شہید کر کے ٹکرے ٹکرے کر کے متفرق جلادی ہیں--- کل ابوالعطاء وغیرہ زیارت کے لیے گئے اور جڑوں کے کچھ تنکے لائے، فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ○---شاید مساجد خمسہ کا کیا بنے؟---- کچھ شنید ہے''---

[مکتوب بنام مولانا ابوالفضل، ۳۰/ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ]

محافل میں شمولیت

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران میں بعض دفعہ وہاں کے اہل محبت کے ہاں منعقدہ محافل میں بھی شرکت کرتے---مولانا ضیاء الدین مدنی کے ہاں روزانہ نماز عشاء کے بعد محفل میلاد ہوتی، ہفتہ میں دو تین بار اس میں شمولیت کرتے---اسی طرح ترکی کے ایک بزرگ شیخ فہمی کے ہاں ہر جمعہ اور پیر کی شب محفل ذکر منعقد ہوتی--- مخصوص طریقے سے سب مل کر ذکر کرتے، ان محافل میں بھی کبھی شرکت کرتے--- شیخ فہمی بھی حضرت سے بہت محبت فرماتے، ان کا چہرہ بہت نورانی تھا---ایک بار حضرت کی معیت میں مجھے بھی شیخ فہمی کی مجلس میں حاضری کا موقع ملا، حضرت سیدی فقیہ اعظم، حضرت مولانا ابوالفضل کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں

''محمد محبّ اللہ، رات فہمی صاحب کی مجلس ذکر میں مدنی صاحب کے ساتھ شامل ہوا تھا''---

[محررہ ۳۰/ذی قعد ۱۳۹۶ھ]

معمول کی ان محافل کے علاوہ بعض دیگر مجالس میں بھی شرکت کرتے، جیسا کہ اپنے عزیزوں کے نام ایک خط میں لکھا:

''سوموار شریف کی شام حضرت مولانا الشیخ ضیاء الدین کے فرمان سے ان کے ساتھ حضرت سید الشہداء اور شہداء احد شریف کے مزارات مبارکہ کی حاضری دی، افطاری ہوئی، کافی انتظام تھا، عرس تھا مگر بغیر نام کے (یعنی وہاں کے حالات کے پیش نظر افطاری کی صورت عرس کا پروگرام ہوا) رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین''---

[محررہ ۱۹ر شہر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۲ء]

مکہ مکرمہ و طائف کی زیارات

مکہ مکرمہ میں مولد النبی، جبل ابو قبیس پر جائے شق القمر، جنۃ المعلی، غار حرا، غار ثور وغیرہ کی زیارات کیں--- ۱۹۶۰ھ کے سفر میں آپ کو کعبۃ اللہ کے اندر داخلے اور نوافل ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، تب زم زم کا کنواں بھی کھلا تھا، چاہ زم زم سے ڈول بھرنے کا موقع بھی ملتا رہا---

۲۵ر شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ/ ۴ر اکتوبر ۱۹۷۲ء کو طائف روانہ ہوئے، معلم سراج قصاص نے آپ کے لیے خصوصی اجازت حاصل کی اور اپنے فرزند عاصم قصاص کو ساتھ بھیجا، جو اپنی گاڑی میں طائف لے گئے--- وہاں آپ نے وہ باغ دیکھا جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہوئے تھے--- علاوہ ازیں مقبرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی کی---

ابواء شریف میں حاضری

ایک بار آپ ابواء شریف بھی گئے، چودھری محمد عبدالرزاق نوری، جو ان دنوں مدینہ منورہ میں مقیم تھے، بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبرانور پر حاضری کا ارادہ ظاہر فرمایا، اس سے پہلے مجھے بھی ابواء شریف کا شرف نہ ملا تھا اور حضرت صاحب بھی پہلی مرتبہ جا رہے تھے--- ہم گھر سے نکلے اور مستورہ نامی مقام پر پہنچ گئے، جو ابواء کے راستے میں پڑتا ہے---مستورہ میں متعدد قہوہ خانے تھے، میں نے گاڑی سے اتر کر بہت سے لوگوں سے ابواء شریف جانے والے راستے کے لیے راہنمائی لی مگر مقصد میں کامیابی نہ ہوئی، حالاں کہ وہاں بہت سے مقامی بدو اور عربی موجود تھے، سب نے لاعلمی ظاہر کی--- میں نے واپس آ کر حضرت صاحب قبلہ کو بتایا کہ یہاں تو ناکامی کے سوا کچھ نہیں--- اچھا! حضرت صاحب کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی کام کا عزم کر لیتے تو ناکامیوں سے دل برداشتہ نہیں ہوتے تھے، بلکہ ناکامی کا تصور بھی نہ لاتے تھے--- خیر! روداد سنا کر میں خاموش ہو گیا---تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب نے ایک دفعہ تمام قہوہ خانوں پر نظر ڈالی اور کوئی شک نہیں کہ یہ نظر حقیقۃً ایک ولی کامل کی نظر تھی اور فراست مومنانہ سے حالات کا جائزہ لے رہی تھی--- پھر آپ نے دور ایک قہوہ خانے کی طرف اشارہ فرمایا، جہاں ایک بوڑھا بدو بیٹھا ہوا تھا--- مجھے فرمایا، اس آدمی کو جا کر سلام کرو اور کہو کہ ہم جناب سیدہ آمنہ

کے مزار اقدس پر حاضر ہونا چاہتے ہیں، ہمیں وہاں پہنچا دو--- مجھے تعجب ہوا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہاں فلاں آدمی ہمارا مقصد پورا کرسکتا ہے، دراں حالے کہ آپ پہلی مرتبہ ابواء شریف حاضری دینے جارہے تھے--- حسب ارشاد میں گاڑی سے نکل کر سید ھا بدو کے پاس پہنچا اور مدعا بیان کیا تو جیسے وہ چونک پڑا اور مجھ پر ایک بھر پور نگاہ ڈالی اور کہنے لگا، وہ گاڑی تمہاری ہے؟--- میں نے اثبات میں جواب دیا، اس نے دوسرا سوال کیا، گاڑی میں بیٹھے ہوئے شیخ تمہارے ساتھ ہیں؟--- میں نے ہاں میں جواب دیا تو ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور ہمیں اپنی گاڑی میں لے کر ابواء شریف کی طرف روانہ ہو گیا--- راستے میں اس نے حضرت صاحب کی تکریم و تعظیم اور احترام کا حد درجہ خیال رکھا---

بہر حال یہ ایک یادگار سفر تھا، جس میں حضرت سیدی فقیہ اعظم سے محبت مصطفوی کے بہت سے مناظر سامنے آئے اور ابواء شریف پر حاضری کا اشتیاق بھی دیکھا، نیز آپ کے ساتھ اغیار کا تکریمانہ رویہ بھی دیکھنے کو ملا"---

[مشاہدات وتاثرات، صفحہ ٦٨ تا ٦٩]

تبرکات مدینہ

مدینہ منورہ کی کھجوریں دنیا بھر میں اپنے ذائقے کے اعتبار سے ممتاز و منفرد ہیں--- ان کھجوروں کا تو کیا کہنا، ان کے علاوہ بھی حضرت فقیہ اعظم کو مدینہ منورہ سے منسوب ہر چیز پیاری لگتی---خصوصاً وہاں کا پودینہ، جس کی خوشبو اور مہک بھی ممتاز ہے اور اہل محبت یہ تحفہ ہمراہ لے جانا پسند کرتے ہیں--- ایک بار آپ مدینہ منورہ سے

جڑوں سمیت پودینہ لے کر آئے، جو یہاں لگایا گیا--- چنانچہ احقر کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"(خادمِ فقیہ اعظم) محمد انور کو کہیں کہ پودینہ لگانے کے لیے جگہ اچھی طرح بنا چھوڑے، مدینہ منورہ سے تازہ پودینہ لانے کا ارادہ ہے، جو مولانا عبدالقادر صاحب (نعیمی، مقیم مدینہ) نے اپنے ذمے لیا ہے کہ روانگی سے ایک دن پہلے پہنچا دیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ"---

[محررہ ۲۴/ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ/۳۱/اکتوبر ۱۹۸۰ء]

حضرت فقیہ اعظم مدینہ منورہ سے کھجوریں، پودینہ اور وہاں کے متبرک کنوؤں کا پانی بطور تبرک لے کر آتے---

مدینہ طیبہ سے خط

مدینہ منورہ کی محبت کی وجہ سے آپ کو طیبہ سے آنے والے خطوط کا بھی بڑا اشتیاق تھا، چنانچہ وہاں مقیم اپنے ایک نہایت پیارے اور مقرب مرید چودھری خوشی محمد نوری صاحب کو لکھتے ہیں:

"ہاں! آپ کو معلوم ہے کہ میں دل شکستہ ہوں--- آپ کا خط آ جاتا ہے، ہوائے مدینہ منورہ آ جاتی ہے، زخمی دل پر مرہم لگ جاتا ہے اور خوش ہو جاتا ہوں، لہٰذا جلدی جلدی خط لکھا کریں، کم از کم ہر مہینا میں مدینہ سے ایک خط ضرور لکھا کریں--- الحمد للہ دارالعلوم خوب چل رہا ہے اور دعائیں کریں کہ کام چلتا ہی رہے"---

[محررہ ۲۳/جنوری ۱۹۷۹ء]

چودھری محمد عبدالرزاق نوری اور ملک شفقت محمود نوری کے نام خط میں تحریر فرمایا:

''کل آپ دونوں کا مشترکہ خط ملا، بڑی خوشی ہوئی--- مدینہ منورہ کی ہر چیز ہی پیاری ہے، چہ جائے کہ پیاروں کے پیار بھرے خط، کہ خط نصف الملاقات ہوتا ہے''---

[محررہ ۲۰/اپریل ۱۹۸۰ء]

اپنے وصال سے تقریباً تین ماہ پہلے انھیں ایک خط لکھا:

''(آپ کا) خط پڑھ کر خوش ہوا ہوں، خواہ کیسا ہی لکھا جائے (لکھیں ضرور) کہ مدینے کے خط ہمارے لیے عید کا چاند ہوتے ہیں''---

[محررہ ۱۰/جنوری ۱۹۸۳ء]

چودھری عبدالرزاق نوری مقیم مدینہ عالیہ تھے، انھیں لکھا:

''کبھی کبھی خط لکھ دیا کرو تو کوئی بات نہیں، مجھے مدینہ شریف کے خط بڑے پیارے لگتے ہیں اور بڑا سرور ہوتا ہے''---

[تاریخ ندارد]

ان ہی کے نام ایک بار تحریر فرمایا:

''ہاں! تم مجھے خط ضرور لکھا کرو، اگر لکھنے کی فرصت نہ ہو تو مدینہ عالیہ کی فضاؤں میں بسا ہوا ایک سادہ کاغذ لے کے لفافہ میں بھیج دیا کرو، کیوں کہ جب بھی مدینہ منورہ سے خط آتا ہے تو میرے قلب حزیں کو تسکین سی مل جاتی ہے--- میں مدینہ شریف سے آئے ہوئے مکتوب کو آنکھوں پر لگاتا ہوں تو آنکھوں کو عجیب سی قسم کی ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے''---

[تاثرات ومشاہدات، صفحہ ۷]

حواشی

① بخاری شریف شروع ہوئی تو صبح درس قرآن اور مواجہہ شریفہ کی حاضری کے بعد غروبی وقت کے مطابق چار بجے اور عام مروّجہ وقت کے مطابق نو، دس بجے درس حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا---

② بعد میں مزید چند علماء مدینہ منورہ حاضر ہو کر درس بخاری میں شریک ہو گئے---

③ رسالہ ''رکن دین'' کے مصنف حضرت مولانا رکن الدین الوری کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد محمود الوری اہل سنت کے نامور اور جید عالم دین، مفتی اور صاحب تصنیف بزرگ تھے---۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں الور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے، تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے حیدر آباد سندھ میں مقیم ہوئے اور وہاں دارالعلوم رکن الاسلام جامعہ مجددیہ قائم فرمایا---مفتی صاحب مرحوم کئی کتب کے مصنف ہیں، آپ کے صاحبزادے مولانا ابوالخیر محمد زبیر الوری سجادہ نشین اور آپ کے قائم کردہ ادارہ کے مہتمم ہیں---

④ مدرسہ امینیہ رضویہ فیصل آباد کے بانی مفتی ابوسعید محمد امین، نوازش آباد ضلع لاہور میں ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے--- جید عالم دین اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، فضائل درود پر ''آب کوثر'' تو بہت مشہور ہوئی---مولانا سعید احمد اسعد، مولانا محمد کریم سلطانی اور مولانا مسعود احمد حسان انھی کے لخت جگر ہیں---اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کا سایۂ عاطفت دراز فرمائے---

۵ مفتی محمد حسین قادری، حضرت محدث اعظم کے شاگرد تھے، ان کی حیات میں جامعہ رضویہ فیصل آباد میں خادم دارالافتاء رہے، بعدازاں سکھر میں جامعہ غوثیہ رضویہ کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا--- دسمبر ۱۹۹۸ء میں وفات پائی--- آج کل ان کے شاگرد و مرید حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری، رکن اسلامی نظریاتی کونسل، جامعہ غوثیہ سکھر کے مہتمم ہیں---

۶ باب المجیدی کے بالکل سامنے چند گز کے فاصلے پر تھا، اس وقت مدینہ منورہ میں معدودے چند ہوٹل ہوں گے، جن میں پاکستانی کھانا دستیاب تھا--- ''پاکستانی ہوٹل'' مسجد نبوی کے قرب اور اپنے معیار کی وجہ سے پاکستانی حجاج وزائرین کی توجہ کا مرکز تھا--- اس کے مالک حافظ غلام حسین، نہایت متدین اور شریف الطبع تھے، جو حضرت مفتی احمد یار خاں، حضرت فقیہ اعظم اور دیگر علماء رحمۃ اللہ علیہم کے عقیدت مند تھے، ایک بار حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے بصیر پور بھی تشریف لائے تھے---

کتابوں سے محبت

نہ مرا نوش زتحسیں ، نہ مرا نیش زطعن

نہ مرا گوش بمدحے ، نہ مرا ہوش زِمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد در وے

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

[فاضل بریلوی]

20

حضرت فقیہ اعظم کی تمام عمر درس و تدریس، مطالعہ کتب اور ذکر و فکر میں گزری، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں جیل جانا پڑا تو وہاں بھی کتابیں زیر مطالعہ رہیں اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا---جیل میں بھی قیدی علماء کی ایک جماعت کو باقاعدگی کے ساتھ بخاری شریف کا درس دیتے رہے--- اسی طرح حرمین شریفین کی حاضری کے دوران بھی یہ مبارک شغل جاری رکھا--- متعدد اسفار میں حرم نبوی میں بخاری شریف کا سبق پڑھاتے رہے---احقر کو بھی وہاں درس بخاری شریف میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا---علاوہ ازیں رسالہ قشیریہ اور سراجی وغیرہ کا بھی مدینہ منورہ قیام کے دوران درس دیتے اور یہ کتابیں ساتھ لے جاتے--- قرآن کریم، مسائل حج کی کتاب المنسك[۱] (از ملا علی قاری[۲]) بہار شریعت، حصہ ششم اور شیخ عبدالحق محقق رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ''جذب القلوب'' تو ہر سفر میں اپنے پاس رکھتے ---آپ کو مطالعہ سے کتنا شغف تھا، اس بات کا اندازہ درج ذیل مکتوب سے ہوتا ہے، اس میں آپ اپنے ہم شیر زاد مولانا قاری مسرور احمد سیالوی کو تحریر فرماتے ہیں:

''(آپریشن کے بعد) کمزوری کافی ہے، ابھی تک نماز میں کھڑا نہیں ہوسکتا (مگر اس کے باوجود آپ سہارے کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے [محبّ]) اور بلڈ پریشر بھی کچھ زیادہ ہے--- میری بچپن سے کتاب بینی کی عادت ہے، کوئی نہ کوئی کتاب دیکھ لیتا ہوں مگر ہمارا ڈاکٹر سلیم کہتا ہے کہ کتاب دیکھنے سے بلڈ پریشر زیادہ ہوجاتا ہے--- حالاں کہ میری یہ روحانی غذا ہے، جس طرح جسمانی غذا کی ہڑتال سے آدمی مرجاتا ہے، اسی طرح اگر میں روحانی غذا بند کردوں تو میں زندہ نہیں رہ سکتا--- آپ ڈاکٹر ذکی اور ڈاکٹر محمد اکمل، (نشتر ہسپتال، ملتان) کو الگ الگ ملیں اور میرا اسلام محبت کہیں اور یہ عرض کریں کہ کتاب سے، جو کہ میری روحانی غذا ہے، اگر بلڈ پریشر زیادہ ہوتا ہے تو کیا دوا لینی چاہیے؟''---

[محررہ ۱۲ر فروری ۱۹۸۳ء]

کتب کی خریداری

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حاضریٔ روضہ انور علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور درس و تدریس کے علاوہ آپ کتب خانوں میں بھی جاتے اور کوئی کتاب پسند آجاتی تو خرید لیتے--- متعدد اسفار حرمین شریفین میں آپ کے رفیق سفر اور مرید چودھری محمد اسحاق نوری بیان کرتے ہیں:

''حاضریٔ روضہ انور کے بعد آپ کی مصروفیات کا زیادہ تر محور دینی اور اسلامی کتب کی تلاش تھا--- کتب سے آپ کو بے حد رغبت تھی، خصوصاً نایاب عربی کتب کا مل جانا آپ کے لیے بے پایاں دولت سے کم نہ تھا--- وہاں ہمارے ملنے والوں میں سے ایک شخص حافظ مقبول نامی ہیں، اگرچہ

ان کا تعلق اہل حدیث مکتبہ فکر سے تھا، مگر حضرت صاحب کے ساتھ نہایت عزت و تکریم سے پیش آیا کرتے--- کتابوں کی تلاش کے سلسلے میں وہ آپ کی معاونت کرتے اور کتب خانوں کے مالکان سے آپ کا تعارف کرواتے ہوئے ھٰذا شیخٌ کبیرٌ فی الباکستان ایسے الفاظ استعمال کرتے اور کتابوں کے بنڈل کندھے پر اٹھا کر ہمارے مکان تک پہنچایا کرتے--- حضرت کے فیضان اور آپ کی شفقت و محبت کا حافظ صاحب موصوف پر یہ اثر ہوا کہ ان کا عقیدہ درست ہو گیا''---

[مشاہدات و تاثرات، الحاج چودھری محمد اسحاق نوری، صفحہ ۴۰-۴۱]

اسی طرح مکہ مکرمہ کے کتب خانوں سے بھی کتابوں کی خریداری کرتے--- دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی لائبریری میں موجود بہت سی کتابیں وہیں سے خریدی گئیں ہیں--- چناں چہ مکہ مکرمہ سے اساتذہ دارالعلوم کے نام ''حضرات آباء الضیاء والبقاء والفضل والاسد لازالوا بالسداد الاسد'' کے سرنامے کے ساتھ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

میں اب بازار جانے کے لیے تیار بیٹھا ہوں، فتوحات مکیہ [۳] یا کوئی اور کتاب مل گئی تو امید کہ خریدوں گا--- میاں ظہور الدین صاحب [۴]، نعت خواں محمد علی ظہوری قصوری [۵] کے پیر صاحب بھی ہمارے پڑوس میں ہیں اور کتب خانوں کے واقف ہیں، ان کے ساتھ بازار جا رہا ہوں---

(اسی خط میں آگے چل کر لکھا:)

اب بازار سے واپس آ گیا ہوں، قسطلانی [٦] شرح بخاری کامل ۱۷۰، صحیح مسلم ۴۰، فتوحات مکیہ ۱۰۰، ابن ماجہ ۳۵، الجوھرۃ النیرۃ [۷] ۲۰ ریال میں خریدی ہیں اور امید کہ کل روح البیان [۸]، جلد ۹ اور ۱۰/ اور الحدیقۃ الندیۃ [۹] بھی مل جائیں گی--- یہ کتابیں کسی حاجی کو دینے کا ارادہ ہے---

محمد محبّ اللہ کو پیار اور دلاسا دیتے رہیں---

الفقیر ابوالخیر النعیمی

منتظر سفر المدینة السکینة حال مکة المکرمة

۲۱ر مئی ۱۹۶۲ء

ایک اور مکتوب میں لکھا:

''ارشاد الساری شرح قسطلانی، جوھرہ نیرہ، فتوحات مکیہ، حدیقة الندیہ وغیرہا خریدی ہیں اور روح البیان، تاسع عاشر بھی ارادہ ہے خریدنے کا کہ کتاب مکمل ہو جائے---مفتی عزیز احمد صاحب [۱۰] اور میاں ظہورالدین صاحب بھی خریدنے کا مشورہ دے رہے ہیں''---

[محررہ ۲۳ر مئی ۱۹۶۲ء، بنام مولانا ابوالفضل وغیرہ]

آپ چونکہ بذریعہ ہوائی جہاز گئے تھے، اس لیے کتابیں بحری جہاز سے آنے والے مختلف حجاج کے ذریعے پاکستان بھجوائیں، چنانچہ ایک گرامی نامہ رقم فرمایا:

''نئی کتابیں جو خریدی ہیں، ان کا زیادہ حصہ مولانا فتح محمد صاحب، خطیب اونچی مسجد باغبان پورہ لاہور کو دیا ہے کہ حضرت قبلہ سید صاحب [۱۱] کی خدمت میں حزب الاحناف پہنچا دیں اور کافی حصہ مولانا ابوالبصر عبدالحق کے سپرد ہے اور بریقہ محمودیہ [۱۲] شرح طریقہ محمدیہ، دو جلد ایک مجلد میں، مولانا محمد حبیب اللہ، خطیب حضرت میاں میر، لاہور کو دی ہے حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی [۱۳] کی خدمت میں پہنچا دیں گے---فتوحات مکیہ کی پہلی جلد میرے پاس ہے اور کتاب مناسک حج حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی''---

[بنام مولانا ابولضیاء و ابوالفضل وغیرہما

۲۳ر ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۱ھ/ ۲۷ر مئی ۱۹۶۲ء، یوم الاحد]

مولانا شاہ محمد صاحب، کاتب قصور، دارالعلوم میں زیر تعلیم تھے، انھوں نے

ریڈیو لانے کی فرمائش کی کہ رقم واپسی پر ادا کر دیں گے، تو اس بارے میں لکھا:

''مولوی شاہ محمد صاحب ریڈیو کا حکم دیتے ہیں مگر میں ریڈیو کی بہ نسبت کتابوں کو ترجیح دیتا ہوں اور کافی کتابیں خرید چکا ہوں--- مکہ مکرمہ میں ایک بڑے کتب خانے کا علم ہو گیا تھا---اب ریڈیو کے لیے رقم ہی نہیں ہے، لہٰذا تعمیل نہیں ہو سکتی''---

[بنام مولانا ابوالفضل وغیرہ،

۲۶/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۹۱ھ/ ۳۰/مئی ۱۹۶۲ء]

۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۹ء کے سفر مقدس میں آپ نے حسب ذیل کتب خریدیں:

السراج الوھاج علی المنہاج	۱۲/ریال		نور الابصار [۱۴]	۵/ریال
نزھۃ المجالس [۱۵]	۱۰/ریال		القاموس [۱۶]	۲۵/ریال
جلاء الافہام [۱۷]	۵/ریال			

[ڈائری ۱۹۶۹ء]

۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۱ء کے سفر مبارک میں دارالعلوم کے لیے جن کتابوں کی خریداری کی، ان میں سے چند کتب کی تفصیل ڈائری میں اس طرح درج ہے:

نوادر الاصول [۱۸]	۲۵/ریال		عمدۃ الاخبار	۷/ریال
شرح مقامات حریری [۱۹]	۲۵/ریال		تفسیر جواہر طنطاوی [۲۰]	۶۰/ریال

[ڈائری ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۱/جنوری]

تحفۃ المودود لابن تیمیہ	۴/ریال		نوٹ کے متعلق دو رسالے	۱/ریال

[ڈائری ۱۹۷۱ء، صفحہ ۳/جنوری]

حضرت فقیہ اعظم کو کتاب سے محبت تھی اور وہ کتاب کا تحفہ پسند فرماتے، چنانچہ ۱۹۷۱ء میں میرے لیے تاریخ مدینہ پر مبنی تحقیق النُصرۃ بتلخیص معالم

دارالھجرۃ[۲۱]لائے اور اس پر تحریر فرمایا:

اشتریتہ من المدینۃ السکینۃ من المکتبۃ العلمیۃ بست ریالات للولد العزیز الاعزّ المولوی محمد محب اللّٰہ جعلہ اللّٰہ کاسمہ محب اللّٰہ و حبیبہ الاکرم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ---[۲۲]

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہ

نزیل المدینۃ المنورۃ

اگلے سال مجموعۃ موالید[۲۳] لے کر آئے --- چنانچہ برادر گرامی علامہ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط میں لکھا:

''محمد محبّ اللہ کے لیے مجموعۃ موالید، جس میں میلاد برزنجی[۲۴] بھی ہے، چھ ریال میں آج خرید لی ہے'' ---

[محررہ ۱۷رشوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/۲۲رنومبر ۱۹۷۲ء، یوم الاربعاء]

مجموعہ موالید پر آپ نے رقم فرمایا:

للولد المحب احبہ اللّٰہ تعالٰی و رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، من المدینۃ المنورۃ بست ریالات---

ابوالخیر النعیمی غفرلہ

لیلۃ ۱۷رشوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/۱۲رنومبر ۱۹۷۲ء

اِسی سال دیگر جن کتابوں کی خریداری کی، ان میں سے ان کتب کے نام آپ کی ڈائری ۱۹۷۲ء میں درج ہیں:

صحیح بخاری (۹ جلدیں)[۲۵]	۴۰ر ریال		صحیح مسلم (۸ جلدیں)[۲۶]	۳۰ر ریال
اخبار مکہ، مجلد[۲۷]	۲۴ر ریال			

المعجم المفهرس[۲۸](لالفاظ الحدیث)(۷جلدیں، جہازی سائز)	۳۵۰/ریال
شرح الالفیة مع الشرح علی الهامش[۲۹](۲ جلدیں)	۲۵/ریال
اساس البلاغة[۳۰]، زمحشری، مجلد	۲۵/ریال

۲۵/ذی القعدہ۱۳۹۲ھ/ ۳۰/دسمبر۱۹۷۲ء، بوقت العصر مدینہ منورہ سے خریدیں---

المعجم المفهرس[۳۱](لالفاظ القرآن الکریم) مجلد(از مکہ مکرمہ)	۲۵/ریال

ان کتب کی خریداری کا تذکرہ آپ نے مکتوب محررہ ۲۶/ذی القعدۃ الحرام۱۳۹۲ھ/ ۳۱/اکتوبر۱۹۷۲ء میں بھی کیا ہے---بعض اوقات کوئی نذر پیش کرتا تو آپ اس سے کتاب خریدنا پسند فرماتے---ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''اعتکاف میں بعد از درس ایک صاحب نے نذرانہ یک صد ریال دیا تو تفسیر ابن کثیر[۳۲] ہی خرید لی، تا کہ تازہ دیکھ لیا کروں--- خازن کا ارادہ تھا مگر اچھے خط کی ملی نہ، تو یہ خریدی''---

[مکتوب از مدینہ منورہ، محررہ ۲/شوال المکرّم۱۳۹۲ھ/ ۷/نومبر۱۹۷۲ء]

ایک اور خط میں ہے:

''تفسیر ابن کثیر خریدی تھی مگر وہ مولوی محمد شریف شرق پوری کو بطور انعام دے دی ہے''---

[محررہ ۳۱/اکتوبر۱۹۷۲ء]

۱۹۷۴ء کے سفر میں مدینہ منورہ سے جو کتابیں خریدیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

شرح صحیح مسلم لابی عبدالله الابی والسنوسی[۳۳]	۳۵۰/ریال
تحفة الاحوذی شرح ترمذی مع المقدمة[۳۴]	۱۲۵/ریال

الطب النبوی	۸/ریال		توجیه النظر	۱۳/ریال

[ذاتی ڈائری]

شرح صحیح مسلم کا ذکر ایک مکتوب میں اس طرح کیا:

''صحیح مسلم کی شرح الابی مع السنوسی خرید لی ہے، صرف ایک ہی کتب خانہ والے کے پاس معلوم ہوئی، جو ساڑھے تین صد ریال میں ملی، سات جلد ہیں، جلدیں چرمی خوبصورت ہیں، کتاب کی طباعت ۱۳۲۷ھ کی ہے، بالکل غیر مستعمل معلوم ہوتی ہے، البتہ کاغذ بظاہر مضبوط صورت ہونے کے مضبوط نہیں، شرح المواقف مصری جو دارالعلوم میں ہے، اس کی طرح ہے، البتہ (کاغذ) قدرے اچھا ہے، زرکشی ابھی نہیں ملی''---

[محررہ ۲۶ رشعبان المعظم ۱۳۹۴ھ/۱۳ر ستمبر ۱۹۷۴ء]

حجاز مقدس جاتے ہوئے کوئی عمدہ کتاب کراچی سے مناسب قیمت پر مل جاتی تو خرید لیتے یا کسی کے ذمے لگا دیتے ---راقم کے نام ایک مکتوب میں رقم فرمایا:

''مولانا غلام نبی صاحب (مہتمم جامعہ حامدیہ رضویہ) کراچی ائیر پورٹ پر ملے، انھیں تاکید کر دی ہے کہ شیخ زادہ درسی [۳۵] (شرح تفسیر بیضاوی) خرید کر جلدی بصیر پور پارسل کر دیں اور بابو رشید احمد کے پاس ذاتی مبلغ آٹھ صد روپے پاکستانی ودیعت ہیں، ان سے رقم وصول کر لیں، لہٰذا جو خرچ آئے وہ دارالعلوم سے وصول کر کے اندراج رجسڑ اخراجات کرا دیں''---

[محررہ ۹ر صفر الخیر و الفروری ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۶ء]

اچھی کتابوں کے مطالعہ سے بے حد خوش ہوتے، ایک بار تعطیلات میں، میں نے برادر گرامی علامہ ابوالفضل سے تصوف کی مشہور کتاب ''رسالہ قشیریہ'' شروع کی اور خط کے ذریعے اطلاع دی، تو جواباً تحریر فرمایا:

''خوب محنت سے پڑھا کرو، قشیریہ نہایت ہی عالی شان کتاب،

نہیں بلکہ کتب ہیں--- اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ارشادات عالیہ ہیں، جو خیر و برکت سے پُر ہیں'' ---

[مکتوب بنام احقر، محررہ
۱۵ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ / یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء]

نہ صرف خود اچھی کتاب کا شوق رکھتے بلکہ اپنے تلامذہ کو بھی خریداریٔ کتب کی ہدایت فرماتے --- چنانچہ مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن صاحب کے نام تحریر فرمایا:

''کوئی اچھی کتاب پسند آئے تو لے سکتے ہیں، کتاب 'عالم' کی اصلی دولت ہے --- یہاں خازن مع المعالم [۳۶] جیسی ہم نے مدینہ منورہ سے خریدی تھی، اس کی قیمت کراچی میں دو صد بیس روپے ہے --- کتابوں پر تو کسٹم کبھی نہیں لیا گیا، جو اپنی ضرورت کی ہوں'' ---

[محررہ ۲۳ رمحرم الحرام ۱۳۹۳ھ / ۲۷ رفروری ۱۹۷۳ء]

''پہلے بھی لکھ چکا ہوں، اگر لا سکیں اور ریال بآسانی مل جائیں، جو آپ کی ضرورت سے بالکل فارغ ہوں تو تفسیر خازن مع معالم التنزیل ایک یا دو نسخے لیتے آئیں، ریالات جدہ سے بھی بدل سکتے ہیں'' ---

[محررہ ۲۵ رمحرم الحرام ۱۳۹۳ھ / یکم مارچ ۱۹۷۳ء]

حواشی

① اس کتاب کا نام المسلك المقتسط فی المنسك المتوسط ہے--- یہ کتاب اور بہار شریعت، جلد ششم ہر بار حرمین شریفین میں حضرت فقیہ اعظم اپنے ساتھ لے جاتے--- ۱۹۹۷ء کے حج میں یہ کتاب اور بہار شریعت، حصہ ششم مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری اپنے ساتھ لے گئے، منیٰ میں آتش زدگی کا سانحہ پیش آیا، حافظ صاحب بحمداللہ تعالیٰ محفوظ رہے، مگر افسوس کہ یہ یادگار کتابیں نذر آتش ہوگئیں--- ان دونوں کتابوں پر سیدی فقیہ اعظم کے حواشی تھے، جنہیں الگ نقل بھی نہیں کیا جا سکا تھا، اس علمی سرمایہ سے ہم ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے--- انا للّٰہ و انا الیہ راجعون---

② ملا نورالدین علی بن سلطان محمد قاری رحمۃ اللہ علیہ ہرات میں پیدا ہوئے، پھر مکہ مکرمہ ہجرت کی، جہاں ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء میں وفات پائی--- فقیہ حنفی، مفسر، محدث نیز ماہر خطاط تھے، اپنے ہاتھوں کما کر ضروریات زندگی پوری کیا کرتے، جس کے لیے قرآن مجید کی خطاطی کا ذریعہ اپنایا--- بکثرت تصنیفات میں سے چند کے نام یہ ہیں: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، شرح الشفاء، نزھۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبد القادر جو شائع ہوئیں، جب کہ غیر مطبوعہ میں تفسیر القرآن، الجمالین حاشیۃ علی الجلالین، الاثمار الجنیۃ فی اسماء الحنفیۃ، تعلیقات علیٰ آداب المریدین للسہروردی شامل ہیں--- ملا علی قاری کے

احوال و آثار پر شیخ خلیل ابراہیم قوتلائی نے ۱۹۸۵ء کو ام القریٰ یونی ورسٹی مکہ مکرمہ سے عربی میں ایم فل کیا، ان کا مقالہ الامام علی القاری و اثرہ فی علم الحدیث نام سے ۱۹۸۷ء کو بیروت سے ۴۹۶ صفحات پر چھپا---

③ فتوحات مکیہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق اور معرکۃ الآراء کتاب ہے، یہ نسخہ دار الکتب العربیہ مصر کا شائع کردہ ہے---

آپ ۵۶۰ھ میں اندلس کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے، پھر اشبیلیہ چلے گئے، وہاں سے حرمین شریفین اور پھر مصر، عراق، شام کا سفر کیا، بالآخر دمشق میں مقیم ہو گئے اور وہیں ۶۳۸ھ میں وصال ہوا--- آپ نے تصوف کے موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جو نہایت ادق مضامین پر مشتمل ہیں--- آپ شیخ اکبر اور ابن عربی کے نام سے مشہور ہیں، اسی نام کے ایک اور عالم قاضی ابوبکر ابن العربی ہیں، عام طور پر اہل علم ان کے نام کو ابن العربی (الف لام کے ساتھ) اور شیخ اکبر کو ابن عربی (الف لام کے بغیر) لکھتے ہیں--- امام عبدالوہاب شعرانی نے طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ ان کی کنیت ابن العربی (معرف باللام) ہے---

④ الحاج میاں ظہور الدین مرتضائی نقشبندی مجددی، سوڈھی وال لاہور میں قیام پذیر تھے، موصوف حضرت پیر مہر محمد صوبہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے---

⑤ محترم محمد علی ظہوری ممتاز نعت گو شاعر اور نعت خواں تھے، انہوں نے نعت خوانوں کی تربیت کے لیے مجلس حسان کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور فروغ نعت کے لیے بڑا کام کیا--- دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے اسٹیج پر دو نعت خواں بکثرت کلام سناتے رہے اور دونوں ہی ہم نام تھے، ایک محمد علی ملتانی اور دوسرے محمد علی ظہوری---

ظہوری صاحب نہایت خوش ذوق، خوش مزاج اور مرنجاں مرنج انسان تھے، گفتگو میں مزاح اور بے تکلفی کا رنگ غالب تھا، ان کے ساتھ پاکستان کے علاوہ لندن، عراق

اور مدینہ منورہ کے اسفار میں ہم سفر رہنے کا موقع میسر آیا، ان کی باتیں اوران کی نعتیں یاد آتی ہیں تو ایک قیامت گزر جاتی ہے--- انھوں نے علامہ محمد شریف نوری قصوری کی معیت میں قصور سے ماہ نامہ نور وظہور جاری کیا، وہ میاں ظہور الدین کے مرید تھے--- اگست ۱۹۹۹ء میں راہیٔ ملک بقا ہوگئے---

⑥ قسطلانی شرح بخاری کا اصل نام ارشاد الساری ہے، یہ کتاب سیرت کی مشہور کتاب المواھب اللدنیة کے مصنف کی دس جلدوں پر مشتمل نہایت عمدہ شرح بخاری ہے--- علامہ قسطلانی کا نام حافظ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی ہے، ۸۵۱ھ کو مصر میں پیدا ہوئے اور ۹۲۳ھ کو وفات پائی--- جامع ازہر کے قریب علامہ عینی کے پہلو میں مزار ہے--- (بحمدہ تعالیٰ راقم الحروف کو زیارت کا موقع میسر آیا، جس کی تفصیل راقم کے سفر نامہ ''چند روز مصر میں'' میں درج ہے)

⑦ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''قدوری'' کی شرح ہے، شارح کا نام: علامہ ابوبکر بن علی حداد عبادی حنفی (م ۸۰۰ھ) ہے، مطبوعہ محمود بک آستانہ، ۱۳۰۱ھ

⑧ مفسر قرآن، مشہور صوفی عالم دین شیخ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ برسوی (م ۱۱۳۷ھ) کی تفسیر روح البیان دس جلدوں میں مکتبہ درسعادت مصر نے ۱۳۳۰ھ میں شائع کی--- دارالعلوم کی لائبریری میں آخری دو جلدیں نہیں تھیں، اس لیے مکہ مکرمہ سے خریدی گئیں---

⑨ الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی دمشقی کی تصنیف لطیف ہے--- آپ علم کے بحر زخار اور قطب الوقت تھے، ۱۰۵۰ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۱۴۳ھ میں وفات ہوئی--- دمشق میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے--- ۲۵۰ کے قریب کتابیں تصنیف کیں---

الحدیقة الندیة عقائد، فقہ اور تصوف کی معرکۃ الآراء کتاب الطریقة المحمدیة فی سیرة الاحمدیة کی شرح ہے--- طریقہ محمدیہ علامہ محمد بن پیر علی المعروف برکلی

(م۹۸۱ھ) کی تصنیف ہے---

⑩ غالباً مفتی عزیز احمد بدایونی ہیں، جو جید عالم دین تھے، ۱۹۰۱ء قصبہ آنولہ ضلع بانس، بریلی میں ولادت ہوئی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی (گجرات) نے بھی ان سے کچھ کتابیں پڑھی تھیں--- ۱۶/سال مدرسہ عالیہ قادریہ بدایون میں تدریس وافتاء کے منصب پر فائز رہے--- پاکستان آئے تو عید گاہ گڑھی شاہو لاہور (جہاں جامعہ نعیمیہ ہے) میں پچیس سال تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے--- ترجمہ قرآن کریم کے علاوہ دس رسائل تصنیف کیے---۳/ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ/ ۷/جولائی ۱۹۸۹ء کو وصال فرمایا---

[مزید حالات کے لیے علامہ شرف قادری صاحب کی تصنیف ''نورنور چہرے'' ملاحظہ کریں]

⑪ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت سید ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب (۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء--- ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) موصوف سید صاحب کے لقب سے مشہور تھے--- حضرت سید صاحب قبلہ کا برصغیر کے مشہور علمی خانوادے سے تعلق ہے، آپ حسنی حسینی سید ہیں، سلسلہ نسب امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ کے آباء واجداد مشہد سے ہندوستان آئے تھے، پھر آپ کے والد ماجد نے لاہور آکر مسجد وزیر خاں کو اپنی علمی وتبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا--- مسجد وزیر خاں کے قریب ہی چنگڑ محلے میں دارالعلوم حزب الاحناف قائم کیا، اس ادارے کے قیام اور فروغ واستحکام میں حضرت سید صاحب قبلہ کی ان تھک محنتوں اور تدریسی کاوشوں کا بڑا عمل دخل ہے--- حضرت سید صاحب قبلہ کی فقہی بصیرت اور علمی قدرومنزلت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے اکابر آپ کو وقت کا امام اور مفتیٔ اعظم تسلیم کرتے--- آپ نے درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور افتاء کے ذریعے وہ خدمات انجام دیں کہ باید وشاید---

بایں ہمہ قدرومنزلت حضرت سید صاحب قبلہ میں بڑا عجز وانکسار تھا، وہ مجسمہ علم

ہونے کے ساتھ ساتھ پیکر تقویٰ وطہارت بھی تھے، کہ اکابر علماء نے آپ کو ''سراجِ اہلِ تقویٰ'' کا لقب دیا--- یوں تو آپ تمام اکابر واصاغر اہل سنت پر بہت زیادہ شفیق اور مہربان تھے، لیکن اپنے تلمیذ رشید حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ بے پناہ شفقت برتتے اور ان کی خداداد صلاحیتوں پر بڑا اعتماد فرماتے---فتویٰ نویسی اور تدریسی وعلمی کاموں پر حضرت فقیہ اعظم کی حوصلہ افزائی فرماتے، دارالعلوم کے سالانہ اجلاسوں میں اکثر شرکت فرماتے اور کبھی کبھی طلبہ کے امتحان کے لیے بھی بصیر پور کا دورہ فرماتے اور حضرت فقیہ اعظم کو بھی اپنے ہاں حزب الاحناف کے جلسوں کی دعوت دیتے--- ۲۰/شوال ۱۳۹۸ھ کو اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے---[تفصیلی حالات کے لیے پڑھیں: سیدی ابوالبرکات، علامہ سید محمود احمد رضوی/عظمتوں کے پاسبان، علامہ شرف قادری اور راقم کی کتاب سیدی ابوالبرکات اپنے مکاتیب کے آئینے میں]

⑫ بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ، علامہ ابوسعید محمد بن محمد الخادمی کی تصنیف ہے، جو بارہویں صدی ہجری کے جید عالم دین تھے، زیر نظر کتاب طریقہ محمدیہ کی نہایت اعلیٰ شرح ہے، جسے مکتبہ بولاق، مصر نے شائع کیا ہے---اس کا پورا نام **بریقة محمودیة فی شرح طریقة محمدیة و شریعة نبویة فی سیرة احمدیة** ہے---

⑬ حضرت مفتی نعیمی صاحب ایک قابل مدرس، ژرف نگاہ مفتی، حق گو خطیب اور بے باک رہنما تھے---تحریک پاکستان کے ممتاز قائد حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز کے شاگرد خاص تھے اور انھی کی زیر سرپرستی اوّل تا آخر درس نظامی کی تمام تعلیم جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے حاصل کی---حضرت مفتی نعیمی صاحب معقول ومنقول میں کامل دسترس کے حامل قابل ترین مدرس اور بے حد محنتی انسان تھے، جس پر جامعہ نعیمیہ (برائے طلبہ)، جامعہ سراجیہ برائے طالبات ایسے عظیم ادارے شاہد ہیں---جامعہ کی تاسیس اور اسے بام عروج تک پہنچانا مفتی صاحب کے خلوص،

استقامت، لگن اور بے پناہ محنت کا آئینہ دار ہے--- حضرت مفتی صاحب صرف بہترین منتظم، مایہ ناز مدرس اور عالم دین ہی نہ تھے، بلکہ اپنے استاذ گرامی حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سیاسی بصیرت تامہ بھی رکھتے تھے--- وقت کی رفتار اور حالات و واقعات پر آپ کی گہری نظر ہوتی--- حضرت مفتی صاحب نے بڑی بھرپور زندگی گزاری اور عمر بھر ملکی و ملی خدمات انجام دیں--- مارچ ۱۹۹۸ء میں راہیٔ ملک بقا ہوئے---

[تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں: تعارف علماء اہل سنت،

مولانا محمد صدیق ہزاروی/ مقالات سعیدی، علامہ غلام رسول سعیدی]

⑭ کتاب کا پورا نام نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ہے، اس کے مصنف شیخ سید مومن بن حسن شبلنجی ہیں--- آپ کی ولادت تقریباً ۱۲۵۰ھ میں مصر کے مضافات شبلنجا میں ہوئی، آپ جید عالم دین تھے، اپنے دور کے جلیل القدر اساتذہ سے علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں، کئی کتب کے مصنف ہیں---نورالابصار کا پیش نظر نسخہ پانچواں ایڈیشن ہے، جو ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء کو مطبعہ یوسفیہ مصر سے شائع ہوا--- اس کے حاشیہ پر علامۂ زمان شیخ محمد الصبان کی کتاب اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی و فضائل اهل بیته الطاهرین ہے---

⑮ یہ کتاب اپنے دور کے مشہور واعظ علامہ عبدالرحمٰن صفوری (م۸۹۴ھ) کی تصنیف ہے، مصر سے دو جلدوں میں شائع ہوئی---

⑯ القاموس المحیط ماہر لغت مجدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی (۸۱۷ھ) کی تصنیف ہے، مکتبہ تحقیق التراث مؤسسة الرسالة (طبع ثانی ۱۴۰۷ھ) بیروت نے شائع کی ہے---

⑰ جلاء الافهام فی الصلوة والسلام علی خیر الانام، شیخ شمس الدین ابوعبداللہ

محمد بن ابی بکر دمشقی المعروف ابن قیم الجوزی (م ۷۵۱ھ) کی درود وسلام کے موضوع پر عمدہ تصنیف ہے--- ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ دمشق نے شائع کی ہے---

⑱ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، محدث، علامہ ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (۳۲۰ھ) کا تصنیف کردہ مجموعہ احادیث ہے، جسے مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ نے شائع کیا---خراسان کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں--- اس کتاب کے حاشیہ پر مرقاۃ الوصول حواشی نوادر الاصول ہے---

⑲ ادب عربی کی مشہور کتاب مقامات حریری کی یہ شرح امام ابوالعباس احمد بن عبدالمومن القیسی الشریشی (م ۶۲۰ھ) کی تصنیف ہے، دوحصوں کی یہ کتاب ایک ہی جلد میں ۱۹۵۲ء میں مصر سے شائع ہوئی---

⑳ الجواھر فی تفسیر القرآن، جدت پسند مصری عالم علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری (م ۱۳۵۹ھ) کی تصنیف ہے، جس میں قرآن کریم کو سائنس کے مطابق کرنے کی کوشش کی گئی ہے--- زیرنظر نسخہ طبع ثانی ۱۳۵۰ھ، مطبع مصطفیٰ البابی مصر کا شائع کردہ ہے--- یہ کتاب ۲۶ جلدوں میں ہے---

㉑ کتاب کا نام تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الھجرۃ ہے، تاریخ مدینہ منورہ پر ۲۷۶ صفحات کی مختصر مگر معتبر، جامع اور نفیس کتاب ہے--- اس کتاب کے مصنف امام، علامہ ابوبکر الحسین المراغی ہیں--- موصوف قاہرہ (مصر) میں ۷۲۷ھ کو پیدا ہوئے، اساتذۂ علم وفن سے استفادہ کے بعد کم وبیش پچاس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے--- ذوالحجہ ۸۱۶ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے--- مفتی، محدث، مصنف اور مرجع خلائق تھے---

㉒ ترجمہ:

''میں نے اس کتاب کو مدینہ سکینہ کے مکتبہ علمیہ سے چھ ریالات میں

پیارے بہت ہی پیارے بیٹے مولوی محمد محبّ اللہ کے لیے خریدا ہے، اللہ کریم اس کو اپنے نام کی طرح اللہ اور اس کے حبیب کا محبّ بنائے"---

(۲۳) یہ کتاب "مجموعہ موالید" عالم عرب اور انڈونیشیا وغیرہ ممالک میں محافل میلاد میں پڑھے جانے والے پانچ مولود ناموں، متعدد دعاؤں، قصیدہ بردہ شریف، ختم شریف اور "یا نبی سلام علیک" سلامیہ اشعار پر مشتمل، چھوٹے سائز کے ۲۵۶ صفحات کا خوب صورت مجموعہ ہے--- اس میں درج ذیل مولود نامے شامل ہیں:

1. مولد شرف الانام ۷۰ صفحات مصنف کا نام درج نہیں ہے
2. مولد البرزنجی (نثر) تصنیف علامہ سید جعفر بن حسن برزنجی (م ۱۱۷۷ھ)
3. مولد البرزنجی (منظوم) مولود برزنجی کی منظوم تلخیص از زین العابدین بن محمد ہادی (ولادت ۱۲۷۹ھ)
4. مولد الدیبعی تصنیف امام حافظ عبدالرحمٰن بن علی الشیبانی (م ۹۴۴ھ)

یہ کتاب محدث حجاز محمد علوی بن عباس المالکی (م ۱۴۲۵ھ) کی تخریج و تقدیم سے مختصر فی السیرۃ النبویۃ کے عنوان سے ۱۴۰۲ھ میں جدہ سے الگ کتابی صورت میں بھی شائع ہوئی---

5. مولد العزب یہ محمد بن محمد الدمیاطی کی تصنیف ہے---

مجموعہ موالید کے مزید تعارف کے لیے احقر کا مقالہ "عربی مولود نامے" ماہ نامہ نور الحبیب، بصیر پور، میلاد نمبر، اگست، ستمبر ۱۹۹۳ء ملاحظہ فرمائیں---

(۲۴) مولود برزنجی سے مراد مفتی شافعیہ مدینہ منورہ شیخ سید جعفر بن حسن برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۱۷۷ھ/۱۷۶۴ء) کی تصنیف لطیف عقد الجوهر فی مولد صاحب الحوض و الکوثر ہے، جو عرب و عجم کی محافل میلاد میں پڑھے جانے والے مولود ناموں میں مقبولیت میں سب سے بڑھ کر ہے--- اس کے بعض ایڈیشن عقد

الجوهر فی مولد النبی الازهر اور مولد النبی ﷺ ناموں سے شائع ہوئے اور متعدد شروح، اختصار لکھے اور تیار کیے گئے، نیز نظم میں ڈھالا گیا---تین سے زائد اردو تراجم ہوئے، جن میں پروفیسر مولانا محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کا ترجمہ وحواشی مع متن کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۷ء کو لاہور سے شائع ہوا---

[محدث اعظم حجاز کی وفات اور سعودی صحافت،
عبدالحق انصاری، فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور، صفحہ ۴۲۹]

㉕ امیر المومنین فی الحدیث شیخ المحدثین امام بخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) کی شہرۂ آفاق صحیح کا مکمل نام الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننه وایامه ہے---زیرِ نظر نسخہ پر حضرت فقیہ اعظم نے تحریر فرمایا:

اشتریت هٰذا الکتاب من المدینة المنورة لدار العلوم باربعین ریالات---

[۱۲؍ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۲ھ]

یہ کتاب دار احیاء التراث کی شائع کی ہوئی ہے---امام بخاری کے حالات کے لیے احقر کا رسالہ ''امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ الباری''، ناشر فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور کا مطالعہ کریں---

㉖ جلیل القدر محدث امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری (م ۲۶۱ھ) کی معروف و متداول کتاب صحیح مسلم کا یہ نسخہ مطبع المشہد الحسینی مصر کا شائع کردہ ہے---

㉗ علامہ ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد الازرقی کی تصنیف ہے، اسے مکتبہ دار الاندلس بیروت نے ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء میں رشدی صالح ملحس کی تحقیق سے شائع کیا ہے---اس نسخہ پر حضرت فقیہ اعظم نے یہ عبارت رقم فرمائی:

اشتریت هٰذا الکتاب من المدینة المنورة تجاه باب الصدیق

راضی اللّٰہ تعالٰی عنہ باربع و عشرین ریالا لدار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر بور، بعد صلاۃ العصر---

[۱۶/ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/ ۲۳/ اکتوبر ۱۹۷۲ء]

۲۸) المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی، یہ کتاب مستشرقین کی مرتب کردہ ہے، جسے دکتور اَ-ی-ونسنک، عربی استاذ جامعہ لیدن نے مکتبہ بریل لیدن سے ۱۹۳۶ء میں شائع کیا---

۲۹) امام ابوعبداللہ محمد بن مالک طائی کی علم نحو میں معتبر ومعروف کتاب الفیہ کی مشہور شرح التوضیح، مصنفہ شیخ علامہ ابومحمد عبداللہ بن یوسف انصاری پر علامہ خالد بن عبداللہ ازہری (ولادت ۹۰۰ھ) نے التصریح بمضمون التوضیح کے نام سے شرح تحریر کی، جسے دوجلدوں میں مطبعۃ الکبریٰ العامرہ نے ۱۲۹۴ھ میں شائع کیا تھا--- تصریح پر علامہ شیخ یٰس بن زین الدین علیمی حمصی کا حاشیہ بھی ہے---

۳۰) اساس البلاغۃ، مشہور معتزلی عالم، عربی ادب، تفسیر، نحو، لغت اور بیان وبلاغت کے ماہر، تفسیر کشاف کے مصنف جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر خوارزمی زمخشری کی تصنیف ہے--- دار صادر بیروت سے ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں طبع ہوئی---

۳۱) المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، استاذ محمد فواد عبدالباقی کی مرتبہ یہ کتاب مطبعہ دار الکتب المصر یہ نے ۱۳۶۴ھ میں شائع کی---

۳۲) اہل علم کے ہاں آپ کی یہ تفسیر بڑی مقبول اور قابل اعتماد ہے--- اس کتاب میں آپ اوّلاً قرآن کریم کی قرآن کریم سے تفسیر کرتے ہیں، پھر اس کی تائید میں مستند احادیث لاتے ہیں، پھر صحابہ کرام، تابعین اور سلف صالحین کے اقوال بیان کرتے ہیں--- غرض اس تفسیر میں محدثانہ اسلوب غالب ہے--- علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

13

لم یؤلف علیٰ نمطه مثله---

[شرح زرقانی علی المواھب، جلدا، صفحہ۴۰]

''ایسے اسلوب میں اس جیسی کوئی اور تفسیر تالیف نہیں کی گئی''---

حضور سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اسفار حج وزیارت کے موقع پر مسجد نبوی شریف میں درس قرآن دیتے تو اسی تفسیر کو پیش نظر رکھتے---تفسیر ابن کثیر کے مصنف شیخ ابوالفداء عمادالدین اسماعیل بن کثیر قرشی ۷۰۰ھ کو بُصریٰ شام میں پیدا ہوئے، آپ نے پچاس کے قریب کتب تصانیف کیں، جن میں تفسیر ابن کثیر، البدایة والنهایة اور جامع المسانید معروف ہیں---۷۷۴ھ کو دمشق میں وفات پائی، مزید حالات کے لیے موصوف کی تصنیف معجزات النبی مترجم علامہ شاہ محمد چشتی (قصور) پر راقم کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں---یہ کتاب ادارہ پیغام القرآن لاہور نے شائع کی ہے---

(۳۳) مطبعة السعادة مصر کی ۱۳۲۷ھ کی شائع کردہ ہے، اس کتاب کا پہلا ایڈیشن صحیح مسلم کے متن سمیت دو شروح پر مشتمل ہے:

1. اکمال اکمال المعلم، تصنیف علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفة وشتانی ابی مالکی (م۸۲۸ھ)
2. مکمل اکمال الاکمال، تصنیف علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسنی (م۸۹۵ھ)

(۳۴) شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری (م۱۳۲۵ھ) کی تصنیف

(۳۵) تفسیر بیضاوی کا حاشیہ شیخ زادہ خریدنے کی مولانا غلام نبی صاحب کو ہدایت کی تھی، مگر غالباً یہ کتاب دستیاب نہ ہوئی---دارالعلوم کی لائبریری میں مطبعہ عثمانیہ ترکی کے مطبوعہ اور حسین حلمی کے شائع کردہ نسخہ کا پہلا حصہ موجود ہے---اس کے مصنف محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ القوجوی الحنفی المعروف شیخ زادہ (م۹۵۱ھ) نے متعدد کتب پر حواشی وشروح تحریر کیں---

21

(۳۶) اس کتاب کا اصل نام لباب التاویل فی معانی التنزیل ہے، یہ مشہور صوفی بزرگ علامہ علاء الدین محمد بن ابراہیم البغدادی کی تصنیف ہے، موصوف دمشق کی ایک خانقاہ کے لائبریرین تھے، خازن کتب ہونے کی وجہ سے ''خازن'' کے نام سے معروف ہیں، ۶۷۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے، کئی تصانیف کیں، ۷۲۵ھ یا ۷۴۱ھ میں حلب میں وصال ہوا--- پیش نظر کتاب مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر کی (طبع ثانی ۱۳۷۵ھ) شائع کردہ ہے---

معالم التنزیل، تفسیر خازن کے حاشیہ پر شیخ امام اجل حسین بن مسعود الفراء البغوی کی تصنیف معالم التنزیل ہے، جو تفسیر البغوی کے نام سے مشہور ہے---

دَرَستُ العِلمَ حَتّٰی صِرتُ قُطباً
وَنِلتُ السَّعدَ مِن مَولَی المَوَالِی

[سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ]

دار العلوم اور طلباء سے محبت

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد

حب درویشاں کلیدِ جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

[شیخ عطار]

آپ کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے بڑی محبت تھی اور ہمیشہ اس کی فلاح و بہبود کا خیال رہتا--- پہلے سفر حج پر روانگی کے موقع پر آپ نے اساتذہ و متعلقین دارالعلوم کے لیے جو دستاویز تحریر فرمائی، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو دارالعلوم سے کس قدر محبت تھی--- آپ نے روانگی حجاز مقدس سے ایک دن پہلے یہ دستاویز تحریر فرمائی:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفٰی والصلوۃ والسلام علٰی من اصطفی خصوصاً علٰی سیدنا المصطفٰی و آلہ واصحابہ اولی الصدق والصفا اما بعد---

فقیر پر تقصیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہٗ خادم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع منٹگمری (حال ساہیوال) بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ حاضریٔ حرمین شریفین کے لیے مورخہ ۱۲/ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۷۹ھ، مطابق ۹/مئی ۱۹۶۰ء، بروز سوموار شریف، بصیر پور سے روانہ ہو رہا ہے--- تمام مدرسین کرام و طلباء ذوی الاحترام کو پرزور وصیت کرتا ہوں کہ ہمہ تن ہوش و گوش سے مصروفِ درس و تدریس رہیں اور دارالعلوم کے مفادات کا دل سے خیال کرتے ہوئے عملی طور پر تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کا بہترین نمونہ بنیں---

من مظہر اپنا نائب مطلق مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ سلمہ اللّٰہ تعالٰی فی اولیٰہ و اخریٰہ کو مقرر کرتا ہوں---تمام حضرات سے امید کرتا ہوں کہ وَ أُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ پر نظر کرتے ہوئے میرے اس امر (ضرورۃً امر لکھا گیا، ورنہ عرض لکھنا تھا [ابوالخیر غفرلہ]) کا کما حقہ احترام فرماتے ہوئے اس تقرر کو دل و قول و عمل سے منظور فرمائیں گے---حضرت قبلہ ام مولانا الحاج محمد صدیق صاحب والد ماجد مدظلہم العالی کی خصوصی سرپرستی اور مبارک دعاؤں سے حضرت رب العلمین جل وعلا کے مخصوص لطف و کرم سے بہت زیادہ امید ہے کہ میری صواب دید کے مطابق دارالعلوم جاری رہے گا اور عزیز موصوف الصدر اہل ثابت ہوگا اور باقی حضرات بھی اپنی اہلیت و محبت دینیہ کے بہترین کرداروں سے مجھے مسرور فرمائیں گے---

میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ خصوصی مقامات، خصوصاً شہنشاہ کون و مکاں عرش آستاں کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کے دوران دل و جان سے پابند مضمون مندرجہ بالا کے لیے مخصوص دعاؤں سے یاد کرتا رہوں گا--- ہشیار ہشیار کوئی صاحب کسی سہل انگاری کا شکار نہ ہوجائے، اگر دیدہ دانستہ کسی غلطی کا ارتکاب ہوا تو ہوسکتا ہے کہ کسی مخصوص محل خاص میں کوئی ایسی دعا اتفاقاً میرے منہ سے نکل جائے جو کسی کی بربادیٔ دارین کا باعث بن جائے، اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِمَنِّهٖ وَ فَضْلِهِ الْعَمِيْمِ---

جب آپ حضرات نیک نیتی کے ساتھ تعاون فرمائیں گے تو سب امور اصلاح پر رہیں گے، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر وَ هُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَان وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَان وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مظاهر الرَّحْمَاتِ وَالرِّضْوَان---

21

ضروری ہدایات

درج بالا تحریر کے ساتھ ہی آپ نے حضرت صاحبزادہ مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی کے لیے ضروری ہدایات رقم فرمائیں:

① طلبائے کرام کے آرام کا ہر طرح خیال رکھا جائے---

② اگر بارش وغیرہ کسی سبب سے طلبہ کرام کھانا نہ کھا سکیں تو ابوالفضل قطعاً نہ کھائیں---

③ طلبائے کرام کی روٹی اور دال یا گوشت، سبزی وغیرہ حسب سابق جاری رہے---

④ کبھی کبھی اچانک معائنہ کرتے رہیں کہ پکانے میں نقص نہ آئے---

⑤ جو طالب علم جرم کر بیٹھے تو حسب ضابطہ سیاست (تہذیب و تادیب) ضروری ہے، مگر دل میں ضرور احترام رہے کہ یہ مہمانانِ محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں---

⑥ جو طالب علم بیمار ہو جائے، اس کا فوری علاج کرایا جائے اور خطرہ کی صورت، ممکن ہو تو گھر پہنچا دیا جائے ورنہ اس کے وارثوں کو اطلاع دی جائے---

⑦ ایام رخصت کا خاص خیال رہے، بلکہ اوقات رخصت اور رات کا بھی (کوئی طالب علم لیٹ آئے تو تنبیہ کی جائے)---

⑧ کسی کے ساتھ لڑنے بھڑنے سے بالکل احتراز رہے---

⑨ دفتر (لائبریری) ہر وقت بند رہے، ضرورت کے وقت جا کر خود کتاب وغیرہ نکال لیں---

⑩ دروازہ خاص خیال سے بند کیا جائے اور پھر بھی خیال رکھا جائے---

⑪ سفارت (برائے طلبہ) حسب ضرورت و حسب سابق ہو جائے، تو بہتر ہے--- مولانا محمد شریف نوری وغیرہ کو یاد دہانی کرا دی جائے، علامہ ابوالفیض صاحب متنبہ ہی ہیں---

⑫ رسید بکوں کا خیال خاص رہے کہ کوئی ضائع نہ ہو جائے---

⑬ کسی کی کوئی ودیعت اپنے پاس بالکل نہ رکھیں، مکمل پرہیز رہے، ہاں کوئی سخت مجبوری ہو تو حضرت قبلہ ام مدظلہم (مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ) کو اطلاع وعرض کریں تو وہ خیال سے بندوبست فرما سکتے ہیں---

(دیہاتی ماحول میں بعض لوگوں کی سادگی یا چالاکی کی وجہ سے مال امانت پریشانی کا سبب بن سکتا تھا، اس لیے یہ تحریر فرمایا---)

⑭ پنج گانہ نمازیں اوقات پر باقاعدہ ہوتی رہیں اور نوافل تہجد کا سلسلہ بھی جاری رہے---

⑮ باقی مختلفہ امور بھی حسب ہدایات کتاب وسنت وفقہ حنفی انجام پاتے رہیں---

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْر وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن آمِیْن یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ---

ضروری ہدایت ﴿قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ پر بھی عمل ضروری ہے---۱۲

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

۱۱/ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۷۹ھ/ ۸/ مئی ۱۹۶۰ء

گیارہ بج کر انیس منٹ دن کے وقت

۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء کے سفر حج وزیارات کے موقع پر جو دستاویز تحریر فرمائی، اس میں اپنے نائب حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کو تاکید کرتے ہیں:

''ہدایت کرتا ہوں کہ ہر حال، ہر وقت دینی، دنیوی، ظاہری، باطنی امور میں متوکل علی اللہ العزیز الرحمٰن رہیں اور حسب سابق شرع اطہر کے مطابق دارالعلوم کے اور اپنے معاملات نبھاتے رہیں''---

پھر اساتذہ کرام کو اسباق کی پابندی اور دارالعلوم کے امور ذمہ داری سے ادا کرنے کی تلقین فرمائی:

21

''تمام طلباء کرام اور مدرسین عظام اور دیگر متعلقین کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ ان (حضرت مولانا ابوالفضل) کے احترام کا خاص خیال رکھیں اور حسبۃً للّٰہِ تعالیٰ اپنے متعلقہ امور دارالعلوم انجام دیتے رہیں اور آپس میں اتفاق اور سلوک سے شیر وشکر رہیں--- میں آپ سب حضرات کے لیے، جو ان ہدایات کے مطابق رہیں گے، خصوصی دعائیں، ہر خاص مقام پر کرتا رہوں گا، جو ایک بہت بڑا اور خاص انعام ہے اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ حضور پرنور محبوب اعظم ﷺ کی پیروی اور محبت قلبیہ کو فریضہ واہم جانتے اور مانتے ہوئے قائم رہیں اور ائمہ دین ومشائخ عظام طریقت وحقیقت اور شریعت کے صحیح پیروکار رہیں اور تضییع اوقات سے پرہیز رکھیں تو اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ○ اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ○ کے انوار سے متنور ومستفیض ہوں گے--- و آخر دعوانا اَنِ الْحَمْدُ للّٰہ رب العٰلمین وصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سیّدنا و مَولانا مُحَمَّد و عَلٰی آلہ واصْحَابہ اجمعین و انا الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہ بیدہ---

[محررہ ۶/ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۶ھ/۳۰/اکتوبر ۱۹۷۶ء]

طلبہ کے حوالے سے ایک خط میں رقم فرمایا:

''ہاں، سب معاملات کا ہر طرح خیال رہے اور طلباء کرام کا بھی--- اور جو رمضان المبارک میں رہیں ان کو حسب سابق مناسب انعامات دیے جائیں--- پھر (عید کے بعد) ابتدائے سال نو (تعلیمی) بھی خصوصی خیال سے ہو--- توکل علی اللہ بہت بڑی نعمت ہے اور ہر طرح کافی ہے''---

[بنام مولانا ابوالفضل، ۲۵/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/یکم نومبر ۱۹۷۲ء]

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ خدمت دارالعلوم کو سعادت دارین کا ذریعہ سمجھتے ---
چناں چہ مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں:

''دارالعلوم چوں کہ سرکار والا تبار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہی ہے، لہٰذا اس میں کام خصوصی برکات کا باعث ہے--- تعلیم وغیرہ سب متعلقات باعث برکات در برکات ہیں---

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

سب طلبائے کرام، خورد و کلاں اور تمام اساتذۂ عظام اور دیگر خواص وعوام، سب سے خلق حسن اور محبت واتفاق سے رہیں، کسی معاملہ میں جلد بازی اچھی نہیں''---

[محررہ ۱۵؍صفر الخیر ۱۳۹۶ھ والفروری ۱۹۷۶ء، یوم الاحد]

طلبہ کے لیے مدنی دستاریں

۱۹۶۰ء میں پہلی مرتبہ جب عازم حج ہوئے تو یہ طے پایا کہ فارغ التحصیل طلبہ کو مدرسہ کی طرف سے جو دستاریں دی جاتی ہیں، وہ مدینہ منورہ سے خریدی جائیں--- اس مقصد کے لیے رقم بھی قانونی طریقے سے ساتھ لے گئے--- حج کی درخواست جمع کراتے ہوئے رقم ساتھ شامل کر دی گئی تھی--- وہاں سے مندیلیں تو نہ ملیں، البتہ بہترین جاپانی کپڑا مل گیا، چنانچہ دو تھان مبلغ ۹۴ روپے دس آنے کے خرید لیے اور واپسی پر پانچ گز کپڑا رنگوایا، جو خوب صورت مندیلوں ہی کی طرح بن گیا مگر جب آپ نے محسوس کیا کہ بعض طلبہ دورہ حدیث اسے زیادہ پسند نہیں کر رہے تو آپ نے

وہ تمام کپڑا اپنے ذمہ لے کر اس کی قیمت اپنی گرہ سے دار العلوم کو ادا کر دی---

[بیاض حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز]

واضح رہے کہ ان دنوں یہ خطیر رقم تھی، جو ایک تولہ سونا کے برابر بلکہ زائد تھی---
ان ایام میں ایک سو روپے پاکستانی کے بدلے ترانوے سعودی ریال ملتے تھے---
آپ نے خود نقصان برداشت کر لیا مگر دار العلوم کا نقصان گوارا نہ کیا---

۱۹۶۲ء کے سفر مقدس کے موقع پر طلبہ کی خواہش اور اصرار پر ان کے لیے پھر مدینہ طیبہ سے دستاریں خرید کر لائے، چناں چہ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''دورہ (حدیث شریف) والے حضرات کے اصرار کے پیش نظر ان کے لیے عمامے خرید لیے ہیں، محمدی بازار (مدینہ منورہ) سے، جو رومال نما ہیں---ململ یا مسدیاں یہاں سے نہیں ملیں اور نہ ہی مکہ مکرمہ سے ملیں--- بہر حال بڑے خوب صورت مل گئے ہیں، جو دیکھ کر امید کہ (طلباء) بڑے ہی خوش ہوں گے''---

[مکتوب بنام مولانا ابو الضیاء و مولانا ابو الفضل وغیرہ، محررہ ۱۰؍جون ۱۹۶۲ء]

طلبہ کے لیے اہتمام طعام کی تاکید

حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ طلباء کی فکر رہتی تھی، چناں چہ پہلے حج کے لیے گئے تو مدینہ منورہ پہنچتے ہی لکھا:

''طلبائے کرام کو خط ملتے ہی حلوا کھلا دیں---پمن کا آٹا ہو''---

[بنام مولانا ابو الضیاء و مولانا ابو الفضل وغیرہ، ۲۶؍مئی ۱۹۶۰ء]

''پمن'' موٹے دانوں والی نہایت نفیس گندم ہوتی تھی، جس کا مخصوص طریقے سے آٹا پسوا کر حلوہ تیار کیا جاتا تھا، جو نہایت لذیذ ہوتا---اب وہ گندم رہی، نہ اس محبت سے

حلوہ کھلانے والے رہے---

۱۹۶۴ء کے اواخر میں سخت قحط سالی کی بنا پر گندم مشکل سے ملتی تھی، حکومت نے امریکہ سے گندم منگوائی، جس کی روٹی سرخی مائل ہوتی اور ذائقہ بھی بہتر نہیں تھا، مگر مجبوراً وہی گندم استعمال کرنا پڑی--- مارچ ۱۹۶۵ء میں حکومت نے اچھی قسم کی گندم کہیں سے منگوائی تو آپ نے مدینہ منورہ سے اپنے گرامی نامہ میں اظہار مسرت کرتے ہوئے لکھا:

''اچھا ہوا کہ نئی اور عمدہ گندم آ گئی ہے، مجھے اس امریکی گندم کی کافی تشویش رہی تھی کہ حضرات طلبائے کرام کو کافی تکلیف ہوئی، مگر إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا مکرر ہے تو يُسْرِ مُكَرَّر مبارک ہو''---

[مکتوب بنام مولانا ابوالاسد و مولانا محمد ظہور اللہ، محررہ ۵ر محرام الحرام ۱۳۸۵ھ/ ۳ر اپریل ۱۹۶۵ء]

رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ کو مدینہ منورہ سے مولانا ابوالفضل کے نام ''فرزند عزیز ابوالفضل فضله ربه رب الفضل فی الدارین بالعطاء الجزیل'' کے سرنامہ سے خط لکھا اور عید کے دن طلبہ کے لیے اچھی دعوت کی تاکید فرمائی:

''عید کے روز طلباء کی صبح حلوا اور پھر دوپہر کو گوشت چھوٹا (بکرا) یا اس میں چاول ہوں، دو دعوتیں ہو جائیں--- ہر طرح خیال رکھیں''---

[محررہ ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۲ء، یوم الجمعۃ المبارکہ]

طلبہ کی تعلیم اور دار العلوم کے مفاد کا تحفظ

حجاز مقدس سے مرسلہ خطوط میں دار العلوم کے مفاد کے تحفظ اور طلبہ کی تعلیم و تربیت

کے بارے میں تاکید فرماتے---ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

''سب چھوٹوں بڑوں کا درجہ بدرجہ خیال رکھیں اور اچھا برتاؤ کریں---دارالعلوم کے معاملہ میں کسی قسم کی کوئی سستی یا خطا نہ ہو---طلباء کرام کا خاص خیال رکھیں، نمازوں کی پابندی رہے، دارالفرقان (شعبہ حفظ دارالعلوم) کا کیا حال ہے؟---اور پرائمری (سکول) کا؟---دورہ والے حضرات محنت کر رہے ہیں یا رفع الوقتی---

[مکتوب بنام مولانا ابوالفضل،
محررہ ۱۳/ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۱ھ/۱۷/مئی ۱۹۶۲ء، یوم الخمیس]

یہ اسلامیہ پرائمری سکول دارالعلوم کے قریب شمالی جانب دارالجدید میں واقع دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا شعبہ تھا، جو ۱۹۶۶ء تک بڑی کامیابی سے چلتا رہا، بعد ازاں حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے بند کر دینا مناسب سمجھا گیا اور یہ فیصلہ درست ثابت ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد حکومت نے تمام نجی سکول قومی تحویل میں لے لیے تھے---اس سکول کے انچارج ماسٹر چودھری غلام محمد نوری جالندھری تھے، جو نہایت محنتی اور قابل استاذ تھے---راقم الحروف نے بھی تیسری جماعت تک اس اسلامی سکول میں اور بعد ازاں زیادہ تر تعلیم چودھری صاحب موصوف سے پرائیویٹ حاصل کی---غالباً دوسری جماعت میں تھا کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''چودھری غلام محمد صاحب سے بعد از سلام عرض کریں، محمد محبّ اللہ کی تحریر کا ذرا اور خیال فرمائیں، اس کا تازہ خط پہلے خطوں کی نسبت صاف نہیں تھا---بہر حال سب لڑکوں کا خیال ضروری ہے---املاء کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے''---

[بنام اعزہ، محررہ ۳/اپریل ۱۹۶۵ء/محرم الحرام ۱۳۸۵ھ]

ایک مکتوب میں لکھا:

''دارالعلوم کے مفاد کا ہر طرح خیال رہے، طلباء پر پوری نگرانی ہو، اوقات دارالعلوم کی ہر طرح دیکھ بھال رہے''---

[بنام مدرسین دارالعلوم ہذا، محررہ ۲۱؍مئی ۱۹۶۲ء]

ایک اور مکتوب میں ہے:

''اپنے احوال اور کوائفِ دارالعلوم اور ہر طرح ہر کام میں ہوشیار رہیں، دارالعلوم کی ہر چیز کا خیال رہے، ہاں خصوصی خیال رہے، نہایت تاکید ہے''---

[بنام حضرت مولانا ابوالفضل صاحب، محررہ ۴؍جون ۱۹۶۲ء]

ایک گرامی نامہ میں رقم فرمایا:

''ہوش وخرد اور حلم وتدبر سے کام چلائیں، دعائیں بڑا کام دیتی ہیں''---

[بنام مولانا ابوالفضل، من المدینة المنورة،

۱۳۹۲ھ، یوم الاربعاء، وقت الضحٰی]

آپ کو طلباء کی تعلیم کا حرج سخت ناپسند تھا، عیدالفطر کے بعد جلد ہی سلسلہ تعلیم وتعلم شروع کر دیتے، ایسے موقع پر تنظیمی میٹنگ بھی گوارا نہ تھی---ایک بار تنظیم المدارس اہل سنت (پاکستان) کی میٹنگ کی اطلاع ملی تو آپ نے مدینہ منورہ سے ناظم اعلیٰ مفتی عبدالقیوم ہزاروی[۱] کے نام تحریر فرمایا:

فاضل محتشم المقام حضرت مولانا محمد عبدالقیوم صاحب مدظلہم

السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ--- مزاج گرامی؟--- بصیر پور سے اطلاع آئی ہے کہ حضرت نے تنظیم المدارس کی خصوصی مشاورتی میٹنگ کے لیے ۱۱-۱۲؍شوال کو بلایا ہے کہ نصاب مقرر کیا جا سکے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ نصاب مقرر کرنے سے قبل افتتاح تعلیم نہ کیا جائے---

حضرت! کیا عرض کروں، (تنظیم المدارس کی) ابتدائی مراحل کی مستعدی بڑی حوصلہ افزا رہی، مگر یہ دعوت بعداز وقت دکھائی دیتی ہے---

رجب المرجب کے اواخر میں ہی ہمارے یہاں تاریخ طے ہو جاتی ہے اور یکم شعبان [۲] سے ۱۰رشوال تک تعطیلات کا طویل عرصہ گزرتے ہی دارالعلوم کی افتتاحِ تعلیم ہوجاتی ہے، ہمیں زیادہ سے زیادہ تعلیم کی ضرورت ہے، تقرر نصاب کے لیے کافی وقت تھا--- اب میں مسجد مدینہ منورہ سے اعتکاف میں لکھ رہا ہوں، ۱۰رشوال المکرّم بصیر پور پہنچ رہا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ تا کہ ۱۱رکو آغازِ تعلیمِ سالِ نو کرا سکوں، تو اندریں حالات حاضری مشکل ہے، التوائے افتتاح بھی متعذر--- امید کہ معذور تصور فرماتے ہوئے امسال افتتاح کی اجازت مرحمت فرمادیں گے اور جو نصاب طے ہوا، آئندہ سال چالو ہو جائے گا---والسلام

[محررہ ۲۲رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ]

راقم کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

''دارالعلوم کے تمام معاملات پر نظر رکھیں، وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ [الحج:۴۰] وعدۂ صادقہ ہے، کوئی فکر نہ کریں''---

[بنام راقم، محررہ ستمبر ۱۹۸۱ء]

راقم ہی کے نام ایک اور خط میں رقم فرمایا:

''ہاں نمازیں وقت پر ہوتی رہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ سب کام ہی درست رہیں گے--- جو منی آرڈر یا ڈرافٹ یا دستی عطیہ آئے، بلاسستی رسیدیں بھیجتے رہیں، یہ نہایت ضروری ہے''---

[محررہ ۵رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ]

راقم کے نام ایک مکتوب میں لکھا:

''جمعہ کی تقریر میں سستی نہ ہو، جو استفتاء آئیں، جواب لکھا کریں، اللہ تعالیٰ کے فضل پر نظر رکھیں، کوئی کمی نہیں---طلبہ کرام سے سلام ودعا''---

[محررہ ۹/ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ/ ۳۰/جون ۱۹۸۲ء]

رمضان المبارک کی تعطیلات میں طلبہ کی ایک آدھ جماعت ہی دارالعلوم میں رہتی ہے، جب کہ عمومی طور رخصت ہوتی ہے---مگر آپ ان طلبہ کے لیے فکر مند رہتے، چناں چہ احقر کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا:

''دارالعلوم کا کیا حال ہے؟---طلباء کرام پڑھنے پڑھانے کا نام بھی لیتے ہیں یا کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں---طلباء کی دہی روٹی کا خاص خیال رکھیں، صرف (لانگری) چودھری پر نہ چھوڑیں''---

[محررہ ۹/ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ/ ۳۰/جون ۱۹۸۲ء]

دوران تعطیلات چوں کہ لنگر کم پکتا ہے، اس لیے راشن کی حفاظت کی بھی تاکید کرتے:

''دارالعلوم کا بچا ہوا آٹا امید کہ استعمال ہو جائے گا، ورنہ خیال کر لیں اور یوں ہی گندم کو بھی دیکھتے رہیں کہ گھن نہ لگ جائے، ورنہ حسب سابق انتظام چھٹائی وغیرہ کا کریں''---

[بنام مولانا ابوالضیاء و مولانا ابوالفضل،
محررہ ۲۶/شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ/ مارچ ۱۹۷۴ء]

مدینہ منورہ سے حضرت مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط میں لکھا:

''دین اسلام کا محافظ خود وہی ہے، ہم جتنا کام کر سکتے ہیں، کریں، پھر اس پر بھی نتیجہ وہی مرتب فرماتا ہے---عجلت یا جذباتی کوائف سے بالکل برکنار رہیں، آج لوگ عجیب قسم کے ہو گئے ہیں---کسی بھی معاملہ میں

آپس میں مشورہ کرلو گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ غیبی امداد ہوگی---اصل کام خیال رہے کہ (دارالعلوم سے) علماء وصلحاء تیار ہوں---

ہر ایک کے خط کا جواب ذرا مشکل ہے، ہاں جن کا خط آتا ہے، ان کے لیے ذرا اور یاد دہانی ہوجاتی ہے، جو جالب دعا بن جاتی ہے اور یہی ان کا اصل مقصود ہے''---

[محررہ ۳؍ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۳ھ/ ۱۵؍اپریل ۱۹۶۴ء، یوم الاربعاء]

طلباء کو سلام و دعا

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طالب علموں سے محبت کا اندازہ اس انداز سے بھی ہوتا ہے کہ آپ اپنے مکاتیب میں طلبہ کو بھی سلام و دعا بھجواتے اور طلباء بھی آپ کو خط لکھتے یا سلام بھجواتے رہتے---ظاہر ہے ہر ایک کو فرداً فرداً جواب مشکل تھا، اس لیے آپ نے معذرت خواہانہ انداز میں لکھا اور دیکھیے کس طرح طلباء کو اطمینان دلاتے ہیں:

''سب طلباء کرام کو مطمئن کریں کہ سب کے لیے دعائیں کررہا ہوں اور جس کا خط آتا ہے، اس کے لیے بالخصوص اور دعا کردیتا ہوں---باقی میرا تحریری جواب، تو یہ مشکل بن رہا ہے---دیکھیے اسی لفافہ کے خطوط مختلف تاریخوں کے ہیں، ایک دن (میں) نہیں لکھ سکا اور پھر یہ بھی مشکل ہے، آخر آرام کی بھی ضرورت ہوتی ہے---صدر صاحب کے دو خطوں کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی کئی اور اخص حضرات کو جواب دے سکا ہوں---یہ دلیل طلباء پر واضح کردیں''---

الفقیر النعیمی غفرلہ من المدینۃ المنورۃ

۲۸؍شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۳؍نومبر ۱۹۷۲ء، یوم الاحد

ایک اور خط میں لکھا:

''طلباء کرام پر بعد از سلام محبت و شفقت واضح کر دیں کہ تمہارے لیے بھی دعائیں ہو رہی ہیں--- ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے اسباق بھی پورے ہو جائیں گے''---

[محررہ ۱۸/شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ]

میرے خط طلبہ بھی شوق سے پڑھ، سن سکتے ہیں

آپ اپنے مکتوبات میں طلبہ کے لیے دعا، سلام اور ہدایات بھجواتے، جب حجاز مقدس سے گرامی نامہ آتا اور برادر گرامی مولانا ابوالفضل پڑھ کر سنایا کرتے، تو ایک عجیب روحانی منظر ہوتا، طلباء کے دلوں میں حصول علم اور خدمت دین کا جذبہ پیدا ہوتا اوران کے دل مدینہ طیبہ اور صاحب مدینہ کی محبت سے سرشار ہو جاتے---ایک بار کسی صاحب نے قصداً یا سہواً ایسا جملہ لکھ دیا، جس سے یہ مفہوم نکلتا تھا کہ طلباء کو خط نہیں سنائے جاتے---اس پر آپ نے بڑی وضاحت سے تحریر فرمایا:

''خطوط بہت زیادہ آئے ہیں اور سب کے جواب انتہائی متعذر ہیں---
مجھے ایک صاحب نے لکھا ہے، کوئی ایسا خط ہو جو طلباء کرام کو بھی سنایا جائے
تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے سارے خط سب کے لیے ہوتے ہیں،
طلباء کرام میرے عزیز بچے ہیں، ان سے بھی کوئی خصوصی حجاب نہیں---
جب آپ لکھ چکے ہیں کہ حافظ صاحب کی ہم شیر صاحبہ آ کر خط پڑھا کرتی ہیں
تو طلباء کرام کیوں نہیں پڑھ سکتے؟---نام تو میں کسی کا بھی نہیں لکھتا، اگر
عبدالحمید، محمود احمد، محبّ اللہ پڑھ سکتے ہیں تو طلباء کرام جو میرے بہت ہی

عزیز بیٹے ہیں، وہ بھی پڑھ سکتے ہیں--- میں سب کے لیے دعائیں بھی کرر ہا ہوں، البتہ جو کسی کے متعلق خصوصی راز ہوتو وہ میں بند کر کے بھیجا کرتا ہوں، وہ صرف متعلقہ فرد یا افراد کا راز ہوتا ہے، باقی سب خط بطور تبرکِ مدینہ منورہ سب کے لیے لکھا کرتا ہوں--- اگر میرے خطوط طلباء کو نہیں دکھائے گئے تو حیرت ہی ہے، اب دکھایا کریں"---

[محررہ ۱۷/ذیقعد ۱۳۹۲ھ/۲۲/دسمبر ۱۹۷۲ء]

مدینہ منورہ ہی سے ایک اور گرامی نامہ تحریر فرمایا:

"عزیزان خصوصی حضرت صدر صاحب و مولانا الحاج ابوالفضل و محمد محبّ اللہ اور وہ طلبائے کرام جنھوں نے خطوط لکھے، سلّمہم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ فقیر مع جمیع رفقاء تابش وغیرہ سب خیریت اور دلی مسرات سے سرشار ہیں، مدینہ سکینہ کی دل رُبا بہاریں لوٹ رہے ہیں---

میں سب کے لیے مشترکہ اور خط بھیجنے والوں کے لیے خصوصی دعائیں کیا کرتا ہوں--- میرے کھلے خط طلبائے کرام کے لیے بھی ہوتے ہیں، وہ بھی شوق سے پڑھ سن سکتے ہیں"---

[محررہ ۲۴/ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۲ھ/ ۲۹/دسمبر ۱۹۷۲ء]

23

حواشی

① موصوف اہل سنت کے نام ور فاضل، قابل مدرس، متحرک اور محرک شخصیت، اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل منتظم، وسیع تجربہ رکھنے والے عالم دین تھے، انہوں نے "تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان" کے نام سے مدارس اہل سنت کی تنظیم قائم کی، جو آج تک خوش اسلوبی کے ساتھ چل رہی ہے---
لاہور میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے نام سے ایک عظیم درس گاہ قائم کی، جو تعمیر و ترقی کی مختلف منازل طے کرتی ہوئی آج ایک بلند پایہ دینی مرکز کی حیثیت سے معروف ہے--- ۱۹۹۲ء میں آپ نے شیخوپورہ میں وسیع و عریض رقبہ پر جامعہ کا نیو کیمپس قائم کیا--- حضرت مفتی صاحب کا ایک اور شان دار علمی کارنامہ رضا فاؤنڈیشن کا قیام ہے، جس کے زیر اہتمام آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے عظیم فقہی انسائی کلوپیڈیا فتاویٰ رضویہ کی تخریج و تراجم کے ساتھ اشاعت کا اہتمام کیا--- حضرت مفتی صاحب انتظامی معاملات میں مضبوط گرفت رکھتے تھے، خلاف اصول کوئی بات ان کو گوارا نہ تھی، مگر ذاتی اور نجی معاملات میں انتہائی خلیق اور تعلقات نبھانے والے تھے--- ہزاروں علماء کے معلم ہزاروی صاحب اپنی دینی و علمی خدمات اور محنت کے روشن منار کی حیثیت سے ہمیشہ تابندہ رہیں گے--- ۲۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۴ھ/ ۲۶ر اگست ۲۰۰۳ء کو وفات پائی---

② یکم شعبان سے تیاریٔ امتحانات کے لیے اسباق بند ہو جاتے اور پھر بعد از امتحانات سولہ شعبان کے بعد باقاعدہ رخصتیں ہوتیں، اس لیے اسباق سے تعطل کا سلسلہ یکم شعبان تا دس شوال ہوتا---

حاضریٔ مدینہ کی ترغیب وتشویق

حضوری شہرِ طیبہ کی ہے ، رب کی نعمتِ عظمیٰ
مدینے سے جدا ہونا ، قیامت سی قیامت ہے
گنہ گارو ، سیہ کارو ، نہ گھبراؤ ، چلے آؤ !
نبیؐ پاک ﷺ مشفِق ہیں،کھلا بابِ شفاعت ہے

[(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری]

22

حضرت سیدی فقیہ اعظم اپنے معتقدین، مریدین اور تلامذہ کو بالعموم اور جنھیں ابھی حاضری نصیب نہیں ہوئی، انھیں بالخصوص حاضریٔ مدینہ منورہ کا شوق دلاتے--- چناں چہ اپنے مکاتیب میں مدنی بہاروں اور وہاں کی والہانہ کیفیات کا ذکر کرتے، یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے نام بھی حاضریٔ مدینہ کے تذکار اور دعائیں لکھتے کہ یہ بھی تربیت کا ایک انداز ہے--- راقم کے بڑے بیٹے مولانا محمد نعیم اللہ، جو اس وقت بہ مشکل دو سال کے ہوں گے، کے نام خط میں تحریر فرمایا:

"الولد الاغر الاعز سلمك اللّٰه تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ--- بعد از دعواتِ عافیت دارین آں کہ ہم بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مدینہ سکینہ خیریت سے اور آرام سے پہنچ گئے ہیں--- جمعۃ المبارکہ کے دن صبح سویرے ہی مدینہ طیبہ حاضری ہوگئی--- سب سے پہلے پیارے سرورِ کون ومکاں ﷺ کے پاک در پر حاضری دی، اسی وضو سے جو ''رابغ'' میں فجر کے لیے کیا تھا اور نماز (فجر) بدر سے آگے پڑھی تھی--- اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ان نیک وادیوں میں حاضری نصیب کرے

اور بار بار حاضری بخشے، حتیٰ کہ بشیر حسین ناظم [۱] کا یہ شعر سچا آئے:

راہوں میں تیری ہم نے بچھایا عشق مصلیٰ، اللہ اللہ

اللّٰھم آمین آمین بجاہ حبیبك رحمة للعٰلمین صلی اللّٰه تعالٰی علیه و آله واصحابه اجمعین وابنه غوث العالمین''---

[محررہ ۹ ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ/ ۳۰ رجون ۱۹۸۲ء]

اپنے ایک تلمیذ رشید اور مرید مولانا نذر محمد نوری (ساہیوال) کے نام تحریر فرمایا:

عزیز القدر مولانا النذر سلمه ربه رب القوی والقدر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ--- ہم بفضلہٖ تعالیٰ بالکل خیریت سے دارالخیر والشفاء والسلام مدینہ عالیہ میں آٹھ روز سے حاضر ہیں--- مدینہ، مدینہ ہی ہے--- یہاں کی ہوائیں، فضائیں، باغات، مزرعات شریفہ کا کیا کہنا---تمہارے لیے دعائیں کردی ہیں اور بارگاہ عرش پناہ میں بھی عرض پیش کردی ہے--- بڑی امید ہے کہ آئندہ سال ضرور حاضری ہوگی، بس تیار رہیں''---

[محررہ ۲۳ رذی الحجة المبارکه ۱۳۸۸ھ]

ایک عزیز کے نام مکتوب رقم فرمایا:

فرزند عزیز مولانا الحافظ محمد فیض الرحمٰن سلمہ ربہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ یہاں دارالسلام میں ہم ہر طرح سلامتی سے ہیں اور سب اعزہ کی سلامتی کی دعائیں کررہے ہیں---اللہ تعالیٰ دارین کی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے اور حج مبرور وزیارت روضہ انور سے، جو حقیقی حج وزیارت ہوں، نوازے---

[محررہ ۵ رمحرم الحرام ۱۳۹۱ھ/ ۳ رمارچ ۱۹۷۱ء]

بچوں کے نام خط میں مدنی نعمتوں کا ذکر کر کے ان کے لیے حاضری کی دعا کرتے ہیں:

''تمہارے خطوط ملے، بڑی مسرات قلبیہ حاصل ہوئیں---بس یوں ہی دل لگا کر پڑھا لکھا کرو اور نمازوں کا بھی خیال کیا کرو--- میں تمہارے سب کے لیے دعائیں کیا کرتا ہوں--- مدینہ پیارا بڑا مبارک شہر اور بڑا خوب صورت ہے--- یہاں کھجوروں، انگوروں، اناروں کے بڑے باغات ہیں اور اب تو گنے بھی اس سال ریڑھیوں پر فروخت ہو رہے ہیں، ایک دن ہم نے جنت البقیع شریف کے نزدیک ایک ایسے بھائی سے گنا خریدا جو تازہ گنے صبح سویرے بازار لے جا رہا تھا--- پونڈی کا تھا، مگر عام پونڈی سے موٹا تھا، یہ گنے مدینہ طیبہ کے ہی ہیں--- بیر بھی کافی ہوتے ہیں---

اچھا اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں لائے تو دیکھو گے، مدینہ میں سب کچھ ملتا ہے--- دل لگا کر خوب محنت کرو''---

[محررہ ۲۲رشوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۲۷رنومبر ۱۹۷۲ء]

قاری محمد یوسف رضا نوری، ساہیوال کے نام مکتوب کا ایک اقتباس:

''آپ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ دراقدس پر حاضری نصیب ہو، جو خاص الخاص قبول اور حقیقی منظوری سے ہو--- آپ کا پڑھنا، پڑھانا مقبول ہو اور خطابت میں خاص اثر ہو--- قاری صاحب اس سال تو حاضرین کا رش بہت زیادہ ہے، یہ تفسیر ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ کی---

(مخالفین) جتنا شور مچاتے اور روکتے ہیں، اتنا ہی زیادہ چرچا ہے، دل کی کلی دیکھ کر کھل جاتی ہے''---

[محررہ ۲ر۱ کتوبر ۱۹۸۱ء]

ایک اور مکتوب میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جتنا (مخالفین) زور سے روکتے اور منع کرتے ہیں، عشاق پروانہ وار ٹوٹ رہے ہیں--- میرے جیسے کمزور اور ضعیف بھی سیکڑوں نہیں ہزاروں سے بھی زائد ہیں--- یہ جاذبیت اس پاک پیاری بارگاہ کی کہ جان تک کی پروانہیں--- یہ ان کا خاص کرم ہے کہ ذرّہ بھر بھی تکلیف نہیں، بلکہ راحت ہی راحت ہے''---

[بنام مولانا حاجی غلام حسین نوری (ساہیوال)، محررہ ۲/اکتوبر ۱۹۸۱ء]

راقم کے نام مکتوب گرامی میں حاضریٔ مدینہ منورہ کا مژدۂ جاں فزا سنایا:

''الولد الاعز الابر المولوی محمد محب اللّٰہ

سلمہ اللّٰہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---

للّٰہ الحمد و المنۃ کہ آج ہمیں مکہ مکرمہ میں تیسرا روز ہے--- آج (جعرانہ سے) بڑے عمرہ کا احرام صبح سے امناء (راقم کی ہمشیر مرحومہ) کے لیے باندھا ہے............ کل یا پرسوں مدینہ منورہ کا عزم ہے--- ان شاء اللہ تعالیٰ جلدی پہنچ جائیں گے--- ہاں، خیال سے خوب کام کریں، اگر امتحان میں پوری پوری کامیابی حاصل کریں تو ہوسکتا ہے کہ اسی آئندہ حج میں تمہاری حاضری بھی ہوجائے--- تو الد تک خوب محنت سے تعلیم جاری رکھیں''---

[محررہ ۹/صفر الخیر و الفروری ۱۳۹۶ھ/۱۹۶۷ء]

بحمدہٖ تعالیٰ آپ کے فرمان کے مطابق اسی سال چند ماہ کے بعد والدین کریمین کی معیت میں حج اور حاضریٔ مدینہ منورہ کی سعادت نصیب ہوگئی---

22

زائرین مدینہ کی حوصلہ افزائی

آپ اپنے معتقدین و مریدین و تلامذہ کو حاضریٔ مدینہ منورہ کا شوق دلاتے، انہیں با ادب حاضری کی ترغیب دیتے اور جب کوئی راہیٔ محبت نگر ہوتا تو اسے مبارک باد دیتے --- اپنے ایک نہایت عزیز تلمیذ اور مرید خاص حضرت علامہ زید احمد نوری (میاں چنوں) کے نام خط سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے:

''حضرت زید زید عشقہ و حبہ و لبہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ --- مبارک باد صد مبارک باد ---

آج اسی مجلس میں کراچی کے اخبار جنگ ۶ رمضان المبارک، بروز بدھ میں

پانچ سالوں یا زائد سالوں کے رہے ہوؤں میں، جو کامیاب ہوئے ہیں،

ان میں آپ کا نام آ گیا ہے ---

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست

آخر آمد زِ پس پردۂ تقدیر پدید

طُوبٰی لَکَ یَا زَیدُ زَادکَ الْمَولٰی حُبُّ الْحَبِیْبِ الْاَنْوَرِ ابَدا

صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہ و اصحابہ ابدا ابدا'' ---

[مکتوب محررہ ۷ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/ ۲۸/ ۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء]

ایک اور مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

طُوبٰی لَکَ یَا زَیدُ زَادکَ الْمَولٰی فَقَد دُعِیتَ الی المَقصدِ الْاَسنٰی

[مکتوب محررہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ]

اس پاک سرزمین کی حاضری کے دوران بھی حرمین شریفین کے زائرین تلامذہ و معتقدین کی برابر حوصلہ افزائی کرتے رہتے اور ان کے اہل خانہ کی خیریت سے انھیں آگاہ کرتے --- بعض اوقات ان کی جگہ پر نائب امام و خطیب بھیجتے اور مقامی حالات سے آگاہ فرماتے، جیسا کہ مولانا حافظ رحمت علی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اس گرامی نامے سے واضح ہے:

''فرزند عزیز حضرت مولانا الحاج محمد رحمت علی مدنی صاحب سلمہ ربہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمتہ و برکاتہ --- مزاج گرامی؟ --- یہاں خیریت اور آپ کی خیریت تا مہ مطلوب --- کئی روز ہوئے آپ کا والا نامہ وارد ہو کر باعث سرور در سرور بنا --- جواب لکھتے کچھ دیر تو قصداً کہ حج کی رخصتوں میں ڈاک کا کوئی انتظام نہیں ہوتا اور پھر کچھ سستی و مجبوری کثرتِ کار کے سبب ہوئی، جس کے لیے معذرت خواہ ہوں --- مدنی صاحب! چک (گاؤں) کا کام ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے، آپ کے گرامی نامے بھی کئی پہنچے ہیں --- عید سے قبل مولانا منظور احمد، جو وہاں آپ کے نائب ہیں، آئے تھے، سب خیریت بتاتے تھے، ویسے کافی پریشان تھے، روٹی چک والے باری باری دیتے ہیں، آپ کے خیریت سے واپس آنے پر عرض ہو سکتا ہے، اب کیا تفصیل لکھوں؟ --- مولوی صاحب کو تاکیداً کہا ہے کہ کام کرتے رہیں، مدنی صاحب کی واپسی تک، تو انھوں نے عزم بالجزم کا اظہار کیا کہ ضرور کام کرتا رہوں گا، مدنی صاحب کی واپسی تک، ان شاء اللہ تعالیٰ ---

مدنی صاحب کوئی فکر نہ کریں، اپنے کام میں لگے رہیں، حاضریٔ بارگاہ عالیہ پر بار بار مبارک باد اور حج پر بھی --- امسال بھی اندھے قضاۃ حجۃ المبارکۃ گول کر گئے اور حج اکبر نہ ہونے دی ---

ایک حاجی صاحب کا خط آیا، امسال پھر منیٰ میں بڑی سخت آگ لگی اور کافی خیمے جل گئے--- ۳۵ سو حاجی شہید یا آگ سے زخمی ہو گئے، عبدالسبحان کو فیہ کے خیمے بھی جل گئے---اس خبر کی حقیقت کیا ہے؟---

آج رات جامع مسجد دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حضرت قبلہ صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کا عرس منایا گیا اور گیارہویں شریف بھی، خوب جلسہ ہوا---حضرت مولانا ابوالفیض علی محمد نوری اور علامہ احمد علی قصوری نے تقریریں کیں اور ریٹائرڈ جنرل امیر محمد عبداللہ خان نیازی[۲] اور ریٹائرڈ کرنل محمد اسلم خان نیازی، سابقہ ممبر مرکزی اسمبلی بھی شامل ہوئے اور تقریریں بھی کیں، خوب رونق ہوئی--- وللہ الحمد و المنة

شر اعداء کے دفاع کے لیے رو رو کر دعائیں اور بارگاہ عالیہ میں استغاثہ کریں اور صلاۃ وسلام تو آپ میری طرف سے عرض کرتے ہوں گے، خوب کرتے رہیے اور آئندہ کی حاضری کی منظوری کی بھی بھیک مانگیے---

جناب شیخ محمد انور خیاط اور شیخ محمد اکبر صاحبان[۳] سے سلام و دعا، ان کے پاس ایک کیسٹ تھی، جس میں یہ شعر ہیں:

"خس خس جتنا قدر نہ میرا"

وہ ٹیپ ضرور لائیں، تاکید ہے، شیخ محمد اکبر صاحب جب پچھلے سال ہمیں جدہ لائے تھے تو راستہ میں سنائی تھی---

مولانا عبدالستار نوری[۴]، حافظ محمد رمضان دیپال پوری[۵] اور باقی سب احباب سلام کے بعد طالب دعوات ہیں---

فضیلۃ الشیخ ضیاء قلوب اہل السنۃ اور مولانا محمد فضل الرحمٰن صاحب، حافظ غلام حسین صاحب، حاجی لال دین، شیخ محمد اکرام اور تمام احباب سے

درجہ بدرجہ سلام اور طلب دعوات''---

[محررہ ۱۸/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۹۸ھ/
۲۱/نومبر ۱۹۷۸ء، یوم الثلاثاء]

زائرین کو پند و نصائح

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے مکاتیب میں زائرین حجاز مقدس کو وہاں کے قیمتی لمحات کی قدر کرنے اور انھیں ذکر و فکر میں گزارنے کی نصیحت کرتے---
چند اقتباسات ملاحظہ ہوں---

مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے نام ''فرزند عزیز سلمہ ربہ العزیز و جعلہ فی الدارین عزیزا'' کے سرنامہ سے مکتوب میں تحریر فرمایا:

''عزیز نامہ موصول ہوا، جو مسرات قلبیہ بل مسرات القلوب کا باعث بنا--- یہاں بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ صحت و امن و امان ہے--- آپ کی صحت قلبیہ و قالبیہ سے بڑا سرور ہوا---

آپ کا خواب بڑا مبارک ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ میری حاضری ضرور ہوگی اور آپ کی طہارت (روحانی) بھی مکمل ہوگی--- (یہ خواب سچ ثابت ہوا اور ایک ماہ بعد حضرت فقیہ اعظم بھی عازم حجاز ہو گئے [محبّ])---

عزیزا! (مدینہ منورہ میں گزرنے والا) تیزی سے دوڑتا ہوا وقت ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سے اس کے ایام پچاس گنا کھرب سے بھی بہت بڑے ہیں، یہاں کے اوقات و ساعات ہی بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ وہاں کے اوقات سرمدیہ و ابدیہ بنیں گے--- فافھم

مدینہ منورہ کا پیارا موسم خوب مستانہ وار جھومتا ہے، کبھی سردی کا ثبات ہوتا ہے تو کبھی پیاری گرمی کا بھی جواب ہوتا ہے--- اچھا ہوا کمبل اور بنیان اور نئی گھڑی خرید لی--- پیارے مدینہ کی ہر چیز پیاری ہے--- ہاں میری طرف سے با قاعدہ صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہا کریں--- حج تمتع بھی ٹھیک ہے، تمتع کا احرام مناسب ہے اور اگر زیادہ سردی لگے تو بوجہ ضرورت سر پر کپڑا کیا جا سکتا ہے اور اس پر فدیہ یا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے"---

[محررہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۷۰ء]

اپنے تلمیذ و مرید مولانا الحاج غلام حسین نوری کے نام مکتوب ارقام فرمایا:

محبی مخلصی عزیزی سحبانِ دوراں، حسان زماں، بلبل شیریں زباں،
طوطیٔ شکر بیاں حضرت مولانا الحاج غلام حسین نوری صاحب
نوّرہ ربہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ--- مزاج گرامی؟---

کل کی ڈاک میں نہایت بے چینی اور انتظار کے ولولوں میں والا نامہ وارد ہوا، آپ نے بڑی دیر سے جواب دیا، مگر ایں ہم غنیمت است کہ یاد فرما ہی لیا، ورنہ اس عالم مستی و عشق و محبت میں یاد آنا بھی مشکل ہی ہو جاتا ہے--- جَزَاکمُ اللّٰہُ تعالٰی جَزَاءً اَوفَر کہ آپ نے تمام مقامات مقدسہ میں یاد رکھا اور ثوابِ طواف بھی ہبہ کیا، امید کہ چھوٹا یا بڑا عمرہ بھی میرے لیے ادا کریں گے--- ہاں مدینہ سرور وسکینہ میں محافل میلاد مبارک میں شمولیت اور تقاریر ونعت خوانی بڑی ہی مبارک چیزیں ہیں اور ذوق افزا--- پھر دل لگی سے حاضری و اشک باری وزاری کی دولت بھی لازوال دولت ہے--- اور ملتزم سے ملنا اور آہ زاری بھی بڑی پیاری چیز ہے، حضرت رب العالمین جل و علا

خصوصی کرم فرمائے اور عُجب وخود بینی سے بچائے---

پس از سی سال ایں نکتہ محقق شد بخاقانی

کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

[محررہ ۳/ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۰ھ، بروز جمعۃ المبارک]

مولانا غلام حسین نوری کے ساتھ ان کے والدین بھی حج کے لیے گئے تھے، چنانچہ ان کے والد کے نام ''برادر مکرم ومحترم حاضر حرم معظم مولوی حاجی محمد عظیم زادت عنایاتہ'' کے سرنامہ سے مکتوب میں لکھا:

''حطیم مبارک میں آپ اور مائی صاحبہ آسانی سے حاضر ہو سکتے ہیں، لہٰذا کوشش سے جتنا زیادہ سے زیادہ حاضری دے سکیں، بہتر ہے--- کہ حطیم میں داخل ہونا کعبہ شریف کے اندر داخل ہونے کے برابر ہے، اس لیے کہ حطیم کعبہ شریف کا ہی حصہ ہے اور حجر اسود شریف کے بوسے آپ کے لیے آدھی رات کے قریب آسانی سے حاصل ہوتے ہوں گے--- یہ دولت غنیمت سمجھیں، حافظ شیزاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زمانے خوش دلی دریاب و دریاب

کہ دائم در صدف گوہر نباشد

[محررہ ۳/ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۸۰ھ، بروز جمعۃ المبارک]

حضرت فقیہ اعظم کے تلمیذ رشید مولانا زید احمد نوری، خطیب میاں چنوں نے ایک بار آپ کو مدینہ طیبہ میں خط تحریر کیا، خط میں مدینہ عالیہ کے بہت سے حضرات (جن میں کچھ دکان دار بھی تھے) کے نام سلام تحریر کر دیے--- حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ زیادہ تر وقت حرم نبوی میں رہتے تھے، ظاہر ہے اس قسم کی باتوں کے لیے آپ کے پاس وقت نہ تھا، لہٰذا اس دیانت دار فقیہ نے مولانا موصوف کے نام تحریر فرمایا:

22

''حضرت مولانا زید نزیدہ لطفه و حبه و لبه

وعلیکم السلام و رحمتہ و برکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ آپ کا مرسلہ محبت نامہ ملا، باعث سرور بنا---سلام نیاز بارگاہ بے کس پناہ (ﷺ) میں عرض کر دیے ہیں اور طلب دعا بھی--- مولانا ضیاء الدین و مولانا فضل الرحمٰن صاحبان کو سلام عرض کر دیے ہیں، مگر باقی احباب رضوان[٦]، حبیب[٧] وغیرہ کے سلام آپ ہی کو واپس کرتا ہوں--- آپ عجیب ہیں، ایسی تکلیف میرے جیسے ضعیف کو دینی نہیں چاہیے--- میں تو (اپنی مصروفیات کی بنا پر) مولانا ضیاء الدین صاحب سے گاہ بگاہ ہی مل سکتا ہوں اور مولانا فضل الرحمٰن کاروباری ہیں[٨] صرف چند مرتبہ ہی ملاقات ہوئی اور حبیب صاحب مجذوب سے ہیں، ان سے تو مصافحہ نہیں کر سکا اور دکان داروں کو کہاں تلاش کروں؟--- پھر آپ نے فہرست یاد رکھی ہوئی ہے، مگر ان لوگوں کو آپ بالخصوص نام سے یاد نہیں رہ سکتے--- یہاں تو ہر سال ہزاروں آتے ہیں، وہ کس کس کو یاد رکھیں اور میرے پاس ان حضرات کو تلاش اور پھر بڑی مشکل سے یاد دلانا، اتنا وقت نہیں ہے اور کوئی خاص فائدہ بھی نہیں--- مجھے امید نہیں کہ وہ آپ کے لیے غائبانہ دعا بھی کر سکیں--- تو بہتر ہے آپ میری دعا پر ہی مطمئن رہیں اور التجاء پر--- شاید میں دل سے دعا اور تمہارا نام لے کر شفاعت کر سکوں اور کر بھی چکا ہوں---

یہ صرف ضرورۃً لکھنا پڑا کہ آپ حضرات میں سے کوئی صاحب بھی مجھے یوں پریشان نہ کریں--- سلام پہنچانے کے متعلق کہا جائے تو ضروری ہو جاتا ہے، جو میرے لیے احد پہاڑ سے بھی بڑا ہے---لہٰذا تمام (سلام) واپس کر رہا ہوں--- بہتر ہے کہ (مولانا) ابوالفضل صاحب

دوسرے احباب سے بھی کہہ دیں کہ ایسی تکلیف نہ دیا کریں---مولانا تابش لکھ دیتے ہیں کہ مولانا ضیاء الدین صاحب سے نیازمندانہ سلام، تو تعارف کرانا اور سلام پہنچانا بڑا شاق ہوتا ہے---مولانا ضیاء الدین صاحب اب کافی عمر رسیدہ ہو چکے ہیں، زائد بات مناسب نہیں''---

[مکتوب محررہ ۷ر شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/۱۲ر نومبر ۱۹۷۲ء]

مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن کوثر نے حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ ہی حج کیا تھا، حضرت والا چوں کہ رمضان المبارک سے پہلے گئے تھے، اس لیے حج کے فوراً بعد واپسی ہوگئی، جب کہ حافظ صاحب کی بالکل آخری تاریخوں میں واپسی ہوئی--- مکہ مکرمہ میں ان کے نام خط لکھا تو اس میں یہ نصائح فرمائے:

''بفضلہٖ تعالیٰ ہم سب رفقاء بخیریت مورخہ ۳۰ر جنوری ۱۹۷۳ء، بروز منگل واپس پہنچ گئے ہیں، ولللّٰہ الحمد والمنة---آپ دل لگا کر اللہ اللہ کرتے رہیں، صلوٰۃ تنجینا بکثرت پڑھا کریں--- ہمارا جہاز تین دن ہمیں اٹھا کر جدہ ہی کھڑا رہا تھا اور یوں ہی (سفینہ) ''دشمس'' بھی--- مدینہ منورہ دوبارہ حاضری مل جائے تو فبہا ورنہ کوئی بات نہیں---ع

کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک ظل

[محررہ ۲ر فروری ۱۹۷۳ء]

حافظ صاحب ہی کے نام ایک اور مکتوب میں لکھا:

''اللہ رب العلمین آپ کو ہر قسم کی تکلیف سے پناہ میں رکھے اور ہر طرح ظاہر و باطن، دین و دنیا اور آخرت میں فوز و فلاح عطا فرمائے اور اپنا مخصوص ترین مقبول بنائے اور تمام پریشانیوں سے بچائے اور کامیابی ہی کامیابی دکھائے---

دلائل الخیرات شریفہ کا ورد جاری رکھیں اور قرآن کریم کی کثرتِ تلاوت بھی--- درود شریف اور قرآن کریم نہایت اعلیٰ وظائف ہیں--- میرے سامنے یہی حالات تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کبھی سعودیہ کی طرف سے بلائی کی نوبت نہیں آئی--- حالاں کہ اس مرتبہ تو خوب درس جاری رہا اور اپنا مسلک بے پردہ بیان ہوتا رہا---

اپنے کام میں مست رہیں، قرآن کریم بہت ہی اعلیٰ وظیفہ ہے اور پھر دلائل الخیرات بھی بہترین وظیفہ ہے--- معانی سمجھ کر تلاوت اور قراءت ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ کمی نہیں رہے گی--- مجھے بھی دعاؤں میں شامل کرلیا کریں، کسی سے لڑائی جھگڑے کی ضرورت نہیں، پرہیز رہے''---

[محررہ ۱۵ر فروری ۱۹۷۳ء]

حافظ صاحب موصوف کو مکہ مکرمہ سے ہدایت نامہ تحریر فرمایا:

''فرزند عزیز مولانا الحافظ محمد فیض الرحمٰن صاحب کوثر

کثّرہ ربہ تعالیٰ بالفیوض البر

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آنکہ ہم بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ خیریت سے مکہ مکرمہ میں بروز جمعۃ المبارکہ ہی آ گئے تھے، آج ہمیں یہاں چوتھا روز ہے--- معلم صاحب شریف الطبع ہیں، آپ مع رفقاء ان کے پاس ہی آئیں--- کراچی مدرسہ حامدیہ رضویہ میں ٹھہریں، میں نے مولانا غلام نبی صاحب کو کہہ دیا تھا--- اور حاجی کیمپ کراچی کے صدر دروازہ کے سامنے ہی معلم عبدالسبحان الکوفیہ کا بورڈ لگا ہوا ہے، وہاں ان کے ایجنٹ محمد حسین اور زین العابدین ہیں--- عبدالسبحان صاحب مکہ مکرمہ کے معلم ہیں اور مدینہ منورہ کے معلم سید سامی برزنجی ہیں---

جب جدہ میں پاسپورٹ چیک کرتے ہیں تو معلم کا نام پوچھتے ہیں، بڑی وضاحت سے بتائیں، خصوصاً مدینہ منورہ (کے معلم) کا خوب وضاحت سے نام لیں، ورنہ وہ حامد مرجان لکھ لیتے ہیں، خیال رکھیں--- جہاز میں اور اترنے میں پردہ کی بڑی مشکل ہوتی ہے، خصوصاً پاسپورٹ چیک کرنے کے وقت جدہ میں، وہاں جا کر بیٹھ جائیں، حاجی چیک کرالیں تو بعد میں کرائیں، نسبتہً آسانی رہتی ہے---

آٹا صرف آٹھ دس سیر لائیں اور گندم نہ لائیں، ہمیں بڑا تلخ تجربہ ہوا ہے، بڑی تکلیف ہوتی ہے--- دوسرا سامان بھی حتی الامکان مختصر ہو، چھری وغیرہ ہمارے پاس ہے، پیک دان یا قے دانی دو عدد کراچی سے خرید لیں، کبھی جہاز میں قے آجاتی ہے، مگر ہمیں بالکل نہیں آئی---

یہ خط اپنے ساتھ لائیں اور معلم صاحب کو دکھا کر کہیں کہ ہمارے کمرہ میں آپ کو ٹھہرادیں--- روشنی، پانی، بجلی، پنکھا، غسل خانہ، بیت الخلا کا بڑا اچھا انتظام ہے، البتہ کمرہ مختصر ہے، مگر ہم نے اس کمرہ میں اکٹھا تو صرف دو دن رہنا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ--- ہاں حاجی عبدالحق صاحب کے بھائی مولوی عبدالستار متعلم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور عبدالمجید بھی آپ کے ساتھ ہوں گے، یعنی آپ بھی چھ ہو جائیں گے اور ہم بھی چھ ہیں--- اللہ تعالیٰ آسانی فرمائے اور پاکستان کو سلامت رکھے--- اب ہمارے نام خطوط مدینہ منورہ آئیں کہ ۲ر ماہ رمضان المبارک کو مدینہ منورہ روانگی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ''---

[محررہ ۲۴ر شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ/۲ر اکتوبر ۱۹۷۶ء، بروز پیر شریف]

ایک اور خط میں انھیں لکھا:

''اللہ تعالیٰ جملہ اعزہ خورد و کلاں کو خیریت و عافیت سے رکھے اور پھر حاضریٔ در اقدس قبول خاص سے نصیب فرمائے --- یہ وہ نعمت ہے کہ دنیا کی کوئی نعمت اس کی برابری تو کیا، ہوا تک بھی نہیں پہنچ سکتی --- آپ کے لیے دعائیں اور التجائیں کر رہا ہوں، کئی مرتبہ عرض کیا ہے، امیدوار ہیں کہ یہ در ناامیدی کا در نہیں'' ---

[محررہ یوم الثلاثاء، ۲۳ر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۷۲ء]

خیرخواہی

گزشتہ اقتباسات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ زائرین حرم کی خیرخواہی کا کس قدر جذبہ رکھتے تھے --- خصوصاً دینی حوالے سے جہاں کمی محسوس کرتے، ضرور متوجہ فرماتے --- چناں چہ علاقہ کے بہت بڑے زمیندار اور جید عالم دین مولانا نصیر الدین رکن پوری [۹] حضرت کے والد گرامی خواجہ ابوالنور کے ساتھ حج کے لیے گئے تو انھیں بڑے حکمت بھرے انداز میں تحریر فرمایا:

''آپ ایسے متبرک محل اجابت میں ہیں، فقیر کے لیے اور اپنے لخت جگروں کے متعلق دعا فرمائیں کہ آپ کے فرزندوں میں سے کوئی تو عالم دین بن جائے، مجھے یہ خیال بڑا رہتا ہے --- آپ کے فرزند نیک خیال ضرور ہیں، مگر ان کا میلان اب تک انگریزی کی طرف ہی ہے ---

یہ لفظ بطور الدین النصح [۱۰] لکھے ہیں، امید کہ صحیح محمل پر محمول فرمائیں گے'' ---

[محررہ ۲۷/ ذی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۶۷ھ]

82

ملکی حالات

آپ زائرین مدینہ کو جہاں ان کے گھریلو حالات سے مطلع کرتے، وہیں بعض اوقات ملکی حالات سے بھی آگاہ کرتے، مثلاً ۱۹۷۰ء میں ون مین ون ووٹ کے تحت پہلی مرتبہ عوام کو حق رائے دہی ملا، عمومی توقعات کے برعکس حیران کن نتیجہ سامنے آیا، جو بعد ازاں ملک کے دولخت ہونے کا باعث بنا--- مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کی پارٹی عوامی لیگ کو واضح برتری ملی، جب کہ مغربی پاکستان میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی جماعت پیپلز پارٹی کو اکثریت حاصل ہوئی، دیگر پرانی جماعتیں بری طرح پٹ گئیں--- اس الیکشن میں جمعیت علمائے پاکستان نے پہلی بار انتخابات میں حصہ لیا اور نسبتاً بہت اچھا نتیجہ رہا--- تب جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی تھے، انتخابات کے ایام میں حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری حجاز مقدس میں تھے، حضرت فقیہ اعظم نے اپنے گرامی نامہ میں انھیں ملکی حالات سے آگاہ فرمایا:

''مرکزی اسمبلی میں جمعیت علمائے پاکستان سات سیٹیں حاصل کر چکی ہے اور یوں ہی صوبائی کی بھی سات--- جب کہ پرانی جماعت اسلامی صرف چار چار حاصل کر سکی ہے--- اب وہ جماعت کافی بدنام اور ذلیل ہوگئی ہے اور جمعیت علمائے پاکستان کا وقار بہت زیادہ ہوگیا ہے---

بصیر پور کے علاقہ میں مسلم لیگ کنونشن کے امیدوار میاں محمد یٰسین خاں صاحب اپنی ایک لغزش کے باعث ہار گئے ہیں، البتہ صوبائی سے اس کے انتخابی پینل میں راؤ محمد افضل خاں کامیاب ہو گئے ہیں--- منظور احمد وٹو اور شاہ نواز ولد

23

حبیب اللہ خاں وقت پر پیپلز پارٹی کے حق میں بیٹھ گئے ہیں--- فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون---

[محررہ ۲۰ رشوال المکرّم ۱۳۹۰ھ/ ۲۰ ردسمبر ۱۹۷۰ء]

ایک اور خط میں لکھا:

''شیخ مجیب الرحمٰن اور بھٹو کی کامیابی بظاہر ہوئی ہے، مگر ابھی سے ایک دوسرے کے خلاف کافی کچھ ہو رہا ہے، کوئی فکر نہ کریں، اللہ رب العٰلمین محبوب اکرم ﷺ کے صدقہ سے کرم فرمایا کرتا ہے''---

[محررہ ۲۸ ردسمبر ۱۹۷۰ء]

دسمبر ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں مشرقی محاذ پر ذلت آمیز شکست اور سانحہ سقوط ڈھاکہ پر اپنے دکھ اور کرب کا اظہار کرتے ہوئے اپنے تلمیذ مولانا زید احمد نوری جوان دنوں مدینہ منورہ میں تھے، کے نام تحریر فرماتے ہیں:

فرزند عزیز حضرت مولانا الحاج زید

زید حبه ولبه وعلمه وعمله ومقبوليته فى الحضرة العالية

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ--- بعد از دعوات عافیت دارین آں کہ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے اور آپ کی عافیت تامہ عامہ مطلوب--- حالات ملکی عجیب وغریب ہوئے ہیں، مشرقی پاکستان کی شیر دل افواج کو یحیٰی نے مفلوج کر دیا، دھوکے دیے گئے اور پھر ہتھیار رکھوا دیے، فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون--- سننے میں آ رہا ہے کہ مغربی پاکستان کی بھی یہی حالت ہونی تھی، بلکہ مغربی محاذ پر جنگ شروع کرانے کے حالات کے بعد سے بھی یہی اندازے ہوتے ہیں--- غدار افسروں نے غازیوں اور شیروں کو بھرپور جنگ نہ کرنے دی--- بصیر پور کے سامنے سے، سنا ہے کہ

ایسا منصوبہ بنایا گیا کہ بصیر پور، دیپال پور وغیرہ پر ہندوؤں کا قبضہ کروایا جائے، مگر ایک محض غیبی فضل وکرم ہوا کہ وقت پر دفاع ہو گیا، لاہور پر بھی یہی ہونے لگا تھا، ٹینکوں کو عموماً حرکت نہیں دی گئی، دشمن کے ہوائی جہاز دندناتے رہے، بلا روک ٹوک وحشیانہ بم باری کرتے رہے--- اللہ کا خصوصی کرم ہوا کہ بصیر پور پر گزرتے تو کافی رہے مگر تقریباً ہر طرف سے پانچ پانچ میل تک کچھ بھی نہ کر سکے--- اب کافی غدار برطرف کر دیے گئے ہیں---

پرزور دعائیں کریں کہ کوئی باعزت صورت بن جائے اور ہمارے شیر غازی جو ۹۳ ہزار بتائے جاتے ہیں، ہند کی قید سے آزاد ہو جائیں اور باقی بھی کافی قید یا شہید کیے گئے--- آہ! ڈھاکہ میں ہمارے غازی خان نیازی کو ہماری ہی حکومت نے مجبور کیا کہ ہتھیار رکھ دیں---

بس کوئی صورت ایسی نظر نہیں آتی کہ یہ سب داغ دھل جائیں، ہاں! رو رو کر دعائیں اور استغاثے کریں، حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں رو رو کر استغاثے کریں، اپنی طرف سے بھی اور میری طرف سے بھی کہ ضرور نظر کرم فرمائیں اور ان مصائب میں خصوصی نصرت فرمائیں، وہ سب کچھ دیکھ بھی رہے ہیں--- صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلیٰ آله واصحابه احسن صلواته واتم تحیاته وبارك وسلم

ہاں، مواجہہ عالیہ میں میرے صلوٰۃ وسلام روزانہ عرض کرتے رہیں اور استغاثے بھی---

حضرت مولانا قبلہ محمد ضیاء الدین قادری اور مولانا محمد فضل الرحمٰن صاحب وغیرہ حضرات حاضرین سے سلام محبت عرض اور طلب دعوات خصوصیہ---

اب تک آپ کی طرف سے کوئی گرامی نامہ نہیں آیا، ڈاک کافی عرصہ بند رہی، مگر اب تو ہوائی جہاز بھی جدہ شریفہ کی طرف جانے لگے ہیں، آپ کا پتہ بھی معلوم نہیں، حضرت مولانا صاحب قبلہ کے پتا پر ہی بھیج رہا ہوں، مل جائے تو جواب لکھیں---مولوی مسعود احمد وغیرہ خیریت سے ہیں، کوئی فکر نہ کریں--- میری حاضری کی خبر ابھی تک کوئی معلوم نہیں ہو رہی، مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کوئی مشکل نہیں--- ہر مقام پر دعاؤں میں ضرور شامل رکھیں اور پاکستان کے اتحاد و بقا کے لیے بھی دعائیں جاری رکھیں اور حسن عمل و علم و خاتمہ بالخیر کی بھی بڑی ضرورت ہے--- سرکاری مدارس تو جنگ شروع ہونے سے اب تک بند ہیں اور اسلامی مدارس نے بھی ایام جنگ میں رخصتیں کر دیں مگر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بفضلہٖ تعالیٰ حسب سابق رواں دواں رہا، طلباء بھی اطمینان سے رہے، اسباق سب جاری رہے--- یہ محض اور محض خصوصی کرم ہے--- وللّٰہ تعالیٰ الحمد والمنۃ---

الفقیر الحقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ بیدہ

۹/ ذی القعدۃ المبارکۃ ۱۳۹۱ھ/ ۲۸/دسمبر ۱۹۷۱ء

مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بن جانے اور موجودہ پاکستان میں بھٹو کے برسراقتدار آنے اور ان کے لادینی عزائم کے حوالے سے دینی حلقوں میں خاصی تشویش تھی، آپ نے مدینہ منورہ سے مولانا ابوالفضل کے نام ایک خط میں رقم فرمایا:

''اللہ تبارک وتعالیٰ پاکستان کو سلامت رکھے اور خصوصی عزت و وقار سے بحال فرمائے اور اسلامی ہی بنائے''---

[محررہ ۱۹/شہر رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ]

بنگلہ دیش بننے کے بعد یہ پہلا حج تھا، ملکی حالات اور ہندوستانی اور بنگالی حاجیوں

کے حوالے سے لکھا:

''ملکی حالات کا کوئی ایسا فکر نہ کیا کریں، بس اپنا کام کرتے رہیں، کام میں دھیان رہے--- اب بنگلہ دیش کے حجاج بھی آ گئے ہیں اور ہندوستانی ان سے پہلے ہی آئے ہوئے تھے---بعض ہندوستانی حجاج پاکستانیوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں اور بڑے جلے بھنے معلوم ہوتے ہیں اور اب بنگالیوں کا رویہ بھی امید کہ واضح ہو جائے گا--- ویسے صرف دو کے متعلق پتا چلا ہے کہ الگ الگ انفراداً ملنے والوں سے موجودہ حالات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے''---

[محررہ ۲۸ر شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/ ۳ر نومبر ۱۹۷۲ء]

ایک اور مکتوب میں لکھا:

''ملکی حالات کے متعلق زیادہ فکرمند نہ ہوا کریں، یہ ایک ہوّا ہے، بارگاہ بے کس پناہ ﷺ میں درخواست وصول ہو چکی ہے اور بڑی امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ انجام بخیر ہوگا--- آپ اپنے کام میں مست رہا کریں، کسی خوف و خطر کی ضرورت نہیں--- میری صحت بفضلہٖ تعالیٰ حسب سابق بصیر پور سے بہت اچھی رہتی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ حج سے فارغ ہو کر ضرور دارالعلوم میں آؤں گا---

اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمائے اور پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنائے اور ایمان اور اسلام پر ثابت قدم رکھے--- والسلام

[محررہ ۱۷ر ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۹۲ھ/
۲۲ر دسمبر ۱۹۷۲ء، یوم الجمعۃ المبارکہ]

23

حواشی

① شاعر، ادیب اور خطیب تھے، گفتگو میں مزاح کی چاشنی تھی، وزارت مذہبی امور (اسلام آباد) میں آفیسر تھے، جنرل ضیاء الحق کی کئی معرکۃ الآراء تقریریں انھوں نے لکھی تھیں--- حضرت فقیہ اعظم کے عقیدت منداور چودھری محمد اسحاق نوری کے دوست تھے---۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ءکو اسلام آباد میں وفات پائی---

② صدر یحییٰ خان اور بعض سیاست دانوں کی ملی بھگت سے سانحہ مشرقی پاکستان پیش آیا، جنرل نیازی اور دیگر فوجی افسروں اور جوانوں کو یحییٰ کے غلط احکامات نے مفلوج کر کے رکھ دیا تھا--- بھارتی قید سے رہائی کے بعد جنرل نیازی جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہوگئے تھے، ان دنوں مولانا نورانی میاں جمعیت کے صدر اور مولانا عبدالستار خان نیازی جنرل سیکرٹری تھے، جب کہ (ر) جنرل کے ایم اظہر اور (ر) جنرل ایم ایچ انصاری بھی جمعیت کے عہدیدار تھے---

③ شیخ محمد اکبر اور محمد انور خیاط، دونوں بھائی مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے اور دونوں

حافظ رحمت علی مدنی صاحب کے شاگرد تھے---

④ قاری محمد عبد الستار نوری، مدنی صاحب کے شاگرد تھے، تب مدنی صاحب، دارالفرقان شعبہ حفظ دارالعلوم ہذا کے مدرس تھے--- قاری صاحب ۱۹۵۰ء میں محلّہ درس بصیر پور میں پیدا ہوئے، حفظ قرآن سے لے کر دورہ حدیث شریف تک تمام تر تعلیم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں حاصل کر کے ۱۹۷۲ میں سند فراغت حاصل کی--- چار سال تک وہاڑی کے قریبی گاؤں میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، بعدہٗ حضرت فقیہ اعظم کے حکم پر دیپال پور آ کر ٹینکی والی مسجد میں ذمہ داریاں سنبھالیں اور اپنی شبانہ روز محنت سے یہاں ''جامعہ نوریہ برکات القرآن'' قائم کیا اور مسجد کی توسیع اور اعلیٰ ترین عمارت بنوائی--- قاری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی سے نوازا تھا، علامہ محمد شریف نوری کے انداز میں تقریر کرتے تو سماں باندھ دیتے--- قاری صاحب کو اپنے مرشد گرامی حضرت فقیہ اعظم سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، اسی نسبت سے علاقہ بھر میں ''نوری صاحب'' کے لقب سے مشہور تھے---

۳۵ سال تک دیپال پور میں دینی خدمات انجام دینے کے بعد ۴ رمئی ۲۰۰۹ء کو وفات پائی اور اپنی مسجد سے متصل حجرہ میں مدفون ہوئے--- ان کے لائق و ہونہار صاحبزادے علامہ محمد ساجد ستار نوری ان کی جگہ تدریس، خطابت اور تبلیغ کے ذریعے ان کے مشن کو فروغ دے رہے ہیں---

⑤ بصیر پور کے قریب موضع ''صابہ'' کے رہائشی ہیں، حفظ القرآن دارالعلوم حنفیہ فریدیہ سے کیا، مدنی صاحب کے شاگرد ہیں---

⑥ ڈاکٹر رضوان قادری ۱۳۷۳ھ کو مولانا فضل الرحمٰن کے ہاں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے،

۱۳۹۸ھ میں جامعہ الملک ریاض سے تاریخ وجغرافیہ میں بی اے کیا، پھر نیویارک چلے گئے، ۱۹۸۳ء میں ایم اے اور ۱۹۸۷ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی--- الکلیة التربیة مدینہ منورہ پروفیسر اور عمرانیات میں ریسرچ سکالرز کے مشرف ہیں---

آج کل اپنے والد گرامی اور دادا قطب مدینہ کے مسند نشین اور ان کے معمولات کو باحسن طریق سرانجام دے رہے ہیں---نہایت خلیق، نفیس، مہمان نواز اور گوناگوں اوصاف جمیلہ کے حامل ہیں--- حفظہ اللہ

⑦ حبیب الرحمٰن قادری، حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی کے بڑے صاحبزادے تھے، ۱۳۶۵ھ میں پیدا ہوئے، کم سنی میں حفظ القرآن کر لیا، ریاض یونی ورسٹی سے انجنیئر نگ میں ڈپلومہ لیا، پھر حالت جذب طاری ہوگئی---نفیس لباس پہنتے، ہمیشہ خاموش رہتے، ۴۸ سال کی عمر میں ۱۴۱۳ھ کو وفات پائی اور بقیع شریف میں مدفون ہوئے---

⑧ مولانا کا ان دنوں کتابوں کا کاروبار تھا---

⑨ مولانا نصیر الدین جید عالم دین تھے، ان کی ذاتی لائبریری میں عربی کی نایاب کتب کا عمدہ ذخیرہ تھا، بہت نیک، حق پسند، مصلح اور منصف تھے---رکن پورہ کے رئیس اعظم اور بہت بڑے زمیندار تھے---حضرت نے انھیں بچوں کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا تو انھوں نے اپنے صاحبزادوں مولوی محمد سعید پھلروان اور مولوی محمد اکرم پھلروان کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخل کرایا--- اوّل الذکر موقوف علیہ تک جب کہ مولانا محمد اکرم نے دورہ حدیث شریف مکمل کیا---

⑩ حضرت تمیم داری سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ---

[صحیح مسلم، کِتَابُ الْاِیمَانَ، بَابُ بَیَانِ أَنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَۃُ]

''دین خیرخواہی کا نام ہے''---

23

مزاح کی چاشنی

اَلْمَزْحُ فِی الْکَلَامِ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ ---

[تاریخ دمشق، جلد ۴۶، صفحہ ۱۱۲، ابوالفتح البُستی]

حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب میں جہاں عربی، فارسی اور اردو ادب کا رنگ ہے، وہیں مزاح کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے--- دیکھیے اپنے اعزہ ورفقاءِ سفر کا ذکر کس انداز میں کرتے ہیں:

''(رفیق سفر) حاجی خوشی صاحب (بصیر پوری) کی نیند بصیر پور والی نہیں (کہ بیٹھے بیٹھے سو جائیں)، اپنا کام خوب کر رہے ہیں اور میری خدمت بھی کافی کر رہے ہیں--- سردی کی وجہ سے گرم پانی سے غسل کیا کرتا ہوں اور فراغت پر (حاجی خوشی) خوشی خوشی چائے پلایا کرتے ہیں--- میں ان پر بہت خوش ہوں، البتہ کبھی کبھی نیند کو بھی مدینہ شریف کی حاضری دلایا کرتے ہیں''---

[محررہ ۲۹/دسمبر ۱۹۷۲ء، بنام اعزہ وطلباء]

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روانگی کے بعد حضرت مولانا محمد رمضان المحقق النوری نے بذریعہ بحری جہاز حج کے لیے روانہ ہونا تھا، ان کے بارے میں مدینہ عالیہ سے خط لکھا:

''دیکھیے، ''محقق صاحب'' کیسے ''تحقیق'' کرتے ہیں، ان کو سیدھا

(مدینہ منورہ) آنا چاہیے تھا"---

[محررہ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/ یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء]

مولانا عبدالعزیز نوری، مہتمم دارالعلوم غوثیہ حویلی لکھا، جنہیں "مہتمم" کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے، ان کے بارے میں لکھا:

"مہتمم صاحب اپنے اہتمامات کی چاردیواری میں مقید ہیں یا وعظوں میں منہمک؟---ان کا برائے نام بھی خط نہیں آیا"---

[محررہ ۱۱؍شوال المکرّم/ ۱۵؍نومبر ۱۹۷۲ء، یوم الخمیس، بعد العصر]

مدینہ منورہ میں سرد موسم کی ایک شب مولانا محمد منشا تابش قصوری سے خط املا کرواتے ہوئے ان کے لقب کے پیش نظر یہ جملہ لکھوایا:

"تابش سے لکھوا رہا ہوں کہ رات اور سردی میں تابش سے روشنی اور گرمی حاصل کی جا سکتی ہے"---

[محررہ ۲۰؍دسمبر ۱۹۷۲ء]

صدر المدرسین مولانا محمد باقر نوری رحمۃ اللہ علیہ نے قدرے جلی قلم سے خط لکھا، اس پر یوں تبصرہ فرمایا:

"صدر صاحب کا طویل خط "کبر قلم" سے اور "کبیر" بن گیا"---

[محررہ ۳؍نومبر ۱۹۷۲ء]

چودھری عبدالرحمٰن، متعلم دارالعلوم ہذا نے سفر مقدس پر روانہ ہوتے ہوئے آپ کو گلاس دیا ہوگا کہ متبرک ہو جائے گا، اس کے بارے میں لکھا:

"چودھری عبدالرحمٰن کا گلاس منیٰ میں نیم بسمل یا نیم قربان ہو گیا ہے، اس کی واپسی کی قطعاً امید نہیں"---

[محررہ ۱۷؍مئی ۱۹۶۲ء]

ایک طالب علم مولوی نور الحق صاحب جو مسجد کے خادم بھی تھے، ان کی سادگی کی وجہ سے طلباء انھیں ''مائی حاجن'' کہہ کر پکارتے تھے، انھوں نے مدینہ منورہ خط بھیجا تو اپنے نام کے ساتھ ''خویدم مائی حاجن'' بھی لکھ دیا، اس پر آپ نے متنبہ فرمایا:

''خویدم یا خادمہ؟ نور الحق کو سمجھائیں کہ مؤنثانہ کوائف مناسب نہیں''---

[محررہ ۲؍اکتوبر ۱۹۷۴ء]

۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں علاقہ کے بہت سے لوگ حج کے لیے گئے، ان میں بصیر پور کی ایک خاتون ''دائی حساب والی'' بھی شامل تھی، جو لوگوں کو گم شدہ چیزوں کے بارے غلط سلط بتاتی اور مال کماتی --- اس دائی کا واقعہ بیان کیا، جس میں مزاح کا پہلو بھی ہے اور اصلاح کی دعا بھی:

''................. دائی حساب والی براہ راست مدینہ طیبہ قربان شاہ، پھلاں تولی والے کے ساتھ آئی ہے، اس کا راشن بھی جدہ میں گم ہو گیا تھا--- حافظ محمد فیض الرحمٰن صاحب نے اس کو کہا کہ اپنا حساب کرو تو اس نے کہا، یہاں نہیں کرتی، جھوٹ وہاں چلتا ہے اور اب تو واپسی پر بھی نہیں کیا کروں گی--- اللہ تعالیٰ ثابت قدمی دے--- آج رات میاں روشن دین، غلام محمد صاحبان کا پتا کرنے (ان کی رہائش گاہ پر) تین بجے کے بعد گیا، تو وہاں دائی بھی قربان شاہ صاحب کے ساتھیوں میں تھی اور سلام کیا''---

[محررہ ۱۰؍دسمبر ۱۹۷۲ء]

آپ کا معمول یہ تھا کہ ہمیشہ جدہ سے سیدھے مدینہ منورہ حاضر ہوتے--- آپ کے رفیق سفر چودھری محمد اسحاق نوری بیان کرتے ہیں:

''ایک سفر حج میں شیخ القرآن حضرت مولانا ابو البیان غلام علی اوکاڑوی[۱]، محترم غلام قادر قریشی اور جناب لال دین بھی ہمارے ہمراہ تھے، ادھر حج کے

ایام قریب آ چکے تھے، مگر حسب معمول حضرت صاحب قبلہ نے سوچا کہ پہلے مدینہ شریف حاضر ہوں گے، وہاں سے واپس احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں آئیں گے---حضرت مولانا غلام علی اوکاڑی صاحب نے تمام صورت حال کا جائزہ لیا اور واپس آ کر رپورٹ دی کہ چوں کہ حج کے دن بالکل قریب ہیں، اس لیے حکام نے بہت سختی کے ساتھ سیدھا مدینہ شریف جانے سے منع کر رکھا ہے اور اب مدینہ شریف جانا ممکن ہی نہیں---حضرت صاحب نے فرمایا:

''اچھا دیکھا جائے گا، ہم تو مدینے کے مسافر ہیں''---

حضرت مولانا صاحب اور دیگر احباب احرام وغیرہ باندھ کر مکہ مکرمہ جانے کے لیے تیار ہو گئے اور ہم ٹیکسی لے کر حرم محترم میں روضۂ انور کے سامنے جا حاضر ہوئے، راستے میں کسی نے بھی ہمیں روک رکاوٹ نہ کی---وہاں پر علامہ اوکاڑوی صاحب کے ایک عقیدت مند ملے، انہوں نے آپ کے بارے میں دریافت کیا کہ اوکاڑوی صاحب آپ کے ساتھ تھے، وہ کیوں نہیں آئے؟---حضرت صاحب نے جواب دیا:

''وہ ''ناممکن'' کا شکار ہو گئے اور مدینہ عالیہ آنے سے رہ گئے''---

[مشاہدات وتاثرات، صفحہ ۳۹]

23

حواشی

① حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی کی ولادت باسعادت ۱۳۳۷ھ/ 1919ء کو بیانیہ ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی --- مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حزب الاحناف لاہور کی شاخ مدرسہ کریمیہ جالندھر میں علوم وفنون اسلامیہ کی تحصیل کی --- پھر سندالمحدثین حضرت سیدی ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ العزیز سے سند حدیث کا شرف پایا اور آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے --- چند دن حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز کی صحبت میں رہ کر مناظرہ وتقریر کی تربیت لی --- ۱۹۴۹ء میں اوکاڑا کو اپنی دینی وعلمی سرگرمیوں کا مرکز بنایا --- یہاں ''اشرف المدارس'' کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا اور آخردم تک یہیں مسلکی خدمات انجام دیتے رہے ---

حضرت کی زندگی کا بیش تر حصہ درس و تدریس میں گزرا، بالخصوص دورۂ تفسیر پڑھانے کا خاص ملکہ تھا، اسی لیے علمی حلقوں میں آپ کو شیخ القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے --- درس وتدریس کے علاوہ آپ نے سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا --- تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں نمایاں کردار ادا کیا --- معاصرت کے باوجود سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا بہت اکرام کرتے، محبت ومودت

کا یہ سلسلہ دو طرفہ تھا--- عرس فقیہ اعظم میں تقریباً ہر سال شمولیت فرماتے رہے---

حضرت شیخ القرآن وسعت علم، وسعت نظر، وسعت مطالعہ، ذکاوت طبع اور رسوخ فی العلم والعمل میں اپنی نظیر آپ تھے--- آپ نے ۱۱ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ/ ۱۶ر مئی ۲۰۰۰ء کو جناح ہسپتال میں وصال فرمایا--- ان کے اکلوتے صاحبزادے مولانا محمد فضل الرحمٰن ان کے جانشین ہیں---

حرمین شریفین کا ادب واحترام

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

[عزت بخاری]

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

[اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ]

حجاز مقدس کی حاضری اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، کیوں کہ یہ:

- وہ سرزمینِ عشق ومحبت ہے، جسے حضور اقدس واطہر ﷺ سے نسبت ہے---
- یہ وہ مہبط انوار ہے، جو بوسہ گاہ قدمین سید ابرار ﷺ ہے---
- یہاں کی فضاؤں میں سرکار ﷺ کے انفاس کریمہ اور زلف عنبریں کی مہک اب تک باقی ہے---

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سراپا ادب تھے اور زائرین کو بھی یہاں کے ادب واحترام کی تلقین فرمایا کرتے---

حرم مکہ کا ادب

حضرت فقیہ اعظم نے ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء میں پہلا حج کیا تھا، اس موقع پر مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد والد گرامی کے نام اپنے پہلے خط میں تحریر کیا:

"(کل) بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ طواف و حاضری کی دولت نصیب ہوئی

اور حجر اسود کے کئی بوسے لیے، زم زم شریف خوب پیا، مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کی ....--- اب حرم پاک میں حاضر ہوں، کعبۃ اللہ کو دیکھ کر خط لکھ رہا ہوں---

یہ محض فضل رب ھٰذا البیت ہے کہ میرے جیسے ذلیل و بدکار پر اتنا کرم فرمایا--- میں لرز رہا ہوں اپنی کوتاہیوں اور بے علمیوں سے--- محض اور محض فضل عمیم ہو جائے تو کیا کہنا، ورنہ میں کس قابل ہوں"---

[محررہ ۲۳/ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۷۹ھ/ ۱۸/ مئی ۱۹۶۰ء]

اس سے اگلے سال (۱۹۶۱ء میں) آپ کے تلمیذ رشید اور مرید خاص خطیب پاکستان مولانا الحاج غلام حسین نوری اپنے والد گرامی مولانا محمد عظیم کی معیت میں حج کے لیے گئے تو ان کے نام مکہ مکرمہ خط تحریر کرنا شروع کیا، تو حاضریٔ حرم شریف کے مناظر نگاہوں کے سامنے آ گئے--- دیکھیے کس بے ساختگی سے لکھتے ہیں:

"اَللّٰہُ اَللّٰہُ! جلال کعبہ اور عظمت حرم محترم کا دلی عقیدت سے خصوصی خیال رکھیں، یہ بارگاہ بے کس پناہ بے نظیر بارگاہ ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا---

محبوب پیارے ﷺ کا پیارا وطن اور مولد و مسکن ہے--- محبوب کا وطن ہی ہمارا اصلی وطن ہے--- اے وطن والو! ہم بے وطنوں، پردیسیوں کو نہ بھولنا--- ہاں آپ اس خط کے ملنے کے وقت حج مبارک سے فارغ ہو چکے ہوں گے، تو جتنا ہو سکے عمرے کریں--- چھوٹا عمرہ تنعیم [۱] سے آسان اور کم خرچ ہے، زیادہ لوگ یہیں سے کرتے ہیں، آپ تنعیم سے بھی کریں مگر بڑا عمرہ جعرانہ [۲] سے بھی ضرور کریں .... جعرانہ بڑا مبارک مقام ہے، جہاں کئی روز پیارے محبوب ﷺ نے غزوۂ حنین سے واپسی پر

قیام فرمایا تھا--- مجھے وہ سرور ابھی تک تازہ بہ تازہ ہے، جو وہاں حاضری میں ہے اور راستہ میں آتے جاتے حاصل ہوا تھا''---

[محررہ ۳/ذی الحجۃ المبارک ۱۳۸۰ھ/ ۱۹/مئی ۱۹۶۱ء]

دیکھیے کیا ادبیت اور کیا ادب ہے؟--- مکہ مکرمہ اور کعبہ مشرفہ کے آداب بھی بیان ہو رہے ہیں، مگر یہاں بھی محبتِ رسول کی چاشنی کا انداز ملاحظہ ہو کہ یہ محبوب کریم ﷺ کا وطن ہے اور ان کا وطن، ہمارا وطن ہے---

مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں تھے، تو ان کے نام خط لکھا:

''آپ کا مرسلہ عزیز نامہ محررہ ۱۲/فروری ۱۹۷۳ء، بتاریخ ۱۹/فروری ۱۹۷۳ء موصول ہو کر باعث مسرات القلوب بنا--- للّٰہ الحمد کہ (ہم) مع رفقاء خیریت سے ہیں اور بیت رب العٰلمین کے نظارے حاصل کر رہے ہیں--- یہ چند روز غنیمت ہیں، غفلت سے نہ گزریں، اگر (دوبارہ) مدینہ منورہ حاضری کی صورت بن جائے تو غنیمت اور برکات ہیں اور نہ بنے تو یہاں (مکہ مکرمہ میں) بھی رحمت و برکت ہے---صلی اللّٰہ تعالیٰ جل وعلا علیہ و آلہ وسلم

[محررہ ۲۴/فروری ۱۹۷۳ء]

آدابِ مدینہ منورہ

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ خود بھی مدینہ منورہ کے آداب کو ملحوظ رکھتے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے--- مدینہ منورہ سے اپنے والد گرامی حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک مکتوب میں لکھا:

43

''جنت البقیع شریف کے دروازہ پر کھڑے ہو کر سلام و فاتحہ پڑھ لیا ہے، آگے جانے کی جرأت نہیں کر سکا---شموس و اقمار ملت بظاہر بے نشاں نہاں ہیں، تو خطرہ ہوا کہ کہیں کسی پر پاؤں نہ پڑ جائے---اُحد شریف بھی ڈرتے ڈرتے حاضری دی---

دلِ مجنون تو یہی چاہتا ہے کہ یہیں حاضر رہوں، زیادہ زیارتیں نہیں کر رہا، ''یک در گیر، محکم گیر'' کی چاہت ہے''---

[مکتوب بنام والد گرامی بابا جی محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ
محررہ ۲۷/مئی ۱۹۶۰ء، جمعۃ المبارکہ]

مولانا الحاج غلام حسین نوری (ساہیوال) کے نام ''محبی محبوبی پروانۂ رقصانِ محبوب کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مولانا غلام حسین نوری نورہ ربہ تعالیٰ بنورہ الکریم'' تحریر فرمایا:

''زہے قسمت اگر حاضریٔ مکررہ کی توفیق رفیق ہو--- نہایت ادبِ شرعی حقیقی سے حاضری ہو---اپنی عمر بھر کی سب سے زیادہ مبارک اور قیمتی گھڑیوں پر قدر بھری نگاہیں رہیں--- جتنا زیادہ سے زیادہ حاضر ہو سکیں کم ہے---مگر:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

دوسرے عشاقِ جاں سوز، دل گداز پروانگانِ حضرت بابرکت کا ادب و احترام بھی ملحوظ رہے---

جنت البقیع کے دروازہ پر ہی فقیر سلام عرض کیا کرتا تھا---خود غور کر لیں کہ کسی بے ادبی میں نہ پڑ جائیں''---

[محررہ ۴/ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ/۲۰/اپریل ۱۹۶۱ء]

مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ حاضر تھے، تو ان کے نام ایک مکتوب میں لکھا:

''ہاں ہاں! سراپا آداب ہی آداب بنے رہیے، سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ کرم ہی کافی ہے، دعا کرتا ہوں کہ خصوصیت سے عطا کیے جائیں''---

[محررہ ۲۰/شوال المکرّم ۱۳۹۰ھ/۲۰/دسمبر ۱۹۷۰ء]

راقم کے نام بصیر پور سے مدینہ منورہ گرامی نامہ یوں رقم فرمایا:

''ہاں ہاں! نہایت ادب سے رہیں اور دل و دیدہ و ظاہر و باطن کی حفاظت کرتے رہیں، تاکیداکید ہے''---

[محررہ ۲۱/ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۹۶ھ/۱۳/دسمبر ۱۹۷۶ء]

مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام تحریر فرمایا:

''تمام وقت تلاوت قرآن کریم، درود شریف اور ذکر حق تعالیٰ میں گزرے---غفلت سے بچیں، زیارات جو بھی کریں، یہ خیال رہے کہ نماز فرض حرم شریف میں ہو''---

[محررہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۹ء]

چودھری عبدالرزاق نوری کے نام گرامی نامہ سے ایک اقتباس:

''ہر وقت ادب سے رہا کرو، بچپن کا زمانہ ہے، نظر پاک رہے، سچ بولا کرو''---

[محررہ ۲۳/مارچ ۱۹۷۸ء]

انہی کے نام ایک مکتوب میں فرمایا:

''الحمد للہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمہیں اپنے پاک پیارے شہر اور حرم شریف میں رکھا ہوا ہے---زیادہ وظائف کی ضرورت نہیں، قرآن کریم

کی تلاوت اور دورد شریف اور گنبد خضراء کی محبت اور ایمان سے زیارت بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا وظیفہ ہے"---

[محررہ ۷؍جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ/ ۵؍مئی ۱۹۷۰ء]

عام طور پر مدینہ منورہ میں مقیم دیگر مما لک سے آنے والے افراد حاضری میں کوتاہی کرتے اور آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے، یوں ہی دوسروں کی دیکھا دیکھی بے ادبی اور بد عقیدگی کا شکار ہو جاتے ہیں--- چنانچہ آپ وہاں رہائش پذیر مریدین و متوسلین کو ادب کی خصوصی تاکید فرماتے--- چودھری عبدالرزاق نوری ہی کے نام ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

ہاں ہاں! ادب ادب ظاہر و باطن ہر طرح رہے---کوئی فرق نہ آئے---
اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور نجدی ڈاکوؤں سے اپنا دین وایمان بچائیں---
خاص خیال رکھا کریں، کوئی ادب نہ چھوٹے تو ان شاءاللہ تعالیٰ بیڑا پار ہے---
درود شریف زیادہ پڑھا کریں:

ہتھ کار ولے ، دل یار ولے
جٹ سارے کم سنوار دی اے

[محررہ ۳؍اکتوبر ۱۹۷۸ء]

ایک اور خط میں لکھا:

"مدینہ منورہ یونی ورسٹی میں داخلہ مناسب نہیں ہے، کیوں کہ آپ کی دینی تعلیم کم ہے اور وہ لوگ اپنا مذہب اور اپنا طریقہ بتاتے ہیں--- کہیں خدانخواستہ عقیدے میں فرق آجائے تو زہر قاتل ہے--- نیز حضرت فضیلۃ الشیخ مولانا محمد ضیاءالدین صاحب مدظلہم سے بھی مشورہ کرلیں--- بہر حال بچنا ہی مناسب ہے"---

[محررہ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۷۷ء]

قیام مدینہ منورہ کے دوران خط لکھنے والے حضرات سے اگر کوئی کوتاہی ہوتی تو اس پر متنبہ فرماتے، چناں چہ ایک خط میں لکھا:

''ہاں! بعض حضرات کے خطوط میں ہوتا ہے کہ:
''شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو صلوٰۃ وسلام عرض کریں''---
حالاں کہ ان کو صرف سلام ہی عرض کیا جاتا ہے''---

[بنام مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری،
محررہ ۲۸/شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/۳/نومبر ۱۹۷۲ء، یوم الاحد]

ایک طالب علم منظور احمد نے خط میں اپنے نام کے ساتھ ربانی تخلص لکھا، ان کے بارے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

''ہاں منظور احمد کا تخلص راہب غلط ہے، لا رھبانیۃ فی الاسلام کے خلاف ہے، لہٰذا فوراً توبہ کریں''---

[محررہ ۲۲/دسمبر ۱۹۷۲ء]

ادب گاہے است زیر آسماں از عرش نازک تر

عرش سے نازک تر بارگاہ والا جاہ میں خلاف ادب کوئی چیز دیکھتے تو نہایت قلق ہوتا--- احقر کے نام ایک مکتوب میں اسی درد کا اظہار ہے:

''اس سال یہ چیز بڑی دردناک ہوگئی ہے کہ عورتیں، ساری مسجد پاک میں بکھر جاتی ہیں، شرطی بے چارے کہتے ہیں مگر باز نہیں آ رہی ہیں، فرض نماز میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہو جاتی ہیں اور سابقہ مسجد میں تو اور زیادہ افسوس والی صورت ہے--- بڑا شور وغوغا ہوتا ہے اور مشکل سے

نماز پڑھی جاتی ہے اور مواجہہ عالیہ کی حاضری بھی بڑی مشکل ہوگئی ہے---
اب تیسرا دن ہے، نئ مسجد شریف میں ہی گنبد خضرا کے سامنے حاضری دے رہے ہیں---بعض حضرات حاضر ہوتے ہیں مگر عورتوں کے سخت ہجوم میں جانا شرعاً خطرناک ہے، پھر ایک اور بے ہودہ رسم شروع ہوگئی ہے، شاید کس ملک کے لوگوں نے شروع کی، کبوتروں والی گندم ساری مسجد پاک میں حتیٰ کہ مواجہہ عالیہ کے نزدیک بھی ڈال دیتے ہیں--- ہر طرف گندم ہی گندم ہے، اللہ ہدایت فرمائے---قوم کیا کیا کررہی ہے؟---ایک وہ وقت تھا کہ حکومت سعودیہ کیمرے ملک میں داخل ہی نہیں ہونے دیتی تھی، مگر اب کئ کیمروں والے گاہ گاہ حرم شریف کے دروازں پر فوٹو اتارتے ہیں---
اب ہم ان شاء اللہ تعالیٰ پانچ ذی الحجۃ المبارکہ رخصت ہورہے ہیں، شاید مکہ مکرمہ میں کیا حال ہو؟---عورتیں کثرت سے ہیں اور مصیبت بنی ہوئی ہیں، ان کو نہ پردہ کی پروا اور نہ ہی مردوں سے ٹکرانے میں حیا--- فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون---
تمہارے کافی خطوط آتے رہتے ہیں، جو خوشی کا باعث بنتے ہیں--- اپنی والدہ، جدہ، عمات، اخوات، اعمام، خالئین اور سب بھائیوں، بھتیجوں، بھتیجیوں، بھانجوں، بھانجیوں اور سب طلبہ سے درجہ بدرجہ دعا وسلام''---
[محررہ ۲۸/ذی القعدۃ الحرام ۱۳۹۲ھ/۲/جنوری ۱۹۷۲ء]

اب حرم نبوی میں عورتوں کا الگ انتظام اور صفائی کا اعلیٰ اہتمام ہے، فالحمد للّٰہ---
والد گرامی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:
''بے ادبوں کی اداؤں سے جو احترامات مساجد مطہرہ و مقامات مقدسہ کی پروانہیں کرتے، تکلیف روحانی ہوتی ہے''---
[از مکہ مکرمہ، یکم جون ۱۹۶۰ء]

24

حریم قدس

مدینہ منورہ کی عظمتوں کا بیان آپ کے مکاتیب میں بکثرت اور بتکرار ہے---
اپنے والد گرامی حضرت مولانا خواجہ ابوالنور محمد صدیق قدس سرہ العزیز کے نام خط لکھا،
جب آپ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں حج کی سعادت پا کر مدینہ منورہ حاضر تھے---
دیکھیے کس ادب، محبت اور عجز وانکسار سے لکھتے ہیں:

''عمدۃ العارفین قدوۃ العاشقین حضرت قبلہ وکعبہ ام

دامت برکاتهم المتوالية متواصلة متواترة

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---مزاج شریف؟---

لله المتعال المنة والحمد کہ ہم سب خدام بخیریت اور حضور کی خیریت،
خیریت نامہ سے موصول ہوئی---خیریت نامہ ۱۵/ذی الحجۃ المبارکہ کا محررہ
۲۴/کو موصول ہوا--- ثم الحمد له تعالیٰ جس نے اپنے خاص
فضل وکرم سے دولت حقیقیہ، ادائیگیٔ حجة المبارکه مع العمرة المتبارکه
سے سرفراز فرمایا---

دعا ہے کہ حضرت رب العٰلمین صحت کاملہ سے اپنے محبوب اعظم
مطلوب افخم ﷺ کے در دولت پر بخیر وعافیت بوسہ دِہ بنائے اور مقبولیت تامہ
ومحبوبیت خاصہ سے سرفراز فرمائے---آمین ثم آمین

اللّٰہ اللّٰہ! یہ کون سا عالی حریم ہے کہ حریم حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی
اس کا مشتاق قدیم ہے---کیا یہ وہی مکان عرش نشاں ہے، جس کا طواف
ستر ہزار نوری نہایت ہی ولولوں سے بمشکل ایک مرتبہ عمر بھر کر سکتے ہیں اور

ہمیں اجازت عامہ ہے [۳] یہاں ہی دیارِ محبوب کے آثار اطہار ہیں، یہیں اُحد محبّ و محبوب ہے--- بدر فیض اثر قریب قریب، قبا کو فخر وعلو اور حرمین کا جلو یہیں ہے--- یہاں کیا کیا ملتا ہے اور کسے ملتا ہے؟--- وہ کون کون اہل کرم واقبال ہیں جو تجلیاتِ خاص سے نہال ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِجَاہِ صَاحِبِ الْحَضْرَۃِ الْعَالِیَۃِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ"---

[محررہ ۲۷/ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء]

اہل اسلام کے لیے دورِ ابتلاء

الحاد و مادیت کا یہ دور اہل اسلام کے لیے سخت آزمائش کا دور ہے--- دین اور دینی خدمات سرانجام دینے والوں پر کڑا وقت ہے--- پرفتن دور کے حوالے سے حضور ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں حضرت سیدی فقیہ اعظم اپنے والد گرامی کے نام محولہ بالا عریضہ میں عرض کرتے ہیں:

"آہ! آج وہ وقت ہے کہ:

اَلدِّیْنُ یَأْرُزُ إِلَی الْحِجَازِ[۴]، اَلسُّنِّیُّ الْقَابِضُ عَلَی الدِّیْنِ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ[۵]، یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَ یُمْسِی کَافِرًا وَیُمْسِی مُؤْمِنًا وَ یُصْبِحُ کَافِرًا[۶] وَ الْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْمُتَعَالِ[۷] ذِی الْاِکْرَامِ وَ الْجَلَالِ---

عجب دردیست اندر دل، اگر گویم زبان سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

زمانہ منقلب ہو چکا ہے، اہل اسلام پر مصائب ہی مصائب ہیں، خصوصاً اہل اسلام حقیقیہ تو نہایت سخت صبر آزما دور میں ہیں--- مقبول بارگاہِ گاہ و بے گاہ حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول قصیدہ مبارکہ کا ایک شعر ہی کافی ووافی ہے، جو عرضِ سرکار عرش قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

بہر صورت کہ باشد، یا رسول اللہ کرم فرما

بہ لطفِ خود سر و سامان جمع بے سر و پا کن

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ قاسم خیری الدین و الدنیا ابی القاسم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارك وسلم فی کل وقتٍ وَّحین---

وَ مَنْ تَکُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ نُصْرَتُہٗ

اِنْ تَلْقَہُ الْاُسْدُ فِیْ آجَامِھَا تَجِمِ

زیادہ کیا عرض کروں، جو عرض کرنا ہے وہ تو بفضلہٖ تعالیٰ حاصلِ عرضِ حضور ہے---ہاں یاد آ گیا، طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ[۸] ارشادِ پُرسداد کا اشتمال، نَیْرُوْزُنَا کُلَّ یَوْمٍ کا سماں باندھے ہوئے ہے---

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنَ الْغُرَبَاء حقیقة کما نحنُ غرباء صورةً---

الحمدللہ! خیریت دین ودنیا شامل حال ہے---

والسلام مع الاکرام التام

الفقیر الغریب عن دیار الحبیب

ابوالخیر محمد نور اللّٰہ نعیمی نوّرہ ربہ

وجعلہ کاسمہ نور اللّٰہ

۲۷/ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۷ھ/ ۱۸۴۷ء

فرقہ واریت

اہل اسلام کے اضطراب، باہمی آویزش، معاندانہ رویہ اور فرقہ واریت سے آپ سخت بیزار تھے--- اہل اسلام کی اس حالت پر آپ کو سخت رنج تھا، چناں چہ ایک خط میں تحریر فرمایا:

''اس وقت دنیا عجیب دور سے گزر رہی ہے، خصوصاً علماء کی عجیب حالت ہے، علماء کا آپس میں لڑنا، بھڑنا اور ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل و تفسیق --- وعظ ہے تو وہ بھی اٹیک اور اعتراض کے رنگ میں یا صرف بعض فرقوں کا خیال کرتے ہوئے کر رہے ہیں اور ضروری مسائل ارکانِ اسلام کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا --- یہ عجیب بات ہے ---

پرزور دعائیں جاری رکھیں --- حضرت رب العٰلمین جل وعلا کوئی صورت پیدا فرمائے اور سگانِ طیبہ کی خاک بوسی کا شرف بخشے --- دل بڑا تنگ ہو رہا ہے، فرقہ بندی اور فساد پسندیٔ ابناءِ زماں سے --- وہاں عرب شریف میں اب اس وقت بھی امن ہے'' ---

[بنام مولانا حاجی غلام حسین نوری، محررہ ۲ر مئی ۱۹۶۱ء]

وابستہ ہوں سرکار ﷺ کے دامانِ کرم سے

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے آقا و مولا سرکار ابد قرار ﷺ کی محبت میں فنا تھے --- انھیں حضور ﷺ کی نسبتِ غلامی پر ناز تھا --- سرکار ابد قرار ﷺ کی بھی

ان پر خاص نگاہِ عنایت تھی --- وہ آقا کریم ﷺ کی کرم نوازیوں پر شکر گزار بھی تھے اور نازاں وفرحاں بھی --- راقم الحروف جب آپ پر حضور ﷺ کے خصوصی الطاف کریمانہ کا تصور کرتا ہے اور پھر ان سے اپنی نسبت کی طرف دھیان جاتا ہے تو زبان وقلم سے بے ساختہ اظہار تشکر کے کلمات کہے بغیر نہیں رہ سکتا:

صد شکر کہ آقا ﷺ کا گدا ابن گدا ہوں
نازاں ہوں کہ سرکار ﷺ کے ٹکڑوں پہ پلا ہوں
وابستہ ہوں سرکار ﷺ کے دامانِ کرم سے
نسبت تو بہت اچھی ہے، میں گرچہ برا ہوں [۹]

برادر گرامی حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے مدینہ عالیہ سے رقم طراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی سند ہمیں حضرت ابا جی مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ [۱۰] کے ذریعہ ایک ہی واسطہ سے حاصل ہے --- بس ایک ہی چیز ہمیں دارین میں کافی وبس ہے اور وہ دلی تعلق ہے، جو حضور پرنور سید عالم ﷺ کے ساتھ بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ حاصل ہے، وللہ الحمد و المنۃ --- میں اس پر بہت زیادہ دلی مسرت محسوس کرتا ہوں ---

بیٹے! میں کیا بتاؤں، حضور پرنور ﷺ کا بہت ہی لطف وکرم ہے، وللہ تعالیٰ الحمد و المنۃ --- کیا ہمیں یہ ایک دَر کافی نہیں؟ ---

''یک در گیر، محکم گیر''

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

ہر کہ یک جا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا

یعنی جو ایک جگہ پکا ہے، اس کی ہر جگہ قدر ومنزلت ہوتی ہے اور وہ جو

ہرجائی ہے، وہ کسی جگہ مقبول و منظور نہیں---

للّٰہ الحمد والمنة اس کا اثر ظاہر و باہر پا رہا ہوں---اللہ تعالیٰ محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے تمہیں ان نعمتوں سے نوازے"---

[محررہ ۱۷/شوال المکرّم ۱۳۹۲ھ/۲۲/نومبر ۱۹۷۲ء، یوم الاربعاء (بدھ)]

الغرض حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے مکاتیب میں ذکر مدینہ جا بجا ملتا ہے---ان میں عشق و محبت کی رعنائیاں بھی ہیں اور علم و ادب کی زیبائیاں بھی---جن کے مطالعہ سے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی لگن اور حاضریٔ مدینہ منورہ کی سچی تڑپ پیدا ہوتی ہے---

اللہ رب العزت حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے جذبہ عشق مصطفیٰ اور محبتِ مدینہ منورہ کے صدقے ہمیں بھی یہ دولت عطا فرمائے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین

حواشی متعلقہ باب

① یہ حرم کی قریب ترین حد ہے، مسجد حرام سے ساڑھے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر، حرم کی حد ختم ہوتے ہی تنعیم کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے، یہاں سے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا--- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا تھا--- اسی نسبت سے یہاں بڑی خوب صورت اور وسیع مسجد عائشہ تعمیر کی گئی ہے، جہاں کثیر تعداد میں غسل خانے بنائے گئے ہیں--- زیادہ تر عمرہ کرنے والے یہاں سے احرام باندھتے ہیں---

② جعرانہ، مسجد حرام سے بائیس کلومیٹر کے فاصلہ پر مکہ مکرمہ، طائف روڈ پر واقع ہے--- ۸/ذی قعدہ ۸ھ میں غزوۂ حنین کا مال غنیمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تقسیم فرمایا تھا--- یہیں سے احرام باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیا تھا--- اسی لیے جعرانہ کے مقام سے احرام باندھ کر کیے گئے عمرہ کو بڑا عمرہ کہتے ہیں---

③ امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۱ھ-۲۵۵ھ) سنن دارمی میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

مَا مِنْ يَوْمٍ يَطْلُعُ إِلَّا نَزَلَ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ، حَتّٰى يَحُفُّوْا بِقَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْرِبُوْنَ بِأَجْنِحَتِهِمْ، وَيُصَلُّوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا أَمْسَوْا، عَرَجُوْا وَ هَبَطَ مِثْلُهُمْ فَصَنَعُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى إِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْأَرْضُ، خَرَجَ فِي سَبْعِيْنَ أَلْفًا

مِّنَ الْمَلَائِكَةِ يَزِفُّونَهُ---

[سنن الدارمی، مطبع نظامی کان پور، صفحہ۲۵، باب ما اکرم اللّٰه نبیه صلی الله علیه وسلم بعد موته / مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب الکرامات، الفصل الثالث، صفحہ۵۴۶، (ایچ ایم سعید کمپنی) / شیخ عبدالحق محقق دہلوی، جذب القلوب الی دیار المحبوب، مطبع نامی نول کشور، صفحہ۲۵۲/ جلاء الافهام فی الصلوة و السلام علی خیر الانام، ابن القیم الجوزیہ (۷۵۱ھ)، صفحہ۷۹ (مطبوعہ ادارۃ الطباعة الخیریة دمشق)، حدیث۱۲۹]

قاضی ابواسحاق ازدی (م۲۸۲ھ) نے دارمی کی سند سے مختلف، بڑی عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ: ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ مُنَبِّهِ بْنِ وَهْبٍ، أَنَّ كَعْبًا، دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَذَكَرُوا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ كَعْبٌ: مَا مِنْ فَجْرٍ يَطْلُعُ إِلَّا وَ يَنْزِلُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ حَتّٰى يَحُفُّوا بِالْقَبْرِ يَضْرِبُونَ بِأَجْنِحَتِهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا أَمْسَوْا عَرَجُوا وَ هَبَطَ سَبْعُونَ أَلْفًا حَتّٰى يَحُفُّوا بِالْقَبْرِ يَضْرِبُونَ بِأَجْنِحَتِهِمْ فَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبْعُونَ أَلْفًا بِاللَّيْلِ وَ سَبْعُونَ أَلْفًا (ص:٨٦) بِالنَّهَارِ حَتّٰى إِذَا انْشَقَّتِ الْأَرْضُ خَرَجَ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَزِفُّونَهُ---

[فضل الصلاة على النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، القاضی أبو إسحاق إسماعیل بن إسحاق بن إسماعیل بن حماد بن زید الأزدی البصری ثم البغدادی المالکی الجهضمی (متوفی ۲۸۲ھ)، المحقق: محمد ناصر الدین الألبانی، الناشر: المکتب الإسلامی، بیروت]

''روزانہ ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر کو اپنے پروں سے ڈھانپ کر سارا دن صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار نئے فرشتے آ جاتے ہیں اور صبح تک صلوٰۃ پیش کرتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، یہاں تک کہ روز قیامت سرکار ﷺ اپنی قبر اطہر سے باہر تشریف لا کر ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں بارگاہ الٰہی کی طرف جائیں گے''---

④ اشارہ ہے اس حدیث شریف کی طرف:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ، وَ هُوَ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ، كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا---

[صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریبا، حدیث ۱۴۶]

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اسلام اپنی ابتدا اور انتہاء میں غریب (مسافر اور اجنبی کی مانند) ہے، اخیر دور میں اسلام مسجد نبوی اور مسجد حرام میں سمٹ کر رہ جائے گا، جیسے سانپ اپنے بل میں چلا جاتا ہے''---

⑤ اشارہ ہے اس حدیث شریف کی طرف:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ---

[سنن ترمذی، ابواب الفتن، حدیث ۲۲۶۰]

''حضور ﷺ نے فرمایا، لوگوں پر ایسا دور بھی آئے گا جب دین پر ثابت قدمی یوں مشکل ہو گی جیسے جلتا ہوا انگارہ پکڑنا''---

⑥ اشارہ ہے اس حدیث شریف کی طرف:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا---

[صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرۃ، حدیث ۱۱۸]

''اندھیری رات کی طرح چھا جانے والے فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے پہلے نیک اعمال کرلو (جب) ایک شخص صبح کو مومن اور شام کو کافر یا شام کو کافر اور صبح کو مومن ہوگا، معمولی دنیاوی منفعت کے بدلے متاع ایمان کو فروخت کردے گا''---

⑦ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک المتعالی قرآن کریم میں حذفِ یاء کے ساتھ المتعال بھی آیا ہے:

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ○---[الرعد:۹]

⑧ اشارہ ہے اس حدیث شریف کی طرف:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا، فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ---

[صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریبا، حدیث ۲۳۲]

''اسلام کی ابتدا اور انتہا دونوں غرباء ہیں، غرباء کے لیے بشارت ہے''---

⑨ ارمغان محبت (نعتیہ کلام)، صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری، صفحہ ۱-۵۰

⑩ مفتی اعظم حضرت سید ابوالبرکات قادری صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی اور حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ مکرم حضرت محدث الوری مولانا سید محمد دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز جید عالم دین اور مرجع الفقہاء والمحدثین تھے---آپ نے کتب فقہ و منطق مولانا ارشاد حسین رام پوری سے پڑھیں اور سند حدیث مولانا احمد علی سہارن پوری اور سند المحدثین حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے حاصل کی--- محدث اعظم حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور پیر سید مہر علی شاہ گولڑا شریف رحمۃ اللہ علیہم

25

آپ کے ہم درس تھے---

آپ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید اور خلیفہ تھے، مزید براں آپ کو حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی---اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے آپ کو تمام کتب فقہ حنفی اور اوراد ووظائف کی اجازت مرحمت فرمائی---۱۹۲۲ء میں الور سے لاہور تشریف لائے، مسجد وزیر خاں کی خطابت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی، جہاں سے سیکڑوں علماء، فضلاء اور مبلغین پیدا ہوئے---حضرت جید عالم دین اور مفتی اعظم تھے، زہد وتقویٰ اور اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے---عربی، اردو اور فارسی میں شعر کا عمدہ ذوق رکھتے تھے---کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو گھنٹوں علم وفضل کے موتی بکھیرتے رہتے، سورۃ فاتحہ کا درس شروع کیا تو طبع رسا نے وہ جولانیاں دکھائیں کہ پورا ایک سال صرف ہوگیا---آپ کے تلامذہ میں صاحب رسالہ رکن دین حضرت مولانا رکن الدین الوری نقشبندی، مولانا ارشاد علی الوری، مولانا محمد مہر الدین (شارح مختصر المعانی)، حضرت فقیہ اعظم پاکستان مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری اور مولانا محمد عبدالعزیز بانی مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا ایسے اساطین علم وفن کے اسماء گرامی شامل ہیں---

آپ نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن میں تفسیر میزان الادیان نہایت معرکۃ الآراء ہے، جس میں تقابل ادیان پر بڑی مبسوط علمی وتحقیقی بحث کی گئی ہے---

آپ کے صاحبزادے غازیٔ کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور مفتی اعظم حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری جید عالم دین اور مرجع علماء وفضلاء تھے---

صلی اللّٰہ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ و جمیع امتہ و بارك وسلم

شہزادۂ فقیہ اعظم اہل علم و قلم کی نظر میں

کسی بھی بلند مرتبت شخصیت کی محبوبیت و مقبولیت حقیقۃً عطیۂ الٰہی ہوتا ہے، بلکہ مراتب و مناصب کی رفعت و عظمت بھی اسی ذات خداوندی کی عنایت سے ہی عبارت ہے--- علمی، ادبی، تاریخی، دینی و روحانی سطح پر دیکھا جائے تو فی زمانہ بکثرت شخصیات میں شہزادۂ فقیہ اعظم حضرت علامہ الحاج مفتی پیر محمد محبّ اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ منفرد و ممتاز دکھائی دیتے ہیں، جو ہر شعبہ علم میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، نیز ادب بھی آپ پر نازاں ہے---

درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ مسند روحانیت کی بھی بدرجۂ اتم زینت ہیں اور سب سے بڑھ کر عشق و محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرمایہ دار ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہیں مدینہ طیبہ سے اس قدر شدید لگاؤ ہے کہ بصیر پور رہتے ہوئے بھی شہر محبوب کی فضاؤں میں گم رہتے ہیں--- اس پر آپ کا روح پرور، ایمان افروز، پرسوز، عشق آور نعتیہ کلام شاہد عادل ہے، اور یہ نعمت بھی محبوب اکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی عطا فرمودہ ہے---

آپ کا کلام ''ارمغان محبت'' آپ کے ''محبّ الرسول'' ہونے کا ترجمان ہے--- محبّ اللہ وہی ہوسکتا ہے جو محبّ رسول ہو اور آپ میں وہ تمام علامات مقدسہ پائی جاتی ہیں جو اس ضابطہ کے لیے لازم ہیں--- یہی وجہ ہے کہ آپ محض سطحی قسم کی شاعری نہیں فرماتے

بلکہ قلبی درد و سوز کو آتش عشق سے فروزاں رکھتے ہیں، آپ کے نعتیہ کلام کا معیار بہت بلند ہے، اس لیے ہر نعت عشق کے پھولوں سے معطر و مشک بار ہوتی ہے---

یہی وجہ ہے کہ ماہ نامہ نور الحبیب قارئین کا حبیب بن چکا ہے، مضامین کا انتخاب، ان کا معیار اور حسن انتخاب نوع بہ نوع تحائف لیے جلوہ گر ہوتا ہے--- ہر ورق پُر نور نیز کلمۂ حق سے بھر پور نظر آتا ہے--- ذیل میں چند اہل علم و قلم کے رشحات محبت پیش کیے جاتے ہیں، جو نور الحبیب کے ساتھ ساتھ آپ کی گراں قدر علمی، ادبی، تاریخی، اسلامی اور روحانی تصانیف کی محبوبیت پر مرقوم ہیں، جن سے قارئین کرام یقیناً محظوظ ہوں گے--- یوں تو ہر اہل قلم نے ایسے ایسے جواہر نذر کیے ہیں کہ ان سے انتخاب بھی ایک پیچیدہ مسئلہ ہے، کہ ہر محبّ نے ایسے ایسے کلماتِ محبت نذر کیے ہیں کہ انہیں نظر انداز کرنا بھی امتحان ہے، تاہم قصوری فکر سے بطور خلاصہ، قارئین کی ضیافت طبع کے لیے کچھ رقم کیے جاتے ہیں:

☜ پیر طریقت، بدر اشرفیت حضرت الحاج ڈاکٹر پیر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ بانی خانقاہ اشرفیہ جیلانیہ رائے ونڈ روڈ لاہور، امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف لطیف ''سفر محبت'' پر مدینہ طیبہ میں ہی کلمات طیبات سے نوازتے ہیں:

''حضرت علامہ مفتی محبّ اللہ صاحب نوری ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں، خصوصاً طبقہ علماء و فضلاء میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں--- بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں، بہت سی کتابوں کے حاشیہ نگار ہیں، جرائد و رسائل کے قلم کار ہیں، مقرر ہیں، شیخ طریقت ہیں، بہت سارے مریدوں کے پیر و مرشد ہیں، حضور فقیہ اعظم مفتی نور اللہ قدس سرہ العزیز کے صحیح جانشین ہیں، دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے مہتمم ہیں، استاذ الاساتذہ ہیں--- درحقیقت موصوف اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں--- محبّ اللہ نوری صاحب

حضور فقیہ اعظم کے منظور نظر ہیں--- آپ اپنی دن رات کی ان تھک کوششوں سے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور کو ترقی دے کر ایک یونی ورسٹی کے مقام تک لے گئے ہیں--- یہ میری نگاہ کے سامنے بڑے ہوئے ہیں، صالح زندگی کے مالک ہیں، دین اسلام و مسلک اہل سنت و جماعت کے متوالے ہیں---

موصوف سے سال میں ایک دو مرتبہ ملاقات ہوتی رہتی ہے، لیکن اس مرتبہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کے لیے کچھ تاخیر سے پہنچا اور علامہ موصوف بھی حسب طریقہ یہاں تشریف فرما ہیں--- ماہ رمضان کی تیرھویں شب کو میں سلام پیش کر کے واپس آ رہا تھا اور علامہ مفتی صاحب حاضری کے لیے تشریف لے جا رہے تھے---حرم نبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں آدھی رات کو ہماری ملاقات ہوئی--- دوسرے روز علامہ موصوف نے میری قیام گاہ تشریف لا کر مجھے عزت بخشی اور جدید تصنیف ''سفر محبت'' عطا فرما کر حکم دیا کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس پر تبصرہ لکھوں--- میں کیا اور میرا تبصرہ کیا حقیقت رکھتا ہے، لیکن حکم کی تعمیل میں یہ چند سطور لکھنے کی ہمت کی ہے---

مدینہ شریف میں دیگر دنیاوی مصروفیات سے فراغت رہتی ہے، اس لیے عطا کردہ کتاب کا مطالعہ شروع کیا، کسی مضمون یا کتاب کے معیار کو سمجھنے یا جانچنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ شروع کے چالیس صفحات یا ایک صفحہ مضمون، پھر درمیان کے کچھ صفحات یا سطور اور آخری حصہ کے کچھ صفحات یا سطور پڑھ لیے جائیں، تو اس سے مصنف کا طرز تحریر، موضوعیت اور مقصدیت سے آگاہی ہو جاتی ہے، اس طرح کتاب کی جامعیت مسلم ہو جاتی ہے---

زیر نظر کتاب ''سفر محبت'' میں فاضل مصنف نے ایک منفرد انداز اختیار کیا ہے، ایک طرف سفر کی صعوبتیں، سفری ضروریات باقاعدگی سے

تحریر کی ہیں، دوسری طرف مقامات کی زیارت کی اہمیت، ان (میں آسودہ بزرگوں) کی حیات طیبہ کی اجمالاً عکاسی کر کے پڑھنے والے کی معلومات میں نادر اضافہ فرمایا ہے، اس کے علاوہ کچھ تبصرہ کے ذریعہ پڑھنے والے کے دینی جذبات کو اپیل کیا ہے---

میرے استاذ نے فرمایا تھا کہ کوئی بھی زبان بولو، لکھو، تو آسان بولو، آسان لکھو، لکھنے پڑھنے کے بعد سب سے مشکل کام یہی ہے کہ آسان لکھا بولا جائے---موصوف نے اپنی اس کتاب میں یہ کمال کر دکھایا ہے---

یہ سفرنامہ بھی ہے، تاریخ نامہ بھی ہے اور معلوماتی انسائی کلوپیڈیا بھی ہے---علامہ موصوف جہد مسلسل کے قائل ہیں اور خوب سے خوب تر کی تلاش کے خواہاں رہتے ہیں---اتنی کم عمری میں بہت ساری کامیابیاں حاصل کی ہیں---

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، ان کی تمام دینی و دنیاوی خواہشات کو پورا فرمائے---آمین

☜ شہزادۂ مہر ولایت حضرت الحاج پیر صاحبزادہ سید نصیر الدین چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہٗ کو اپنی کتاب ''الرباعیات المدحیة فی حضرة القادریة'' عنایت کرتے ہوئے اس پر اپنے کلمات محبت یوں رقم فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر مولانا مفتی محمد محبّ اللہ صاحب نوری زید مجدہ کی ادب دانی اور نکتہ سنجی کے لیے یہ کتاب پیش کر رہا ہوں---

اللہ تعالیٰ ان کے ذوق اور عمر میں برکت عطا فرمائے---

التماس دعا کے ساتھ

نصیر الدین نصیر گولڑوی

۲۱/جولائی ۲۰۰۸ء

☜ حضرت علامہ مولانا سید ریاض حسین شاہ، ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان سفر محبت پر اپنا محبت بھرا طویل تبصرہ رقم فرماتے ہوئے یوں اظہار حقیقت فرماتے ہیں:

''سفر محبت'' کا مصنف زبان و لہجہ اور بیان وکلام کے درو بست اور اثر و تاثیر کی اعجاز بندیوں اور اعجاز نوازیوں سے خوب واقف ہے اور معجزہ تو میں کہہ نہیں سکتا، چلو یوں کہہ دوں کہ اکابر کے مزارات پر پیہم مجاورت کی ریاض سے ''سفر محبت'' کا ہر حرف کرامت بن گیا ہے''---

☜ شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سفر محبت'' آپ نے ایسا ارمغانِ محبت ارسال فرمایا ہے، جس کا ظاہر و باطن دل کش و دل ربا ہے، جس کا ہر گوشہ:

دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

☜ شیخ الحدیث علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ بہاول پور سے رقم طراز ہیں:

''حضرت صاحبزادہ صاحب نے درجنوں تصانیف تحریر فرمائی ہیں، آپ کی ہر تصنیف علمی، تحقیقی اور مستند حوالہ جات سے مزین ہے اور وہ نہ صرف عوام، بلکہ علماء کرام کے مطالعہ میں علمی اضافہ فرماتی ہیں--- چونکہ آپ قلم کے دھنی ہیں، اس لیے ہر سفر نامہ علیحدہ علیحدہ مرتب فرمایا--- میں نے بھی سفر نامہ لکھا ہے، لیکن صاحبزادہ صاحب بازی لے گئے ہیں، آپ کے سفر ناموں کو پڑھنے والے کو کسی گائیڈ کی ضرورت نہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ صاحبزادہ کا قلم رہبر و رفیق شفیق ہے، طرفہ یہ کہ ہر مزار کا تعارف محققانہ اور مستند کتب کے حوالہ جات سے پر ہے''---

☜ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) یوں اظہار محبت فرماتے ہیں:

''تحفہ مرغوب و محبوب کل نظر نواز ہوا، کرم فرمائی کا ممنون ہوں---

طائرانہ نظر ڈالی، بہار محبت نظر آئی، جزاکم اللّٰہ تعالٰی احسن الجزاء
سفر محبت علوم وفنون کا خزینہ ہے، اس میں تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، تصوف، سیرت، سوانح، تاریخ، ادب عالیہ اور ادب جدید یہ سب ہی کچھ ہے---
آپ نے سفر محبت کو تحقیق آشنا کر دیا ہے اور سفر محبت کو ایک مستند حوالہ بنا دیا ہے، جس انداز سے آپ نے واقعات وحالات کو بیان فرمایا ہے، وہ دل آویز ودل نشین ہیں، طبقۂ علماء میں ایسی تحریریں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں--- آپ کی تحریر باطن کی شیفتگی بھی ہے اور شگفتگی بھی، جس نے کتاب میں چار چاند لگا دیے ہیں"---

☜ مولانا ممتاز احمد چشتی صاحب "انوار العلوم ملتان" اپنی کیفیات سے آگاہ فرماتے ہیں:

"کتاب "سفر محبت" کے مطالعہ سے محظوظ ہو رہا ہوں، بہت خوشی ہوئی، ارباب ذوق ومحبت کے لیے بہترین زادِ سفر ہے--- میرے نزدیک سفر محبت "تَبْصِرَةً وَ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ" کا عکس جمیل ہے"---

☜ مبلغ آفاق علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی (کراچی) یوں کوکب نگاری کا کمال دکھاتے ہیں:

""سفر محبت" واقعتاً "سفر محبت" ہے، یہ آپ کے قلم کی شگفتگی اور سلاست کا ایک نیا انداز ہے.......... --- یہ کتاب خالی سفر نامہ نہیں بلکہ اردو زبان وادب، تاریخ، اصلاح نفس، سیرت اور احوال وآثار کے علمی خزانے میں گراں قدر اضافہ ہے--- میری گزارش ہے کہ اپنے قلم ثمر بار کی سیاہی خشک نہ ہونے دیں---
فقیہ اعظم کا فیض اور صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری کا حسن ادب سے مالا مال قلم روشنیاں بکھیر رہا ہے"---

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب، فیصل آباد، یوں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں:

''سفر محبت'' یقیناً ''سفر محبت'' ہے، خوشی ہوئی کہ حقائق کا حسن قائم ہے اور عقیدت کا بھی --- میں اس کامیاب کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، میری محرومی کہ میں آپ کے قلم کی جولانیوں سے پہلی مرتبہ آشنا ہو رہا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ دوسری نگارشات بھی لطف اندوز ہوں گی کہ سفر محبت نے مزید مطالعہ کی تحریک کی ہے'' ---

مؤرخ عصر میاں محمد صادق قصوری صاحب اظہار صداقت فرماتے ہیں:

''سفر نامہ جلد اوّل، ایمان افروز، روح پرور اور وجد آور ہے، مزارات پر حاضری کو اس قدر محبت و احترام اور شائستہ انداز میں بیان کیا گیا کہ قاری پر وجد طاری ہو جاتا ہے'' ---

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، مدیر اعلیٰ ماہ نامہ جہان رضا تحریر فرماتے ہیں:

''نور الحبیب'' کا میلاد النبی نمبر شائع کر کے آپ نے اپنے قارئین کو ایک بہت خوب صورت رسالہ دے دیا ہے --- ماشاء اللہ

بڑے عمدہ مضامین، خوب صورت طباعت، پھر اپنے کمپیوٹر پر خوب صورت سیٹنگ صفحہ صفحہ پر کھلے ہوئے پھولوں نے خوش کام کر دیا --- آپ کی ادارت میں نور الحبیب ایک رسالہ نہیں، اب مجلّہ بنتا جا رہا ہے، اگر آپ ثابت قدمی اور دل چسپی سے کام لیتے رہے تو اہل علم اور ارباب محبت ''نور الحبیب'' کی فائلیں محفوظ کریں گے'' ---

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو، وائس چانسلر پٹنہ یونی ورسٹی انڈیا اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا مرتب کردہ میلادنامہ اور آپ کا رسالہ نور الحبیب بھی موصول ہوا، اس رسالے کی مجھے اطلاع نہ تھی، بہت اچھا، مفید رسالہ ہے، ایسے رسالوں کی اشاعت کی ضرورت اب بڑھ گئی ہے--- خدا کرے دیر تک زندہ رہے''---

☜ پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ خضر نوشاہی، آستانہ عالیہ ساہن پال شریف (گجرات)

''میں نے دونوں کتابیں (''ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر'' اور ''حضرت سیدی ابوالبرکات قادری اپنے مکاتیب کے آئینے میں'') بڑے ذوق وشوق اور انہماک سے پڑھ لی ہیں، ماشاءاللہ خوب تحقیق و تفحص سے کام انجام دیا ہے اور دلائل وشواہد سے اپنی تحریر کو مستحکم کیا ہے--- طرز تحریر محققانہ، عالمانہ اور ادیبانہ ہونے کے ساتھ ساتھ سائنٹفک انداز لیے ہے، مستقبل کے قاری کے لیے آپ نے یہ تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے--- اس کاوش پر ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہوں--- والسلام''---

☜ پروفیسر محمد الیاس اعظمی، قصور، مدیر ماہ نامہ ''العلماء'' لاہور کا کتاب مستطاب ورفعنا لك ذكرك پر طویل تبصرہ سے اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

''زیر تبصرہ کتاب آپ کے رشحات قلم کا شاہ کار ہے، جس میں آپ نے ملت اسلامیہ کے عظیم محسن اور عالم روحانیت کے درّ یکتا میراں محی الدین غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کے ذاتی اوصاف وکمالات اور روحانی فضائل ومناقب اور محاسن کو مختلف علمی جواہروں سے نکال کر ایک سلک میں اس خوب صورتی کے ساتھ پرو دیا ہے کہ دیکھنے اور پڑھنے والے کو انوارِ غوثیہ کی کہکشاں نظر آتی ہے--- یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے''---

☜ مولانا صوفی محمد علی نقشبندی، سیال کوٹ:

''تصنیف لطیف ''سفر محبت'' اور ان شاءاللہ نئے آنے والے سفر محبت کے سلسلہ میں دلی مبارک باد قبول فرمائیں---

الحمد للہ، حقائق و معارف، عقائد و مسائل، تاریخ کی روشنی میں ضبط تحریر میں آنا اور لانا یقیناً محبت و تعلق کے لیے نعمت بے پایاں ہے--- خداوند قدوس اس سلسلہ فیوض و برکات کو جاری رکھے اور سرمایہ ایمان و ایقان، ذخیرہ و خزینہ نور و سرور کی دنیا میں اہل محبت کے لیے ذریعہ علم و عمل ثابت ہو''---

☜ محترمہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ (ایم این اے)، مدیرہ ماہ نامہ چلمن لاہور:

''کتاب کی ذرا سی ورق گردانی کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو پڑھنے کی کتاب ہے، ایسی کتابیں میں پوری یک سوئی سے پڑھا کرتی ہوں، رواروی میں تبصرہ نہیں کرتی---

ان دنوں ایام ابیض کے روزوں کے درمیان گویا میں نے خود کو معتکف کیا اور اس کتاب کو ختم کیا--- یوں محسوس ہوا جسے میں آپ سب کے ہمراہ ''سفر محبت'' کے مرحلوں سے گزر رہی ہوں--- آپ کی تحریر میں اتنی بے ساختگی اور گداز ہے کہ کئی مقامات پر بے اختیار اشک جاری ہو گئے''---

☜ جناب ریاض حسین چودھری، سیال کوٹ:

''سفر محبت ناول سے زیادہ دل چسپ اور افسانے سے زیادہ دل کش ہے، اس کتاب کا مطالعہ ایک عجیب روحانی تجربے کا آئینہ دار ہے، جس میں ان گنت عکس رعنائیوں کے جھرمٹ میں قاری کے دامن دل کو کھینچتے ہیں، لمحات حضوری کے تصور میں ان کا قلم بھی جھوم اٹھتا ہے اور ان کی زبان پر ہجوم مہ و انجم اترنے لگتا ہے--- زبان سادہ اور عام فہم ہے، ابہام اور گنجلک پن کا دور دور تک نام و نشان نہیں ملتا--- آپ کسی مرحلہ پر بھی کسی قسم کے فکری الجھاؤ کا شکار نہیں ہوئے، واضحیت کا نور قدم قدم پر روشنیاں بکھیرتا دکھائی دیتا ہے--- سفر محبت کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے، جس نے اسلوب و بیاں کی ان گنت خوبیوں کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے''---

- مولانا محمد رفاق چشتی صاحب زید مجدہ نے ماہ نامہ نور الحبیب میں سخن محبت بنام سفر محبت (نومبر، دسمبر ۲۰۰۲ء)، نظر محبت بر سفر محبت (اپریل ۲۰۰۳ء) اور چار قسطوں پر مشتمل مکتوبات اہل محبت بنام مصنف سفر محبت کے عنوانات سے مئی، جون، جولائی، اگست ۲۰۰۳ء کے شماروں میں مضامین تحریر کیے، جن میں سفر محبت پر گراں مایہ خطوط کو مربوط کرتے ہوئے تفصیلی ابتدائیے رقم کیے، جو اپنی دل ربائی میں مثالی ہیں، جن سے اقتباس کا انتخاب کارے دارد، تاہم راقم، موصوف کی خدمت میں نہایت پرکشش اور نرالے انداز پر ہدیہ تبریک پر اکتفا کرتا ہے تا کہ اہل ذوق از خود نور الحبیب کی طرف متوجہ ہوں:

- علامہ محمد فاروق خان سعیدی، ملتان ''ماہ نامہ السعید، ملتان'' میں طویل تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''سفر محبت'' صاحبزادہ والا جاہ علامہ محمد محبّ اللہ نوری زید مجدہ کے نتائج فکر اور رشحات قلم کا حسین و دل نشین مجموعہ ہے، صاحبزادہ صاحب نے اپنے علم و قلم کا اس میں حسن سمو دیا ہے--- انھوں نے جس عقیدت و محبت، شوق و وارفتگی اور عزم صالح کے ساتھ یہ سفر کیا تھا، اس کے حالات سفر اور مشاہدات عام سفر ناموں سے یقیناً مختلف ہونے چاہییں، چناں چہ حرف محبت کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں..........''---
>
> [تبصرہ ماہ نامہ السعید، ملتان، جنوری ۲۰۰۳ء، ذوالعقدہ ۱۴۲۳ھ]

- ملک محبوب الرسول قادری، سوئے حجاز میں رقم فرمود ہیں:

> ''حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ نے ''سفر محبت'' میں محبوبان الٰہی کا تذکرہ نہایت احسن، اچھوتے اور منفرد انداز میں کیا ہے--- بصیر پور شریف سے نکل کر بغداد معلّٰی اور پھر واپسی تک مکمل روئیداد کتاب کا حصہ ہے''---
>
> [ماہ نامہ سوئے حجاز، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۲ء]

- معروف کالم نویس قاضی عبد المصطفیٰ کامل، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، سنڈے میگزین، جنوری ۲۰۰۳ء میں یوں رقم طراز ہیں:

"یہ کتاب "سفر محبت"، علم اور تحقیق کا ایک خزانہ بن گئی ہے، جس کو پڑھنے کے دوران قاری مکمل طور پر ان کی گرفت میں چلا جاتا ہے"---

- ماہر مضامین، الحاج راجا رشید محمود، مدیر اعلیٰ ماہ نامہ نعت، لاہور ۲۳ر مارچ ۱۹۸۰ء کو دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے سالانہ اجلاس میں منقبت پیش کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں نذرانہ منقبت ادا کرتے ہیں:

جامعہ حنفیہ کا سالانہ اجلاس آج ہے
جس میں حاضر ہیں وفور انس سے ما وشما
داعی جس کے ہیں محبّ اللہ نوری قادری
جو ہیں ماہانہ جریدے کے مدیر خوش نوا
انجمن کے صدر، دل کی سلطنت کے شہر یار
ہیں ادیب خوش نظر، الفاظ کے رمز آشنا

●●●

اکتساب فیض سے منشا بھی تابش ہو گئے
اور نوری ہیں، خلیل احمد بہ عون کبریا

راجا رشید محمود نے حیات فقیہ اعظم، از علامہ شبیر احمد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ میں منقبت لکھی، اس سے اقتباس پیش ہے، صفحہ ۱۵۶:

نامور بیٹے محبّ اللہ نوری قادری
گامزن ہیں ان کی راہوں پر کہ ہیں رمز آشنا
اُن کو فردوس، اِن کو عمرِ خضر حاصل ہو رشیدؔ
از طفیلِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ عون کبریا جل جلالہ

حضرت ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری، بانی منہاج القرآن، لاہور:

''مجھے یہ کتاب (چند روز مصر میں) دیکھ کر خوشی ہوئی کہ علامہ محمد محبّ اللہ نوری صاحب نے اسے سفر نامے سے زیادہ بزرگان دین اور ان کے تاریخی مقامات کا خوب صورت تذکرہ کر کے اپنا حق منصبی ادا کیا---

مجھے زیادہ خوشی اس بات پر بھی ہوئی کہ اسے حضرت صاحبزادہ صاحب کے علمی ذوق نے محض سفر نامہ نہیں رہنے دیا، بلکہ عرق ریزی کر کے ایک تحقیقی اور فکری دستاویز بھی بنا دیا ہے--- یوں انہوں نے ابن بطوطہ کے سفر نامے کی یاد تازہ کرتے ہوئے اسے معاصر سفر ناموں میں منفرد بنا دیا ہے''---

[چند روز مصر میں، صفحہ ۲۷-۲۸]

مشہور کالم نویس و عظیم ادیب حضرت صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

''چند روز مصر میں'' بھی ایک ایسا سفر نامہ ہے جس کا بنیادی خمیر تو مذہبی یعنی زیارات اور ان سے متعلقات، مگر اسلوب بڑا شگفتہ اور زاویہ نظر بڑا وسیع ہے---

سفر نامہ ''چند روز مصر میں'' میرے محبّ گرامی جناب صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری صاحب کے نتائج فکر اور رشحات قلم کا مجموعہ ہے، جو اس لحاظ سے بلا مبالغہ خوب صورت اور پر لطف ہے کہ ایک سکہ بند عالم دین اور خانقاہ نشین کے قلم سے نکلنے کے باوجود رواں دواں اور زبان و بیان کے حسن کا حامل ہے''---[چند روز مصر میں، صفحہ ۳۲]

مبلغ اسلام علامہ بدر القادری، ہالینڈ، فاضل الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور انڈیا:

''حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ نے اپنے اس سفر نامہ (چند روز مصر میں) کے ذریعہ قارئین کو گھر بیٹھے مصر کی سرزمین پر آرام فرما عظیم اولیاء کرام اور بزرگان کے مقام و مرتبہ سے آگاہی بھی دی اور سوانحی حالات پیش فرما کر پیکر تراشی کا پورا پورا حق ادا کر دیا--- میں نے تو یہ محسوس کیا کہ مصر کی

اسلامی زیارتوں پر جانے والا ایک عام شخص دس بار بھی سفر کرے تو اتنا فیض نہیں پا سکتا، جتنا اس کتاب کے ساتھ سفر کرنے والا ایک بار میں پا سکتا ہے:

مری نگاہوں نے جھک جھک کے کر دیے سجدے
جہاں جہاں سے تقاضائے حسنِ یار ہوا

[چند روز مصر میں، صفحہ ۳۵]

محترم جناب علامہ عابد نظامی صاحب، مدیر اعلیٰ ماہ نامہ درویش لاہور:

الحمد للہ، اب ہمیں صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری صاحب کا سفر نامہ ''چند روز مصر میں'' پڑھنا نصیب ہوا، جو اس وقت پیش نظر ہے--- نوری صاحب کا یہ سفر نامہ بلا مبالغہ بڑی خصوصیات کا حامل ہے، اس میں جا بجا نوری صاحب مقدس مقامات و مزارات کا حال کچھ اس انداز میں لکھتے ہیں کہ قاری ہر جگہ اپنے آپ کو ان کے ساتھ محسوس کرتا ہے، یہ ان کی تحریر کی بڑی خوبی ہے---

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا، یہ کس کو ہوش ہے

جمشید کمبوہ کے اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں:

اے خوشا سفرِ سعادت، یہ عقیدت کا سفر
ہر قدم، مصر محبت، جانبِ طیبہ نگر

●●●

یہ قصۂ دراز ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا، ابھی آغاز باب تھا

(مولانا) محمد منشاء تابش قصوری، مرید کے
اسلامی جمہوریہ پاکستان

جانشینِ حضرت فقیہ اعظم

صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری زید مجدہ

کی ایمان افروز نگارشات

تصانیف

- رحمۃ للعالمین ﷺ کا پیغام امن
- گستاخ رسول کا شرعی حکم
- ظہور نور مصطفیٰ ﷺ
- میلاد النبی --- صاحب میلاد کی کرم نوازیاں
- جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
- رفعت شان رفعنا لک ذکرک
- اربعین ختم نبوت
- افضلیت مدینہ منورہ
- ارمغان محبت (نعتیہ کلام)
- اسلام اور تصوف
- مخزن صدق وصفا --- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- باب مدینۃ العلم --- مرتضیٰ مشکل کشا، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم
- حب اہل بیت
- بلال باکمال رضی اللہ عنہ
- حضرت فقیہ اعظم کے استاذ مکرم مفتی اعظم سیدی ابو البرکات اپنے مکاتیب کے آئینے میں
- چند روز مصر میں (سفر نامہ مصر)
- سفر محبت (حصہ اول) ---- بصیر پور شریف سے بغداد معلی تک
- ور فعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر ---
  (غوث الوریٰ بحیثیت مظہر مصطفیٰ)
- سلطان الہند خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ
- شہنشاہ ولایت حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
- بہشتی دروازہ
- امام بخاری رحمہ اللہ الباری
- حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ
- استاذ ابو القاسم القشیری رحمۃ اللہ علیہ
- امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
- امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
- صاحب دلائل الخیرات رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت باباجی ابو النور محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ
- فقیہ اعظم --- پیکر شفقت
- وقت کی قدر کیجئے
- حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات مدینہ

ترتیب و تدوین

- فتاویٰ نوریہ (جلد اول، دوم ترتیب نو --- جلد سوم تا ششم تدوین و تبویب)
- خطبات نوریہ
- سترہ تقریریں
- میلاد النبی ﷺ
- میلادِ مصطفیٰ ﷺ

تراجم

- افضلیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء عقل ونقل کے پیمانے میں (امام رازی)
- قرعہ مبارکہ (فال نامہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)
- بشائر الخیرات (سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مرتب کردہ مجموعہ درود وسلام)

ISBN 969-907-26-9
9789699079269

فقیہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور (اوکاڑا)